عقیدۃ الامۃ
فی معنی
ختم النبوۃ
دارالمعارف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود
ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

فہرست

تعارف

مقدمہ

مرزا غلام احمد کا تعارف

عقیدۂ امت

احادیث اور ختم نبوت

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی نو شہادتیں

عقیدہ ختم نبوت کی قطعیت

عقیدہ ختم نبوت میں نئی راہ
چند بزرگان دین پر افترا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ ختم نبوت

ملا علی قاری کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت مجدد الف ثانی کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت مولانا روم کا عقیدۂ ختم نبوت

الشیخ الاکبر ابن عربی کا عقیدہ ختم نبوت

ضمیمہ اولیٰ

ضمیمہ ثانیہ

پیش لفظ اشاعت پنجم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد:

اب ہم ۱۹۹۲ء سے گزر رہے ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے ۱۹۵۳ء میں یہ کتاب امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اور حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اور اس وقت تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا کہ اس کتاب کے چوتھے ایڈیشن کے وقت نہ صرف یہ کہ کوئی قادیانی مرکزی یا کسی صوبائی اسمبلی کا ممبر نہ ہوگا بلکہ قادیانی مع اپنے لاہوری گروپ کے پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہوں گے۔ وللہ الحمد والمنۃ والیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔

۱۹۵۳ء میں یہ کتاب مجلس عمل آل پارٹیز کی طرف سے پہلی بار شائع ہوئی۔ اس وقت اس کے بعض مندرجات پر مجلس عمل سیالکوٹ کے ایک رکن طالب علی شاہ صاحب نے کچھ اعتراضات کیے تھے۔ اس لیے اس کے اگلے دو ایڈیشن مکتبہ معارف اسلامیہ ۲۱۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے شائع کیے گئے۔ چوتھا ایڈیشن مکتبہ ختم نبوت لاہور سے شائع ہوا اور اب یہ پانچواں ایڈیشن اسلامک اکیڈمی مانچسٹر سے شائع کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں یہ دار المعارف یا جامعہ معروفیہ اسلامیہ جامع مسجد ختم نبوت سے مل سکے گا۔

مؤلف

ختم نبوت پر علمائے اسلام کی خدمات

یوں تو علمائے اسلام نے تاریخ کے ہر دور میں مسئلہ ختم نبوت کو نہایت واضح اور مبرہن صورت میں پیش کیا ہے لیکن اسے ایک مستقل موضوع بنا کر اس پر کتابیں لکھی جائیں یہ ضرورت مرزا غلام احمد کی زندگی میں پیش نہیں آئی۔ اس کی وجہ مرزا غلام احمد کی اپنے دعووں میں مختلف قلابازیاں تھیں۔ پہلا شخص جس نے کھل کر مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدہ ختم نبوت سے بغاوت کی وہ مرزا بشیر الدین محمود ہے اس نے حقیقۃ النبوۃ میں اور اس کے بھائی بشیر احمد نے کلمۃ الفصل میں کھل کر حضور کی ختم نبوت بالکل کا انکار کیا ہے۔ اس پر علمائے اسلام اس ضرورت پر متنبہ ہوئے کہ اب اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی جائیں۔

سب سے پہلی کتاب اس موضوع پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے فارسی میں لکھی۔ اس کا نام خاتم النبیین ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ دوسری کتاب دیوبند کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب نے ہدیۃ المہدیین کے نام سے عربی زبان میں لکھی۔ پھر حضرت مفتی صاحب نے اردو میں بھی ختم نبوت کامل کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی جس کے تین حصے ہیں ختم نبوت فی القرآن ختم نبوت فی الحدیث اور ختم نبوت فی الآثار --- قدرت الٰہیہ نے اس کتاب کو عظیم قبولیت عطا فرمائی ہے۔

مسئلہ ختم نبوت پر یہ کتابیں نہایت جامع اور مفید کتابیں ہیں لیکن امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تقاضا ہے کہ نفی و اثبات کو سامنے رکھ کر مناظرانہ نقطۂ نظر سے اس پر ایک جامع کتاب لکھی جائے جو مدارس عربیہ کے طلبہ کو اس عصری فتنے سے نمٹنے کے لیے سبقاً پڑھائی جائے۔ حضرت کے تعمیل ارشاد میں یہ پیش کش ہدیہ ناظرین ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مؤلف

وحی محمدی کے لافانی اثرات

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

وحی اپنے افراد معاشیہ کو ایک مرکز پر جمع کرتی ہے

تاریخ میں نبوت کی یہ اساسی حیثیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے۔ وحی اپنے ماننے والوں کو اپنے
مرکز پر جمع کرتی ہے — چونکہ آخری دور میں ختم نبوت کا مسئلہ اسلام کا وہ بنیادی مسئلہ ہے جس
پر ہماری ملت کا مدار ہے۔ ہماری قومی سالمیت اور ملی وحدت جس ایک نقطہ پر مرتکز ہوتی ہے
وہ سرور کائنات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے۔ اور ہمارے مجموعہ افراد ملت کی ایک ہیئت
حیات سے مستفیض اور اسی ایک منبع ہدایت سے مستنیر ہیں۔ حضور ختمی مرتبت کے بعد کسی نئے نبی کی پیدائش
خواہ وہ ماتحت نبی کے نام سے ہی کیوں نہ ہو ملت کے ٹکڑے ٹکڑے کر سکتی ہے۔ مگر ہمارے ملی وجود کا
کوئی نسخہ شفا نہیں بن سکتی ہے۔ ایسی ماتحت تقسیم کسی ایک کثرت میں مدغم بھی ہو جائیں تو ان کا
ذہن وفا اس اپنی پہلی جماعت ہی سے وابستہ رہتا ہے اور تجربات کی دنیا اس پر ایک قوی گواہ
ہے۔ اندریں صورت اس مسئلہ کی سیاسی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور علامہ اقبال جیسے مفکرین
کے بیانات اس پر شاہد عادل ہیں۔

○

انسانی آزادی پر آئندہ پابندی نہ آنے کی ضمانت

انسان فطرۃ آزاد پیدا ہوا ہے اگر اسے پہلوں کی حد پر آزاد چھوڑ دیا جائے تو دیگر شہر کا بعض
وہ افراد معاشروں سے کسی طرح مجبور ہوں گے یہ سب جانتے ہیں کہ ایک دن مرنا ہے۔ سو اگر
کسی معاشرے کا یقین ہو کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے جہاں وہ فیصلہ کیا جائے گا جو

ختم ہو جانا ہو۔ جب ہو تو یہ ظاہر ہے انسان کچھ پابندیوں کی ضرورت محسوس کرے گا جو افراد معاشرہ کو باہمی تصادم سے بچا لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وحی کی ان امور کی تجویز کی جو انسان پر بطور خلیفہ پابندیاں عائد کرتی ہے اور اس سے معاشرے میں ایک توازن قائم ہوتا ہے۔

جس طرح انسان پر مختلف ادوار میں مختلف قسم کی پابندیاں لگتی رہیں اور انسان ایک حد میں آنے کی خطاؤں کو برداشت کرتا رہا۔ یہ پابندیاں لگانے والے اپنے اپنے وقت کے انبیاء بھی ہے کچھ خلفاء بھی رہے۔ اچھے حکمران بھی رہے اور ظالم حکمران بھی — وہ انسان نے سب پابندیوں کو سہتا رہا اور جب عہد بلوغ کا آغاز ہو چکا تو

وحی انسانی آزادی پر جو پابندیاں عائد کرے وہ انسان پر ظلم نہیں معاشرے کو برقرار رکھنے کے لیے ہیں۔ خاتم النبیین کے آنے پر نبوت کا خاتمہ انسان کی اعتدال اور فطرت کی راہ ہے۔ جو پابندیاں تم پر لگنی تھیں لگ چکیں۔ اب آئندہ تم پر کوئی اور پابندیاں نہ لگیں گی نہ کوئی اور نئی پابندیاں لگانے والا آئے گا۔

انسان اپنے معاملات بطریق احسن ترتیب دینے کے لیے اپنے اوپر کوئی اور پابندیاں لگائے تو وہ محض پالیسی ہوگی جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بناتے وقت ان پر سیرت شیخینؓ پر چلنے کی پابندی لگائی یہ ایک پالیسی کا معاملہ ہے کوئی آسمانی پابندی نہیں تھی جس کے توڑنے پر آسمانوں میں زلزلوں کا شور ہو اور آپ پر ملائکہ کی دھمکیاں ملنے لگیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ انسانی آزادی پر آئندہ کوئی پابندی نہ لگنے کی ایک ضمانت ہے آئندہ جو شخص کسی قسم کا دعوائے نبوت کرے وہ اس سے ملت کا یہ حق سلب کرتا ہے۔

○

زندگی کو ہمیشہ کے لیے عہد طفولیت میں نہیں رکھا جا سکتا

بقول علامہ اقبال مرحوم ختم نبوت کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اب بنی نوع انسان میں کسی شخص

کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ کسی بالا تر طاقت کے حوالے سے دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر سکے اور نہ ماننے پر انہیں خدائی عذاب اور خوفناک زلزلوں کی دھمکیاں دے سکے۔ ختم نبوت کے عقیدہ کی حامل قوم دنیا کی سب سے زیادہ آزاد قوم ہے۔ اب جو نیا مدعی نبوت اٹھے گا اس کا سب سے بڑا جرم انسانی آزادی کی اس ضمانت کو توڑنا ہو گا جو عقیدہ ختم نبوت نے اپنے ماننے والوں کو دے رکھی ہے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں :-

> اسلام بجا طور پر استقرائی فکر کا ظہور ہے اس میں نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور اس تکمیل سے اس نے خود اپنی خاتمیت کو بے حجاب دیکھ لیا۔ اس میں یہ لطیف نکتہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ کے لیے عہد طفولیت میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اسلام نے دینی اجارہ داری، موروثی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ یہ سب اسی مقصد کے مختلف گوشے ہیں جو ختم نبوت کی تہہ میں پوشیدہ ہیں[1]

○

رسالت محمدی کا اقرار آئندہ کسی دور میں ناکافی نہ رہے

خدا تعالیٰ نے دنیا میں بہت سے رسول بھیجے اور یقیناً ہر رسول اپنے زمانہ کے لیے ایک نور تھا، ایک شمع تھی جس کے اجالے میں خدا کی راہیں نظر آتی تھیں۔ لیکن جب بھی کوئی نیا رسول آیا پہلے پر ایمان رکھنا کافی نہ رہا اور نئے آنے والے پر ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک نہایت بزرگ پیغمبر تھے ان پر ایمان لانے والے اپنے وقت میں سب مومن تھے لیکن ان کے بعد جب اور پیغمبر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھنا کافی نہ رہا۔ ان کے بعد آنے والے پیغمبروں پر بھی ایمان لانا ضروری ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت تورات والے اولوالعزم پیغمبر تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنا کافی نہ تھا کہ حضرت

---

[1] حرف اقبال صفحہ

ہے کہ کوئی نبی نہیں جس کا نام اس کے نام سے اونچا ہو سکے کوئی نبی نہیں جو اس کی نبوت کے بعد اپنی طرف دعوت دینے کا حق رکھتا ہو۔

○

تکمیلِ انسانی کے تمام پہلو رسالتِ محمدی کی خاتمیت میں

اللہ تعالیٰ نے جن مختلف ضرورتوں کے لیے دنیا میں پیغمبر بھیجے تھے وہ سب مکمل طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئیں۔ علم انسانیت وحی کے انوار الٰہی کی روشنی سے جس حد تک فیضیاب ہو سکتا تھا اس سے معمور ہو گیا اور تکمیل انسانی کے تمام پہلو دنیا کے سامنے علمی اور عملی طور پر واضح ہو گئے۔

نبی دنیا میں تکمیل انسانی کے ان پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں جو انسان کی اپنی محنت اور سعی سے حاصل نہ ہو سکیں۔ انسان ان تک اپنے اکتساب سے نہیں پہنچ سکتا۔ انسانی فکر کے پہنچنے کی جہاں تک پرواز تھی ہے انسانی سماع جہاں دم توڑے آسمانی ہدایت وہاں سے شروع ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے انسانی ہدایت کے تمام پہلوؤں کو روشن کر دیا اور اب قطعاً ضرورت نہ رہی کہ کسی غیر مکمل کے لیے کوئی اور آتا رہے۔

رسالتِ محمدی کی خاتمیت سے مراد یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی ایک نعمت جو انسانوں کو پہلے ملا کرتی تھی اب بند ہو گئی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ نعمت جو پہلے تغیر پذیر رہتی تھی اب اپنے پورے کمال کے ساتھ نوع انسانی کے پاس ہمیشہ کے لیے موجود ہے۔ ختم نبوت سے کوئی نعمت ہم سے چھنی نہیں بلکہ ہم دائمی طور پر حضور کی نبوت سے مالا مال کر دیئے گئے — جس طرح سورج نکلنے کے بعد کسی چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لیے خود آفتاب سے ہر در و دیوار روشن ہے۔ اسی طرح حضور آفتابِ رسالت کے بعد نوعِ انسانی کسی دوسرے چراغِ نبوت کی محتاج نہیں آپ کی رسالت

لہ ترجمان السنۃ مصنفہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ثم مدنی مطبوعہ مدینہ برقی پریس دہلی

ختم نہیں جب پیر رسالت ختم ہے یہ رسالت باقی ہے اب رسالت کا دور ختم ہے کیونکہ حضور کے
آفتاب رسالت کو کبھی غروب نہیں کہ نبوت کے کسی نئے طلوع کی ضرورت ہو اب طلوع اسلام کی
کوئی نئی دعوت ضروری ہو سکے گی۔

عقیدہ ختم نبوت سے مسلمانوں کی مراد

بکابر علماء اسلام نے اس حدیث (کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کے یہی معنی بتائے ہیں
کہ اب کسی کو نبوت نہ دی جائے گی یعنی پہلے سب رسالتیں ختم ہو گئی ہیں اور اب ان رسالتوں میں سے
کسی کا حکم جاری اور نافذ نہیں۔ مفہوم ختم نبوت تقاضا کرتا ہے کہ پچھلے پیغمبروں میں سے بھی کوئی آ
نکلے تو وہ اب آپ کی شریعت کے ماتحت ہو کر رہے کیونکہ یہ دور دور محمدی ہے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی شان خاتمیت کے دو پہلو ہیں۔

اول یہ کہ کسی قسم کا کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو۔

دوم یہ کہ پچھلوں میں سے کوئی آجائے تو وہ آپ کے احکام کے تابع ہو کر رہے۔

جیسے معراج کی رات بیت المقدس میں تمام پچھلے پیغمبروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ماتحت نماز ادا کی تھی اور آپ ہی امام الانبیاء تھے۔

پس ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ خود نبوت ختم ہو گئی ہے ایسا ہرگز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نبوت ہمیشہ کے لیے باقی اور جاری ہے۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب نبوت کا
ملنا ختم ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ جیسے کسی مردی ہو تو
اس کی زندگی کا باقی رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے متصادم نہیں اسی طرح پچھلی نبوت اب
نافذ نہیں۔ نہ ان کے احکام باقی سمجھے جائیں۔

رسالت محمدی کی جامعیت ہر دائرہ زندگی کو

پھر آپ کی رسالت آپ کی دنیوی حیات تک محدود نہیں۔ ابد الآباد تک ہے اور انسانی زندگی کے ہر دائرہ کو شامل ہے۔ تبلیغ شریعت، تدبیر منزل، نظم حکومت، قیام عدالت، تہذیب اخلاق، انتظام سلطنت وغیرہ تقاضائے بشری کا حل اسی دائمی بعثت میں ہے۔ ان سب امور میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے دست نگر ہیں کسی اور دور کے محتاج نہیں۔

اللہ تعالیٰ اسی محمدی تعلیمات کے ساتھ اسلام کے سب تقاضے اور مسلمانوں کی جملہ ضرورتوں کی تکمیل کر چکے۔ اب اس کرہ زمین پر حضور کے بعد خدا کا کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جس پر ایمان لانا مومن ہونے کے لیے ضروری ہو اور اس کے آنے سے حضور خاتم النبیین پر ایمان ہونا ناکافی ٹھہرے۔ آپ کی خاتمیت میں آئندہ ہر دور کی جامعیت ہے۔

○

خاتمیت کی جامعیت ہر مرتبہ و زمان کو

پھر آپ کی خاتمیت صرف شریعت تک محدود نہیں کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی پیغمبر پیدا نہ ہو بلکہ آپ کی خاتمیت یہ بھی ہے کہ آپ پر تمام مراتب انسانی کی انتہا کی جائے۔ یہ ختم نبوت مرتبی آپ کو اس وقت بھی حاصل تھی جب آدم علیہ السلام ابھی تشریف نہ لائے تھے اور معراج کی رات تمام انبیاء کرام کا بیت المقدس میں پیچھے آنا بھی اس کے خلاف نہ تھا۔ لیکن یہ خاتمیت مرتبی ختم نبوت کا پورا شرعی مفہوم نہیں۔ ختم نبوت کے شرعی مفہوم میں ختم نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ آپ کو یہ خاتمیت زمانی اس وقت حاصل ہوئی جب سب پیغمبر اپنے اپنے وقت میں دنیا میں تشریف لا چکے اور آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔ البتہ خاتمیت مرتبی آپ کو شروع سے حاصل تھی۔

پھر آپ کی رسالت آپ کی دنیوی حیات تک محدود نہیں پیغمبر کی رسالت اس کی وفات سے منقطع نہیں ہوتی حضور خاتم النبیین کی نبوت و رسالت ابد الآباد تک جاری و ساری اور قیامت تک کے ہر دور کو شامل ہے جس طرح اللہ رب العزت کی یہ سنت رہی کہ ہر زمانے میں پیغمبر مبعوث فرماتے رہے :۔

اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس۔ (پ الحج ۷۵)

ترجمہ۔ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی پیغام لے جانے والے۔

اس سلسلے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور ختمی مرتبت کو چنا ہے۔ اس عہد کے نبی اور رسول صرف آپ ہیں۔ مرتبہ میں آپ پر سب مراتب کی انتہا ہے۔ زمانی طور پر آپ کی نبوت آپ کی بعثت سے قیامت تک کے ہر دور کو محیط ہے۔ آپ نے فرمایا میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح متصل ہیں۔

○

خاتمیت مرتبی اسلام میں کوئی نیا اختلافی موضوع نہیں

یاد رکھیے خاتمیت مرتبی اسلام میں کوئی اختلافی موضوع نہیں ہے۔ تمام مدعیان اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام کمالات انسانی اور علوی مراتب ختم ہیں۔ مسلمانوں کے سب طبقے اور جملہ مدعیان اسلام سے بعد از بزرگ توئی قصہ مختصر " یہ یقین رکھتے ہیں ختم نبوت مرتبی ختم نبوت زمانی کی کوئی متوازی تشریح نہیں کہ اس کو مانا جائے یا اس کو مانا جائے۔ ان دونوں میں کوئی تضاد ہے۔ بلکہ دونوں قسم کی ختم نبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں جمع ہے نہ آپ سے مرتبہ میں کوئی نبی بڑا ہے نہ آپ کے بعد کوئی کسی وجہ کا نبی پیدا ہوگا۔ قادیانی مبلغ ختم نبوت مرتبی پر خواہ مخواہ بحث شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ختم نبوت کا یہ پہلو ساری امت کا مسلمہ اور متفق علیہ مسئلہ ہے۔ ہاں اہل اسلام ختم مرتبی کے ساتھ ساتھ ختم نبوت زمانی کو بھی

ختم نبوت کا معنی لازم یقین کرتے ہیں اور ختم نبوت زمانی ضروریات دین میں سے جانتے ہیں — اور اس کا انکار کفر سمجھتے ہیں۔ قادیانی لوگ ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت میں شان جامعیت ہے کہ علوماً انسانی زندگی کے ہر پہلو کو شامل ہے۔ زماناً زندگی کے ہر دور کو شامل ہے مکاناً انسانی زندگی کے ہر دائرہ کو محیط ہے اخلاقاً عزم و اعجاز کی ہر خلعت سے سرفراز ہے اور مرتبہ و کمال کی ہر سرحد پر حاوی ہے اسلام میں ان امور میں سے کسی کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خاتمیت میں تمام مراتب کمالات کی انتہا ہے یہ معنی علماء اسلام میں سے کیا پہلے کسی نے کیے ہیں؟ خود ہم کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے معنی ایک یہ ہیں کہ زماناً آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا یہ درست ہیں؟

جواب: ہاں، حضرت مولانا روم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا یہ مفہوم بھی پیش کیا ہے لیکن اس کی ختم نبوت زمانی سے کوئی تعارض کی نسبت نہیں کہ وہ صحیح ہے یا یہ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زماناً سب سے آخر میں اسی لیے بھیجا گیا کہ آپ پر تمام مراتب کمالات کی انتہا تھی اور نہ کسی دور میں نبی کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا۔

خاتمیت مرتبی کو جاننا ہر کسی کی رسائی میں نہیں اسے صرف اہل علم ہی سمجھ پاتے ہیں۔ البتہ ختم نبوت زمانی کو ہر شخص جان اور مان سکتا ہے اس لیے جو چیز ضروریات دین میں سے سمجھی گئی ہے وہ ختم نبوت زمانی ہے علامہ ابن نجیم (۹۹۰ھ) لکھتے ہیں۔

اذا لم یعرف ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم

لانہ من الضروریات[1]

۱۔ الاشباہ والنظائر ص ۲۹۱

ترجمہ: جس نے یہ نہ جانا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہے

ختم نبوت زمانی کا اقرار ضروریات دین میں سے ہے۔

علامہ ابن نجیم کے اس بیان کا حاصل یہ ہے کہ:-

عوام کے لیے آپ کو اس ایک معنی میں خاتم النبیین ماننا کافی ہے اس کے یہ معنی نہایت عام فہم ہیں۔ اسلام میں کفر و اسلام کا مدار اسی معنی کو ٹھہرایا گیا ہے اور اسے اسی معنی میں ضروریات دین میں سے سمجھا جاتا ہے۔ اس ایک معنی کے مقابل دوسرا کوئی معنی نہیں۔ خاتمیت مرتبی اس کے منافی نہیں اس سے مؤکد ہے۔

یہ خاتمیت مرتبی کہ مرتبہ میں آپ سب سے اوپر ہیں آپ کو پہلے انبیاء پر حاصل رہی اور اسی لیے آپ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔ کائنات میں حضرت الٰہی کا جو فیضان آپ سے ہوا گو بعد میں اس جہان کے یہ مناظر اور جلوے آپ کی راہ سے کھلتے گئے تاہم پہلے ولی فی اللہ آپ ہی تھے۔ علامہ فاسی دلائل الخیرات کی شرح میں لکھتے ہیں:-

فهو كل منزع حقيقي من الابتداء الى الانتهاء ولا ذهاب للحقيقة المحمدية۔[1]

اسرار فاتحت بیت المقدس میں آپ کی اسی شان کا ظہور تھا۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں:-

لانه نبي الانبياء وكفى به شرفاً لهذه الامة المحمدية۔[2]

قرآن کریم کی آیت میثاق بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ اس میں تمام انبیاء سے عہد لیا گیا تھا کہ جب وہ دنیا میں ہو جائیں تو اس نبی خاتم کے آنے کا اعلان کریں اور جہاں تک ہو سکے اس کی نصرت کریں۔

(دیکھیے پ ۳ سورۃ آل عمران ع ۹)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے تمام کمالات کی انتہا ہوئی یہ ختم نبوت مرتبی ہے عوام اس معنی تک نہیں پہنچ سکتے یہ معنی لیکن ختم نبوت زمانی اپنے مفہوم میں عام فہم ہے اس لیے ضروریات دین میں اسی کو رکھا گیا ہے۔

---

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۵ [2] شرح مواہب اللدنیہ جلد ۵ ص ۲۴۸

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! آپ نے رسالت کو کس طرح شایانِ تمام بخشی ہے۔ جیسے سورج ضیا پاشیوں کے جلوہ فگن ہوتا ہے۔ آپ نے جو کمالات عطا کیے ہیں روز... مائیں ایسا مرد کامل نہ جن سکیں۔ حضرت عیسیٰ کا اعجاز مردہ کو زندہ کر سکا مگر اسے ایسی ہمیشہ کی زندگی نہ دے سکا۔

پہلے شعر میں ختم نبوت زمانی کا مظہر رہا ہے دوسرے شعر میں مولانا پھر خاتمیت مرتبی پر آگئے۔ مولانا مرحوم کی بیان کردہ ختم نبوت مرتبی کی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تکمیل کی اور پھر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے نشر الطیب میں مکمل کر کے آپ کا تمام کمالات میں جامع ہونا بیان فرمایا۔[1]

ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ کبھی بھی کسی درجے میں اختلافی نہیں رہا۔ ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی میں کوئی نسبت تباین نہیں کبھی گئی کہ وہ صحیح ہے یا یہ۔ بلکہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمانا خاتم النبیین ماننے کے ساتھ ہمیشہ خاتم مراتب کمال بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ نہ کوئی کبھی آپ کے برابر کا ہوا اور نہ زمانی کسی درجے میں آپ کے بعد آیا۔ اسلام میں اس مسئلے میں کسی کو کسی قسم کا کوئی تردد یا شک نہیں۔ جس طرح آپ کا خاتم النبیین ہونا متواترات دین میں سے ہے اس طرح اس مسئلہ کا مدار بھی کسی درجے میں ظنی یا مشتبہ نہیں ہے۔

○

قطعیات کا مفہوم مجمع علیہ نہ ہو تو ان میں قطعیت نہیں رہتی

کوئی بات سنداً اور ثبوتاً تو متواتر ہو مگر معنی اور دلالۃً اس میں مختلف اقوال ہوں اور وہ مختلف اقوال بھی علی سبیل الجمع نہ ہوں بلکہ علی سبیل التباین ہوں تو ظاہر ہے کہ ان احتمالات سے ان کی قطعیت باقی نہیں رہتی — اسلام میں عقیدۂ ختم النبیین ثبوتاً اور معنی ہر پہلو سے قطعی اور یقینی ہے

[1] میلاد النبی ص۵ شائع کردہ تاج آفس دہلی

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ خاتم النبیین کے معنی مراد پر اسلام کے ہر دور اور ہر طبقے کا اجماع ہو اور اگر کوئی دو قول پائے جائیں تو وہ علی سبیل الجمع ہوں نہ کہ علی سبیل التباین۔

قادیانی خاتم النبیین کا معنی ۔ خاتم مرتبت کمال ۔ خاتمیت زمانی سے علی سبیل التباین کرتے ہیں اور مسلمان یہ معنی علی سبیل الجمع کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم مرتبت کمال ہونا ختم نبوت کے اس معنی کے ساتھ جمع ہے جو امت اب تک اس سے مراد لیتی چلی آتی ہے اس کی علمی تحقیق اور تجلیات جتنی ہوں سب درست مگر معنی اولی مجمع علیہ یعنی ختم نبوت زمانی کا کہیں انکار نہ ہونا چاہیئے۔ اس میں شک اور تردد بھی کفر ہے

لفظ خاتم النبیین کا مفہوم ایک تاریخی تسلسل رکھتا ہے

جس طرح خاتم النبیین کے الفاظ تواتر اور قطعیت رکھتے ہیں اس کے معنی اور مفہوم کا بھی ایک تاریخی تسلسل ہے۔ ہم یہاں یہ بات بتلانا چاہتے ہیں کہ امت محمدیہ نے اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں عقیدہ ختم نبوت کو کس معنی اور کس مفہوم میں قبول کیا ہے۔

○

قرآن کریم کا تسلسل اور فہم امت ساتھ ساتھ چلے

جو بات کہیں کہی جائے اور اس کے سننے اور ماننے والے سب اس سے ایک ہی بات سمجھیں اور یہ بات ایک دو دن نہیں صدیوں اسی طرح چلتی رہے تو اسے تاریخ میں فہم امت کا درجہ حاصل ہو گا۔ حضور کے خاتم النبیین ہونے کو امت نے اپنے اس تاریخی تسلسل میں کسی معنی میں قبول کیا اس معنی و مفہوم کو بھی اس امت میں وہی قطعی اور یقینی درجہ حاصل ہو گا جو خود ان الفاظ کو ـــــ ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ قرآن کریم اور فہم امت دونوں ایک تسلسل سے ساتھ ساتھ چلے ہیں اور اس دوران ہر صدی میں جو مجدد آتے رہے وہ اس بات کے ذمہ دار رہے کہ اس امت کے عقائد

تعلیم میں کوئی غلطی راہ نہ پا سکے ۔۔۔ اسے اگر یوں سمجھا جائے کہ اس امت میں کوئی بڑی غلطی دو سال سے زیادہ مدت نہیں پا سکتی تب جا کر ہوگا۔

ختم نبوت کے اس مفہوم پر جس پر آج پوری امت جمع ہے، چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور جتنا مسلمانوں کا قطعی اور یقینی اجماع اس عقیدہ پر رہا ہے شاید ہی کسی اور مسئلے پر ہوا ہو۔

○

پوری امت کو یہ اختصاص قرآن کی رو سے حاصل ہے

ہمارے پاس تحقیق کی اساس امت محمدیہ کا یہ اختصاص ہے کہ یہ خیر امت ہے اس کا مجموعی فیصلہ ہمیشہ حق ہوتا ہے ۔۔۔ اس کی مخالفت ایک امر منکر اور عمل باطل ہے ۔۔۔ اس امت کا اجماع کبھی خلاف حق نہیں ہوتا جس بات پر اس امت کا اجماع ہو وہ یقیناً راہ نجات ہے۔

○

اجماع امت نشان راہ نبوت ہے

راہ نبوت وہ راہ ہدایت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو دکھائی اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ خبر دی کہ اس کا امر معروف اور اس کی نہی منکر ہے۔ یہ امت مجموعی طور پر ایمان سے متصف رہے گی جس بات کا یہ حکم کر دیں وہ یقینی طور پر معروف ہوگی اور جس بات سے روک دیں وہ یقینی طور پر منکر ہوگی۔

كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن

المنكر وتؤمنون بالله ولو آمن أهل الكتاب لكان خيرا لهم منهم المؤمنون

وأكثرهم الفاسقون۔ (پ۴ آل عمران آیت ۱۱۰ ع ۲)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالے گئے تم جن کاموں کا حکم کرتے

جو وہ معروف ہیں اور تم بری باتوں سے روکتے ہو جو وہ یقیناً منکر ہیں اور تم اللہ پر
ایمان رکھتے ہو دیگر ان کے باطن کی خبر دی، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو
ان کے لیے بہتر ہوتا۔ کچھ تو ان میں ایمان لائے ہوئے ہیں اور اکثر نافرمان ہیں
یہ خیر امت دوسری قوموں کے لیے اللہ کے دین کے گواہ ہیں اور خود ان کے لیے اللہ کے
دین کی گواہ ان کی ذات گرامی ہے۔

وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس۔ (پ۲ البقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی امت بنایا جو نہایت اعتدال والی
ہے کہ تم لوگوں پر حق کے گواہ رہو۔

یہ خیر الامم سب بنی نوع انسان کے لیے مرضیات خدا زندگی کا نشان اور شہادت حق کا عنوان
ہے دین کی روشنی آئندہ دنیا میں انہی کے ذریعہ روشن ہوگی اور ان پر خود سرور کائنات اللہ کے دین
کے گواہ ہیں۔

○

حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاں نشان راہ نبوت

قرآن کریم کی ہدایات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اسی خیر امت کے ذریعہ آگے پھیلیں
گی اور یہی لوگ آئندہ کے لیے کتاب و سنت کے الفاظ و معانی کے علمبردار اور ان کے محافظ ہوں گے
اور دین کا تسلسل انہی کے ذریعہ قائم رہے گا۔ قرآن کریم میں ہے۔

وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون۔ (پ۹ الاعراف آیت ۱۸۱)

ترجمہ: ان لوگوں میں جنہیں ہم نے پیدا کیا ایک جماعت ہے جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اس کے مطابق انصاف کرتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو متنبہ فرمایا کہ وہ بہترین اعمال اختیار
کریں کیونکہ وہ آئندہ تمام لوگوں کے پیشوا ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔

انکم ایہا الرھط ائمۃ یقتدی بکم الناس۔[1]

ترجمہ: اے اصحاب رسول تم لوگوں کے پیشوا ہو۔ آئندہ لوگ تمہاری ہی پیروی کریں گے

سنن دارمی (ص ۵۵) میں عباد بن عباد الخواص الشامی سے منقول ہے:۔

کان القرآن امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ اماما لاصحابہ وکان اصحابہ ائمۃ لمن بعدھم۔[2]

ترجمہ: قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امام تھا اور حضور اپنے صحابہؓ کے امام تھے اور آپ کے صحابہؓ بعد میں آنے والے لوگوں کے پیشوا ہیں۔

دین اسی تسلسل سے ہم تک پہنچا ہے۔ دین سمجھنے میں اگر ہم ان حاملین دین سے استفادہ نہ کریں اور یہ نہ سوچیں کہ کتاب و سنت اسلام کی ان تیرہ صدیوں میں کن کن شاہراہوں سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے تو ظاہر ہے کہ کتاب و سنت کی مرادات صرف الفاظ سے طے نہ ہو سکیں گی۔ اس کے لیے تسلسل امت پر گہری نظر درکار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جو اپنے وقت کے بہترین عباد الرحمٰن (اللہ کے بندے) تھے ان کی دعا تھی۔

واجعلنا للمتقین اماما۔ (پ۱۹ الفرقان ع۶)

ترجمہ: اور تو ہمیں پرہیزگار لوگوں کا پیشوا بنا دے۔

○

امام بخاریؒ کے ہاں تسلسل امت کی اہمیت

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین کرامؒ اور ائمہ کرامؒ کو علم و تقویٰ کی دولت ملی تھی۔ صحابہ کرامؓ ان متقین کے واقعی امام تھے اور یہ ان کے تابعین اور پیرو تھے۔ پھر ان متقین کی یہ دعا رنگ لائی اور دین علم و تقویٰ کے ان حاملین کے ذریعہ علماً اور عملاً مسلسل چلتا رہا۔ حضرت امام بخاریؒ قرآن کریم کی اس دعا کا حامل

---

[1] موطا امام مالک کتاب الحج ص۳۱۲ [2] سنن دارمی جلد ا ص۵۵

قیامت[1] سے متصل ہے۔ اس دوران کسی اور نبی کی بعثت نہیں۔

○

اب سارے کام امت کی ذمہ داری ہیں

خلفائے شریعت کا کام اس امت میں خلفاء کریں گے مسائل غیر منصوصہ کا حکم دریافت کرنے کے لیے استنباط و استخراج کا کام مجتہدین کریں گے۔ قرآن کی حفاظت کا کام حافظ اور قاری کریں گے اور تزکیۂ قلب اور سلوک میں خدا کی محبت تابع سنت کی محنت اولیاء کرام کریں گے۔ کوئی ایسی ضرورت نہ ہوگی جس کے لیے کسی نئے نبی کی بعثت ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عقیدہ پوری امت کی پوری روایات پر چھایا ہوا ہے اس امت میں دین کا ہر کام حضور ختمی مرتبت کے سایہ میں ہوگا اور امت کے پیچھے ہوئے لوگ یہاں اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کریں گے۔ نبوت کا کوئی کام باقی نہیں جس کے لیے کسی نئے نبی کی بعثت ہو۔

عقیدہ ختم نبوت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ پرانے نبیوں میں سے اگر کوئی یہاں آئے جیسا کہ معراج کی رات تمام انبیاء سابقین بیت المقدس میں حاضر ہوئے تھے تو انہیں یہاں مقتدی بن کر رہنا ہوگا نبی بن کر نہیں کیونکہ یہ دور نبوت محمدیہ کا دور ہے۔ اب یہاں کسی اور نبوت کے لیے راہ نہیں

آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی روشنی پر عقیدہ ختم نبوت چودہ سو سال سے اسی یقین اور قطعیت سے مسلسل چلا آرہا ہے کہ ہر دور میں پوری امت میں کبھی کوئی دو رائے نہیں ہوئیں اور یہ مسئلہ جس طرح اپنے ثبوت میں قطعی ہے اپنی دلالت میں بھی بالکل واضح اور صاف ہے۔

○

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعۃ کہاتین وجمع بین اصبعیہ۔

سنن ابن ماجہ ص۳۱۲

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی شانِ خاتمیت کے ان تمام روشن پہلوؤں کے باوجود یہ متنازعہ فیہ کیسے بن گئی اور اس امت سے ایک گروہ اس عقیدے سے نکل کیوں گیا؟

وہ کون سے عوامل تھے جنہوں نے ان خطوط پر ایک علیحدہ امت بنا ڈالی جنہوں نے مرحوم شبلی کے الفاظ میں اپنی علیحدہ خانہ پوری کرلی یہاں تک کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ان کی اس امت سے قطعی علیحدگی پر یک زبان ہوگئے۔ اسے سمجھنے کے لیے ہندوستان کے انیسویں صدی کی مخصوص کیفیت کے مطالعے پیشِ نظر رہنے ضروری ہیں۔

○

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اپنی تحریک شروع کی تو یہ وقت تھا جب برطانوی سامراج کو ہندوستان میں اپنے پاؤں مضبوط کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ انگریز حکمران مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کی ایک جھلک ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں دیکھ چکے تھے اور ضرورت تھی کہ اس مذہبی انقلابی جذبہ کو یکسر ختم کر دیا جائے لیکن یہ معلوم کرنا ابھی کچھ باقی تھا کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے حکمِ جہاد کیسے رد کیا جا سکتا ہے

○

قادیانیت کا موجودہ بحران اور اس کے اسباب

قادیانیت کے موجودہ بحران کے زیادہ ذمہ دار حکام ہیں یا خود قادیانی قیادت۔ اس موضوع پر خاصی لے دے ہو رہی ہے۔ افسرانِ کرام تو خیر حکومت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ لیکن خود حکومت کو بھی اس صورتِ حال میں کچھ حقیقت پسندی اختیار کرنی چاہیئے۔

مرزا غلام احمد کے دعویٔ نبوت سے حالات پر کیا اثر پڑنا چاہیئے؟ دیکھیے مدعیانِ نبوت سے بڑا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٔ نبوت کیا تو اگرچہ انہوں نے کل تورات منسوخ نہ کی مگر انہوں نے اپنے ماننے والوں کی ایک علیحدہ جماعت بنائی۔ نہ ماننے والوں کو کہا کہ تم دینِ تورات پر نہیں

دیے۔ اب تم مومن نہیں۔ اس کی بجائے وہ حواریوں میں اپنی بات کرتے اور ان کے ذریعے یہ بات آگے پہنچاتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے اپنی بات کہی اور ایک نئی امت بنائی۔ پہلی امتوں سے ان کا ناتا نہیں کھینچا اور نہ ان کو اپنے گھروں سے نکلوایا۔ نہ یہودیوں کو کہا کہ تم اب حضرت موسیٰ کی امت میں نہیں، نہ عیسائیوں کو کہا کہ اب تم حضرت عیسیٰ کی امت نہیں ہو — آپ نے جو جماعت بنائی اس کو مسلمان کہا اور اپنی امت قرار دیا۔

مرزا غلام احمد نے جب دعوے نبوت کیا تو ابتداء میں وہ بھی اسی منہج پر چلا۔ اپنے ماننے والوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کر لیا۔ ان کی سرکاری کاغذات میں علیحدہ مردم شماری کرائی اور اپنی امت کا نام احمدی رکھا۔ اس نئی جماعت بنانے پر علمائے اسلام نے اس پر کوئی گرفت نہ کی نہ علیحدہ مردم شماری کرانے پر ان کے خلاف کوئی قرارداد پاس کی۔

انبیاء اپنی جماعت پہلی جماعتوں سے کس طرح علیحدہ کرتے ہیں، اس پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

> جو شخص نبوت کا دعوے کرے گا اس دعوی میں ضرور ہے کہ وہ خدا کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو کلام سنا دے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔[1]

مرزا صاحب نے اپنی امت کا نام جماعت احمدیہ رکھا اور ۱۹۰۰ء میں حکومت سے درخواست کی کہ ان کی مردم شماری ایک الگ جماعت کی حیثیت سے کی جائے۔

مرزا غلام احمد نے دیگر مدعیان نبوت کی طرح عام طریقہ پر پہلی صفوں سے الگ اپنی ایک نئی صف بچھائی۔ اس میں مسلمانوں سے کوئی زیادہ گلہ تو نہ تھا۔ ایک نئے دعوے نبوت سے ایک نئی امت کا آغاز تھا۔

---

[1] آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۲

قادیانی مسلمانوں سے کب اُلجھے؟

مرزا صاحب کی سوچ نے دیا کہ نئی نقب لگائی، مرزا صاحب نے مسلمہ پر یہ حملہ کر دیا کہ

① تم مسلمان نہیں رہے مسلمان صرف ہم ہیں۔

② امت مسلمہ کے نام پر اب دنیا میں کوئی جماعت نہیں رہی۔

③ جو لوگ مجھے خدا کا بھیجا ہوا نبی نہ سمجھے وہ مسلمان نہیں۔

④ میرے مخالف دو جنگلوں کے سؤر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں

یہ قادیانیوں کا مسلمانوں کے گھر پر حملہ ہے کہ جب مکان والوں کو گھر سے نکالا جا رہا ہے
امت مسلمہ سے اس کا نام تک چھینا جا رہا ہے اور ایک جھوٹی قسم کو ہڑپ کر کے مسلمانوں کو دائرہ اسلام
سے باہر نکالا جا رہا ہے۔

سو اس وقت قادیانی مسلمانوں سے اُلجھے ہیں، مسلمان قادیانیوں سے نہیں اُلجھے ہیں
مجلس عمل اس بات پر حکومت سے مطالبہ کر رہی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار ان کی ایک علیحدہ
جماعت کے Status پہ لے آئیں سب معاملات درست ہو جائیں گے وہ اعلان کریں۔

دنیا کے مسلمان جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر مانتے ہیں وہ مسلمان ہیں۔ جو حضرت محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی مان کر مسلمانوں سے نیا جماعت ہے۔ مرزا کے فرد ہیں۔

اس صورت میں پاکستان میں چار مذاہب کا وجود رہے گا۔ یہودی، عیسائی، مسلمان
اور قادیانی۔ جس طرح عیسائی نہیں کہتے کہ ہم یہودی ہیں، وہ ان کا اپنا وجود تسلیم کرتے ہیں
مسلمان نہیں کہتے کہ ہم عیسائی ہیں وہ یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کا وجود تسلیم کرتے ہیں اسی
طرح قادیانیوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے سے پہلے ان تینوں مذہبوں کا وجود تسلیم کریں کہ دنیا میں
یہودی بھی ہیں عیسائی بھی ہیں مسلمان بھی ہیں۔ یہ بات کس قدر غلط اور ظلم بالائے ظلم ہے کہ وہ کہیں
کہ دنیا میں یہود و نصاریٰ دو قومیں تو موجود ہیں لیکن امت مسلمہ کوئی نہیں وہ صرف ہم ہیں مرزا غلام

لیکن جماعت نہیں انسانوں کی ایک بھیڑ ہو سکتے ہیں ایک امت نہیں۔ قطروں کا نام دریا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کا دھارا ایک طرف بہتا ہو۔

مسلمان چودہ سو سال سے اسی ایک دھارے میں بہتے چلے آ رہے ہیں جب تک کوئی فرد یا گروہ اس دھارے کو نہ چھوڑے وہ کسی نئی نبوت کا معتقد نہیں ہو سکتا قادیانیوں کی اپنی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ وہ اپنی جدا راہ لیں اور اس کے پیرو رہے صرف اسی راہ سے جا ملیں چودہ سو سال کی شاہراہ نئی نبوت کی گزرگاہی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

حدیث من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا میں استقبل قبلتنا میں اسی ایک سمت دیکھنے کی تعلیم ہے نماز میں قبلہ رخ ہونا تو من صلی صلاتنا میں آ گیا تھا اور اکل ذبیحتنا میں بھی وہی لوگ مراد ہیں جو ہمیں کسی نئی نبوت کو نہ ماننے کے باعث کافر نہ کہتے ہوں۔

مرزا غلام احمد کو نبی ماننے والے جب مسلمانوں کو برملا کافر کہتے ہیں اور ان کے نزدیک مرزا صاحب کے دعوے نبوت کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی نہ ماننے والا ہر شخص مطلق طور پر کافر قرار پاتا ہے۔ مرزائیوں کو کافر سمجھنے والے ہمارے نزدیک من اکل ذبیحتنا کے تحت جگہ نہیں پا سکتے۔ اب ہونے اس مسئلہ کو یہ چند تنکے اس پورے دریا کو گدلا کریں۔ سلامتی اسی میں ہے کہ ان تنکوں کو اس سے نکال کر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے پھر یہ خود ایک غیر مسلم اقلیت کا روپ اختیار کر لیں گے اور یہ پوری روئے زمین ان کے لیے تنگ نہ ہو جائے اور پوری امت ختم نبوت کے انکار کے اس عظیم فتنہ سے نجات پا جائے گی۔

خانہ کعبہ ہمارا صرف قبلہ نماز نہیں سمت ہدایت بھی ہے جسے ہم سعودی عرب کو اپنا دینی مرکز سمجھتے ہیں یہ سرزمین اب قیامت تک کے لیے دارالایمان ہے کفرستان نہیں ہو سکتی یہاں حق ہمیشہ کے لیے داخل ہوا اور کفر ہمیشہ کے لیے نکل بھاگا تھا۔ جاء الحق و زھق الباطل قرآن کریم کی یہی سند ہے۔

حضور ختمی مرتبت کے بعد اگر کسی اور نبی کا آنا مانا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں مبعوث ہوا۔ اگر عرب میں کہیں باہر سے آیا ہے تو کیا عالم عرب اس کے نکالے سے کچھ کفرستان نہ بنا۔

اور کیا یہ قرآن کا کھلا انکار نہیں۔

انگریز ہندوستان کو کیوں وہ مذہبی تقدس دینا چاہتے تھے جو کہ مسلمانوں کی نظر میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو حاصل ہے صرف اس لیے کہ وہ یہاں سے مسلمانوں کا ایک وفادار طبقہ پیدا کریں اور مسلمانوں کی اعتقادی مرکزیت عرب سے ہندوستان منتقل ہو جائے

دنیائے عرب مسلمان ہے پھر کئی غیر عرب ممالک بھی مسلمان ہیں جیسے ترکی انڈونیشیا اور افغانستان وغیرہ۔ تحریک خلافت نے ثابت کیا کہ ہندوستان کے مسلمان بھی اپنے کو دنیائے اسلام کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کی گہری نظریں پرکھ چکی تھیں کہ دنیائے عرب سے ہندوستان کے مسلمانوں کو دور کر کے مرکز اسلام کو کمزور کیا جائے اور ہندوستان میں ان کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جو دل و جان سے انگریزوں کا خیر خواہ ہو۔

قادیانیوں کا جو وفد ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء کو دہلی میں لارڈ ولنگڈن سے ملا اس میں یہ ایڈریس وائسرائے ہند کو پیش کیا گیا تھا۔

جناب عالی! جماعت احمدیہ کا سیاسی مسلک ایک مقررہ شاہراہ ہے جس سے وہ کبھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتے اور وہ حکومت کی فرمانبرداری اور امن پسندی ہے[1]

کیا پاکستان میں قادیانی اس مسلک پر ہیں؟ اگر حکومت پاکستان آج غیر مسلم اقلیت قرار دے تو یہ حکومت پاکستان کے اس فیصلے کو کبھی نہ مانیں گے اور ان کا مقصد جو بالا رادہ ایک سکیم کی تصویر بن کر رہ جائے گا۔ یہ کبھی ہندوستان چھوڑ بیٹھے اسی آقا کی طرف بھاگیں گے جس کی خاطر انہوں نے اپنا یہ سیاسی مسلک قائم کیا تھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی بھی کوشش تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو عرب ممالک سے بے پرواہ کر کے ہندوستان کا ہو کر بنایا جائے۔ ڈاکٹر اقبال نے قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کے لیے جو مضامین لکھے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ان کا جواب انہی کے لیے لکھا تھا۔ مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے۔

پنڈت جی نے ڈاکٹر اقبال کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دینے کے لیے لکھے تھے[2]

پنڈت جواہر لال نہرو کی یہ بھی کوشش ہے کہ مسلمانان ہندوستان کی وہ حیثیت قائم کریں جو ان سے پہلے عرب سے تعلق رکھ کے گئے ہیں

---

[1] پرچہ الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۳۴ء   [2] خطبہ خلیفہ ۱۱ جون ۱۹۳۶ء

مقدمہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں مسلم دنیا جب سے تغیرات سے دوچار ہوئی سیاسی شوکت چھنی تو اسلام کے کئی بنیادی عقائد بھی ان سیاسی تغیرات کا تختہ مشق بن گئے۔ اسلام کی بعض تعلیمات جو عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ثبوت و مفہوم میں قطعی اور صریح چلی آ رہی تھیں نظریات بننے لگیں۔ اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عقیدہ جو تیرہ سو سال سے بغیر کسی تاویل و تخصیص کے قطعی اور صریح چلا آ رہا تھا۔ انیسویں صدی میں ایران میں اور بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں تختہ مشق بنا۔ یہ الحاد ایران اور ہندوستان میں مسلم دنیا کے سامنے ایک سیلاب بن کر اٹھا اور قرآن کریم اور پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر یقین رکھنے والی اقوام سے کچھ افراد کٹ کٹ کر نئے مدعیان نبوت کی گود میں گرنے لگے۔ مسلم قومی وحدت کے عظیم قلعے میں بڑا شگاف ہوا اور مسلم دنیا ایک بڑی جنبش سے دوچار ہوئی۔ علماء اسلام قرآن و سنت کی صحیح مرادات کے تحفظ کے لیے اٹھے اور نئی نبوتوں کی راہ ہموار کرنے والی الحادی تعبیرات کے جواب میں ہر دو تحریکوں کے خرمن امن پر بجلی بن کر گرے۔

انیسویں صدی سے پہلے اسلامی دنیا میں ختم نبوت پر کبھی کوئی طویل بحث نہ چلی تھی نہ اس کی ضرورت ہی محسوس ہوئی۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی مدعیان نبوت اٹھے۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے خلاف جہاد کو اٹھ کھڑے ہوئے

ؕ مسیلمہ کذاب عام مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھتا تھا اور اپنی اذان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان بھی کرتا تھا دیکھئے تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۔ محدث محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی (۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں الاتری ان بنی حنیفۃ کانوا یشہدون ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویصلون ولکنہم قالوا ان مسیلمۃ نبی فقاتلہم الصحابۃ وسباہم (تطہیر الاعتقاد ص) اور ان الحاد ۔۔۔ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسیلمہ کو امتی نبی سمجھتے

صحابہؓ کے اس اجماعی اقدام اور مسلمانوں کی سیاسی شوکت نے مسئلہ ختم نبوت میں کسی رخنہ کو جگہ نہ پانے دی اور یہ مسئلہ اسلام کے بنیادی عقائد میں بغیر کسی تاویل و تخصیص کے آگے منتقل ہوتا رہا۔ ہاں چودہویں صدی مسلمانوں کے سیاسی تنزل کے باعث ان الحادی تحریکوں کا اجتماعی جواب نہ بن سکی اور سیاسی مفادات حاصل کرنے کے خواہشمند بے علم مسلمان ان کا شکار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان الحادی سیلاب کے آگے علمی بند باندھنے پڑے اور یہ مسئلہ ختم نبوت چودہویں صدی کا ایک بڑا علمی موضوع بن گیا۔

ایران میں بہائی تحریک

ایران میں غیر ملکی حکومت کا براہ راست دخل نہ تھا۔ اس لیے یہاں کی الحادی تحریک کچھ مختلف رہی۔ پیروان بہاء اللہ   وہ ہمیشہ قرآن کریم اور حضور پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر اظہار ایمان کے باوجود واضح طور پر اقرار کیا کہ بہاء اللہ کو نبی ماننے کے بعد اب وہ مسلمان نہیں رہے۔ نبوت بدلنے سے اب ان کی قوم بدل گئی ہے اور نئے نبی پر ایمان لانے کے بعد اب وہ اس پچھلے نبی کی امت میں باقی نہیں رہے ہیں گو وہ پہلے جیسے تھے۔ گو وہ اس کی نبوت اور رسالت پر اب بھی تاریخی اعتبار سے پختہ عقیدہ رکھتے ہیں — بہائی اپنے آپ کو نہ مسلمان کہتے ہیں نہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ بہائیوں کے اس طرز عمل سے ان کی تحریک مسلمانوں کے لیے زیادہ فتنہ نہ بن سکی۔ علامہ اقبال مرحوم لکھتے ہیں۔

> میرے نزدیک ...... بہائیت قادیانیت سے زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن موخر الذکر (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی

---

* وہ حضور خاتم النبیین کا کلمہ پڑھتے تھے اور نمازیں بھی ادا کرتے تھے معلوم ہوتا ہے مرزا غلام احمد نے ماتحت نبوت کا تصور یہیں سے لیا ہے۔

مسلمان اپنے اولی الامر کی اطاعت کو واجب جانتے تھے جو مسلمانوں میں سے ہوں، مگر مرزا غلام احمد نے اپنی جماعت کو کہا:۔

میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔[1]

اس میں مرزا صاحب نے دبے لفظوں میں تسلیم کیا ہے کہ انگریز پہلے سے اولی الامر میں داخل نہ تھے، یہ اب مرزا صاحب کا کام ہے جو انہیں اولی الامر میں داخل کیا جا رہا ہے۔

مرزا غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے:۔

میری ہمیشہ کوشش یہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیرخواہ ہو جائیں۔[2]

میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔[3]

جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی سے لبالب ہیں۔[4]

سب مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکایا کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل و جان اختیار کریں۔[5]

یہ صرف علمی قسم کے اختلاف نہ تھے

مرزا غلام احمد کے مسلمانوں سے اختلافات محض علمی حدود میں نہ تھے۔ ان میں انگریزی سیاست بھی کارفرما تھی اور سیاست ایسی کہ مرزا صاحب محض ایک رائے نہ رکھتے تھے بلکہ ان کی نیت انگریز

---

[1] ضرورۃ الامام ص مرزا غلام احمد [2] تریاق القلوب ص [3] تبلیغ رسالت حصہ ص [4] ایضاً حصہ
[5] کشف الغطاء ص مرزا غلام احمد

حکومت کی خدمت تھی کسی کی نیت پر حملہ اچھی بات نہیں لیکن مرزا صاحب اپنے اس مشن میں اتنے دور نکل گئے کہ کفر کی زد میں آ گئے۔ قادیانیوں کی یہ شکایت درست نہیں کہ مسلمان انہیں کافر کیوں سمجھتے ہیں مرزا صاحب کو ان کے مشن نے ہی یہاں تک پہنچایا ہے۔ مرزا صاحب اپنی نیت خود یوں بیان کرتے ہیں۔

> جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے۔[1]

جب انہوں نے خود اپنے نام رکھوا لئے تو اب گلہ اور شکوہ کس بات کا ہے۔

○

قادیانی تحریک کا سیاسی پہلو

اس وقت ہم انگریزی حکومت اور بانی سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نیت پر بحث کرنا نہیں چاہتے مرزا صاحب نے اپنی نیت خود اگل دی ہے۔ نہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کے سلسلے میں الحاد کی راہ پر چلنے والے سب جان بوجھ کر یہ کھیل کھیل رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے بعض لوگوں کے دلوں میں شک کے کانٹے کسی جہت سے چبھے ہوں اور تحریک سے مسلسل وابستگی نے ان کے ذہن کو اس الحاد میں مخلص بنا دیا ہو — جیسا کہ اس وقت اس مسئلے سے صرف علمی سروکار ہے۔ ہم صرف ان ذہنوں کے لیے جو کسی جانبداری کے بغیر محض علمی حدود میں رہ کر اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں، یہ تحقیق پیش کر رہے ہیں۔ بات کرتے ہیں، تاہم رشد و ہدایت قدرت کے ہاتھ میں ہے۔ وھو المستعان وعلیہ التکلان۔

ہماری اس کوشش کا نمایاں پہلو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کا معنی، مراد اور اس کے

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۵ صفحہ

اس قطعی معنی و مفہوم کا تاریخی تسلسل ہے ـــ مختصر تحقیق یہ ہے کہ تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں عقیدہ ختم نبوت کو کس معنی و مفہوم میں قبول کیا ہے۔ اس پس منظر کے علاوہ ہم ان وجوہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے جن کے باعث اس دور میں یہ چودہ سو سال کا متفق علیہ عقیدہ نہایت بے دردی سے اختلافی بنا دیا گیا۔

○

ختم نبوت میں اختلاف پیدا کرنے کے عوامل

یہ بات تو پہلے ہی بعد کھلے گی کہ ان سیاسی تحریکات میں ختم نبوت کا مسئلہ کیسے زیر بحث آ گیا۔ پہلے قدم پر انگریز حکومت کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو لگام دی جائے۔ انگریز حکمران مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی ایک جھلک ۱۸۵۷ء میں دیکھ چکے تھے اور اب وہ چاہتے تھے کہ اس انقلابی مذہبی جذبہ کو ہندوستان میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے اور یہ چونکہ ایک مذہبی عمل ہے اسے مذہبی طور پر ہی ختم کیا جائے۔

۱۸۵۷ء کی تحریک میں انگریزوں کو اپنے وفاداروں اور باغیوں کا پورا پورا علم ہو چکا تھا قادیان میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے انگریزوں کی بہت مدد کی تھی اور انہیں قادیان سے پچاس گھوڑے مع سواروں کے فراہم کیے تھے۔ تحریک ختم ہونے پر انگریزوں نے قادیان پر انہی کی نظر کرم کی اور ایسا لگتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے مرزا غلام احمد میدان میں آ گئے۔ باغیوں نے ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور وفاداروں نے ٹھیک ایک سال بعد یکایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا۔

انگریزوں کو اس اعلان سے صرف یہ بتانا چاہیے تھا کہ یہ کون ہے جسے حضرت مسیح کی جگہ کھڑا کر دیا گیا ہے مگر ابھی راز تھا۔ وہ اس اعلان کے پس پردہ ایک بڑا دور کا خواب دیکھ رہے تھے یعنی انگریزوں کا مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے خلاف پہلا مؤثر قدم تھا۔ وہ یہاں پہنچ گئے کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے

حکم جہاد کب رو کا جا سکتا ہے۔

○

مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی روک تھام

مرزا غلام احمد قادیانی نے :-

① پہلے انگریزوں کو قرآنی حکم اولی الامر منکم کی اطاعت میں داخل کیا — ان کی اطاعت کو فرض کیا اور ان کی مخالفت کو حرام کہا۔

② پھر ان کے احسانات یاد کرا کر انہیں محسنین سے نیکی کرنے کی تلقین کی۔

③ پھر انہیں مسلم ممالک کے مسلمان حکمرانوں کے مقابلہ میں ہر وقت کی بہترین مخلوق قرار دیا۔

④ پھر بطور الہام (جسے خدا کی طرف سے الہام ہو) کے انگریزوں کی اطاعت کو خدائی حکم کہا۔

⑤ اور پھر اسلام کے مسئلہ جہاد کے خلاف بڑے بڑے نکال لیے اور اسے ایک بدترین عمل قرار دیا۔

○

مسیح کی آمد پر جہاد کا اختتام

اسلامی تعلیمات میں مسئلہ جہاد کا اتنا روشن ہے کہ اسے ختم کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جو علامات قیامت میں سے ہے اور جن کی آمد پر کفر کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں حضرت مسیح پر صحیح طور پر ایمان لے آئیں گی اور مسلمان ہو جائیں گی اور دوسری بھی کوئی کافر قوم باقی نہ رہے گی — اب ان حالات کے آثار میں یضع الحرب کی خبر موجود تھی۔ وہ یہ کہ اس وقت جہاد کی ضرورت باقی نہ رہے گی کیونکہ اس کا موضوع یہ کفر اور اس کے لیے عناد و عداوت کی آغوش میں جا چکے ہوں گے۔

اب ضرورت جہاد باقی نہ رہنے کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی تھی کہ اس برطانوی دورِ اقتدار کو وقتِ مسیح قرار دیا جائے تاکہ جہاد کے تحریم نامہ کا اعلان کیا جا سکے۔ انگریزی حکومت کو ضرورت تھی کہ اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں۔

○

مسیح ناصری کا انتظار نہ کرنے کا پروگرام

خدائی فیصلے انسانی پروگرام کے ماتحت نہیں ہوتے۔ اس لیے تدبیر یہ ہوئی کہ اس وقت کوئی اور شخص مسیح ابن مریم کے نام سے کھڑا کیا جائے اور جن آیات اور احادیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے قریب قیامت میں آنے کی خبر دی گئی ہے ان کا مصداق اسے قرار دیا جائے اور وہ مثیل مسیح کے نام سے جلوہ گر ہو ۔۔۔ اس سکیم کے لیے ضروری تھا کہ پہلے اصل عیسیٰ ابن مریم کو مارا جاتے تاکہ کسی کا انتظار باقی نہ رہے اور اس وقت کے جملہ احکام اس مثیل مسیح پر منطبق کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے

لہ مرزا صاحب کے اس موضوع پر اشعار ان کی کتاب تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں موجود ہیں جن کا نمونہ یہ ہے ۔

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر — کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ — عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے — دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
لوگوں کو یہ بتاؤ کہ وقت مسیح ہے — اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صہ ۲۶)

ثہ میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں ۔۔ بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ (ازالہ اوہام صہ ۱۹۰) سہ جیسے عدم ضرورت جہاد وغیرہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں، اور یاد رکھو اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صہ ۱۲۳)

مثیل مسیح بننے کے لیے اس وقت صرف مرزا غلام احمد تیار ہوا اور کوئی شخص اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے لیے تیار نہ تھا قرعہ فال اب اسی کے نام آیا لیکن اس میں بھی مرزا غلام احمد کے سامنے ایک مشکل تھی وہ یہ کہ مسیح کا کریکٹر اس طرح کا صاف نہ تھا کہ اسے ایک نبی اللہ کی طرح پیش کیا جا سکے ——— اس میں مرزا غلام احمد بچ کر تو کچھ امر جنانہ کر سکے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کا کریکٹر اس قدر گھناؤنا بتلایا جائے کہ لوگوں کے لیے پھر مرزا غلام احمد کو مثیل مسیح ماننا زیادہ مشکل نہ رہے۔

○

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کریکٹر پر حملے

مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کریکٹر پر حملے کئے اس انداز میں کئے کہ ان کے "مثیل ہونے کے مدعی" کا ذاتی چال چلن اور کردار اس اصل مسیح سے کچھ زیادہ دور نظر آنے لگا۔ ان عزوریات کے ماتحت پہلے وفات مسیح کا مسئلہ گھڑا گیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کریکٹر چال چلن اور شرافت پر غلط الزامات لگائے گئے اس سلسلہ کی ایک کڑی تھے پھر مثیل مسیح کے آنے کا اعلان تھا اور پھر وفات مسیح کا عقیدہ ان کا مرکزی دعویٰ تھا۔ ○

وفات مسیح سے مثیل مسیح کو اس امت میں لانے کا انتظام

اس کے بعد مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ میں مثیل مسیح ہوں کھل کر سامنے آ گیا اور پھر مرزا غلام احمد نے اپنی آمد بعثت کی کہ حضرت عیسیٰ پر بھی اپنی فضیلت کا اعلان کر دیا۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

اور اس سے بڑھ گیا۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس تحریک میں لفظ نبی اللہ کی پہلی آمد

جب مرزا غلام احمد نے اپنے تئیں مسیح موعود ٹھہرایا اور کہا کہ جس مسیح ابن مریم نے آنا تھا وہ میں ہی ہوں۔ تو یہ سوال اٹھا کہ مسیح ابن مریم کے لیے چونکہ نبی اللہ کے الفاظ بھی آئے ہیں مگر ان کی یہ نبوت[1] نافذ نہ ہوگی اس لیے اس مثیل مسیح کو نبی اللہ قرار دینا بھی ضروری ہے اس کا موضوع چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی نبوت یافتہ کوئی شخصیت نہ تھی تو اس کی آمد ثانی پر مسئلہ ختم نبوت زیر بحث نہ آتے اور اس کا موضوع ایک بعد کا پیدا شدہ شخص تھا اس لیے ختم نبوت کے مسئلہ میں بھی ترمیم کی ضرورت پیش آئی۔

عقیدہ ختم نبوت میں ترمیم کا آغاز

مسیح ابن مریم کی آمد ثانی اسلامی عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہ تھی اس لیے کہ وہ حضور کی نبوت سے پہلے کے نبوت یافتہ ہیں اور آمد ثانی پر بھی وہ حضور کی امت کو منسوخ نہ کریں گے بلکہ ماتحت ہو کر رہیں گے مگر چونکہ بعض بزرگان اسلام کی ایسی عبارات موجود تھیں جو کسی پہلے کے نبوت یافتہ انسان کے ظہور ثانی پر آنحضرت کے ماتحت رہنے پر دلالت کرتی تھیں[2] اور اس غیر تشریعی نبوت کا عقیدہ ختم نبوت سے کوئی تصادم نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے ان عبارات کے دوسرے پہلو کا ناجائز سہارا لے کر مرزا غلام احمد کے دعوے نبوت کو کچھ قوت دی گئی اور اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کی ترمیم کے لیے یہ راہ ہموار ہوئی

---

[1] یعنی اصل مسیح ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ جیسے ایک سلطنت کا حکمران جب کسی دوسری سلطنت میں جاتا ہے تو وہ معزول الحکومت نہیں ہوتا بلکہ بدستور حکمران ہی ہے لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہیں ہوتی [2] کہ وہ امت کو منسوخ کرے بلکہ شریعت محمدیہ کے تابع ہو کر رہے۔

کے تسلسل کی خبر قرآن کریم میں بطور حکایت ذکر فرمائی گئی ہے۔ ہم ان کی جس معنی میں پچھلے نبیوں کی نبوت
بھی خواہ تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی اس معنی میں ختم کو جب مرزا غلام احمد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر ختم سمجھتے تھے اور نئی نبوت کو ایک نئی اصطلاح قرار دیتے تھے تو مرزائی مبلغین پر لازم تھا کہ مرزا
صاحب کے دعوے کے مطابق اس نئی قسم کی نبوت پر کوئی ایک آیت پیش کرتے جس میں یہ
مضمون مذکور ہوتا۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے یا مبعوث ہونے کی

لہ مثلاً یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی۔ (پ الاعراف آیت ۳۵) یہ
ایک عام ارواح کا خطاب قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے اگر اس سے مرزائی حضرات اجرائے نبوت پر استدلال
کریں گے تو کیا اس سے تشریعی نبوت اور مستقل غیر تشریعی نبوت جاری ہونے کے دعوے سے بھی پیچھے ہٹ نہ
جائیں گے؟ اور ظاہر ہے کہ قادیانیوں کے قول کے مطابق مرزا غلام احمد خود بھی ایسی ہر نبوت کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم مانتے ہیں۔ قادیانیوں کو سوچنا چاہیئے کہ اس طرز سے غلط استدلال کے
ہونے ایک مغالطے کے، جس کیا فائدہ حاصل ہوا۔ اسی طرح آیت من یطع اللہ ورسولہ سے
ماتحت اور غیر تشریعی نبوت کا استدلال بھی غلط ہے کیونکہ دوسرے پیغمبر کی اطاعت و پیروی سے
جو نبوت ملے ضروری نہیں کہ وہ غیر تشریعی ہی ہو۔ مرزا صاحب کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے ملی تھی، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریعی پیغمبر تھے اور
صاحب کتاب بھی۔ جیسے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔

ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ علیہ السلام کی پیروی
کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا۔ (چشمہ مسیحی ص [illegible])

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان لوگوں کے ہاں نبوت کسبی فعل ہے۔ حالانکہ نبوت ایک موہبہ
وہبی ہے جو خدا تعالیٰ کا چنا ہوا اصطفاء و اجتباء ہے جس میں بندے کی اپنی محنت کا کوئی دخل نہیں
اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ قرآن پاک کی نص ہے۔

نئی نبوت کے دعویداروں کا ایک نیا وسوسہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس نئی تشریح سے قادیانی امت میں اگرچہ گروہ بنے اپنے اس تصور نبوت پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ لا سکی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مشہور مثل ہے تیجے اب قادیانیوں کا یہ تنکا بھی راستے سے ہٹاتے چلیں

ان لوگوں کا عوام کو مغالطہ دینے کا یہ ایک عجیب استدلال کیا ہے کہ جب نبوت خدا کی رحمت ہے تو یہ بند کیوں ہو گئی ہم کہتے ہیں کہ اگر غیر تشریعی نبوت خدا کی رحمت ہے تو تشریعی نبوت بھی تو کوئی زحمت نہیں۔ آخر وہ کیا بند ہو گئی۔ حالانکہ اس رحمت کے بند ہونے کے تو تم خود بھی قائل ہو کیونکہ مرزائی مبلغین کے پاس سوائے چند علمی مغالطوں کے سوا کوئی علمی اور عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔

قادیانیوں کے ترکش کا آخری تیر

سلف کے بزرگان امت کی چند عبارات ہیں جن میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر پچھلے نبی کی آمد کو اس شرط کے ساتھ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو کر اور شریعت محمدیہ کے تابع ہو کر رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے خلاف قرار نہیں دیا گیا۔ ان عبارات میں تاویلی و تحریفی تصرفات کرتے ہوئے مرزائی مبلغین انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کے پیدا ہونے کی دلیل بناتے ہیں اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں سمجھتے حالانکہ یہ لوگ ان عبارات میں سے آج تک ایک بھی عبارت ایسی پیش نہیں کر سکے جس میں یہ

○ آنحضرت خاتم النبیین کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کے اس امت محمدیہ میں پیدا ہونے کی صراحت موجود ہو

○ اس کے سیاق و سباق اور تشریح میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کا کوئی ذکر نہ ہو جیسا کہ علامہ ابن قتیبہ نے
حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہ نقل کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ لکھ دیا
وھذا ناظر الی نزول عیسیٰ بن مریم۔ اس روایت میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو
اس میں کسی نئے نبی کی پیدائش کی خبر نہیں ہے حضرت عیسیٰ کے آنے کا بیان ہے اسی طرح
ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں جہاں یہ مسئلہ بیان کیا کہ جو آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے آپ
کے خاتم النبیین کے خلاف نہیں کہا وہاں تشبیہ کے طور پر حضرت عیسیٰ حضرت خضر اور حضرت الیاس
کے نام لکھ دیئے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ یا حضرت ابراہیم حضورؐ کے بعد نبی ہونے ہوتے تو انہیں نبوت
حضورؐ کی وفات سے پہلے ملتی جس طرح سے حضرت عیسیٰ حضرت خضر اور حضرت الیاس کو پہلے ہی
ہو چکی تھی۔ آنحضرتؐ کے بعد کسی کو نبوت ملے گو غیر تشریعی کیوں نہ ہو یہ یقیناً آیت خاتم النبیین اور
حدیث لا نبی بعدی کے خلاف ہے۔

○ اس میں محض اجزائے نبوت (جیسے سچے خواب) یا بعض کمالات نبوت ملنے کا بیان ہو
نہ کہ بعض افراد امت کے منصب نبوت پانے کی خبر ہو جیسا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور حضرت
امام ربانی مجدد الف ثانی کی بعض عبارات میں اس امت میں مبشرات پائے جانے یا بعض کمالات نبوت
ظاہر ہونے کی خبریں موجود ہیں۔

○ اس نئی غیر تشریعی نبوت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی سے متصادم ہونے
کی صراحت ہو یہ نہ ہو کہ اس کے سب قائل ہیں کہ ختم نبوت مرتبی کا ذکر ہو اور اسے کسی نئے غیر تشریعی نبی کی
نبوت سے غیر متصادم بتایا گیا ہو اور اسے اس طور سے پیش کیا جائے کہ کسی نئے غیر تشریعی نبی کی
نبوت حضورؐ کی ختم زمانی کے منافی نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم کی بات ختم نبوت مرتبی کے بیان میں
کہی گئی ہے جسے قادیانی خیانت کے طور پر ختم نبوت زمانی پر پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مولانا
کہتے ہیں کہ اگر حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو اس سے آپ کی ختم نبوت زمانی میں کوئی فرق نہ آئے گا
استغفر اللہ یہ بات ختم نبوت زمانی کی ہو ہی نہیں رہی یہ بات چلی ہے لوگوں کو مغالطہ دینا ہی راہ دجل

ہے۔ حقائق محکمات و عقلی علمی عبارات سے ثابت ہوتے ہیں متشابہات سے نہیں کہ ختم نبوت مرزائی کی بات ختم نبوت زمانی پر لگا دو اور مرزائی پر کفر واضح ہو کے فاصلے قائم کر لو ہم نے تنقیح مبحث کے لیے یہ چار ترتیب وار صحیح طور پر ذکر کی ہیں

○ اس کی تشریعی نبوت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی سے متضاد ہونے کی صراحت بھی موجود ہو۔

ان چار شرطوں کے ساتھ آج تک مرزائی مبلغین زعمائے نبوت کے ثبوت میں ایک عبارت بھی اپنے دعویٰ کے مطابق پیش نہیں کر سکے ہیں اصولاً ہمارے ذمہ مرزائیوں کے کسی استدلال کا جواب دینا تھا کیونکہ مدعی اپنے دعوے کی کوئی صحیح صورت پیش نہیں کر سکے مدعی کے پاس اپنے دعوے کے مطابق ایک بھی دلیل موجود نہ ہو تو مدعا علیہ کے ذمہ کوئی جواب نہیں ہوتا تاہم زیادہ عام اور تمام حجت کے لیے چند مختصر دلائل نہایت جامع اور مانع انداز میں ہدیۂ قارئین ہیں اور ان استدلالات کا پوری طرح تار و پود بکھیر دیا گیا ہے جن کے سہارے پر مرزائی لوگ بھولے بھالے عام مسلمانوں کی متاع ایمان پر حملہ آور ہوتے ہیں

وما ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرنے سے پہلے کچھ مرزا غلام احمد کا بھی تعارف کرادیں جو اس سلسلہ میں اس مسئلے کو اٹھانے کا باعث بنا۔

مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد اپنے خاندانی حالات قوم اور پیدائش کے بارے میں لکھتا ہے :-

میرا نام غلام احمد میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا ...... میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہ ہوا تھا ...... میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا ...... میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گزری [1]

اس عبارت میں مرزا صاحب نے اپنا سن پیدائش محتاط دو سالوں میں دائر رکھا ہے ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کیونکہ ان دنوں تاریخ پیدائش پوری تعیین سے محفوظ رکھنے کا رواج ذرا کم تھا یہ اندازہ کب تک ہوتا ہے ؟ جب بیان کرنے والا قدرتاً ہو کر بات کرے ۔ پھر آگے مرزا صاحب نے اپنی عمر کا وہ حصہ بھی ذکر کیا ہے جب بچہ بچپنے سے سنبھال کر لڑکپن میں داخل ہوتا ہے اس عمر میں چار پانچ سال کم یا زیادہ ہونے کا کوئی شبہ یا احتمال باقی نہیں رہتا ۔ چار پانچ ماہ کا فرق محسوس نہ ہو پائے ۔ اور بات ہے لیکن چار پانچ سال — یہ ایک مدت وسیع ہے جس کے اس وقت مغالطے کی گنجائش نہیں ہوتی جب انہیں چھوٹنے کے قریب پہلی بار مرزا صاحب نے اپنے مذکورہ سن پیدائش کی توثیق میں اپنی عمر ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہ سال کی لکھی ہے اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش واقعی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی ۔ اب سو برس سال بعد آپ تعلق کس مغالطے میں ڈالتے کہ آپ کی عمر سولہ سال ہے یا بائیس سال — نہ اس عمر میں عمر

---

[1] کتاب البریہ ص ۱۴۴ ۔ ۱۴۹

کے بارے میں کسی کو اتنا بڑا مغالطہ ہو سکتا ہے اگر مرزا صاحب اپنا ایک سن پیدائش لکھتے اور پھر مدت العمر اس کا کہیں ذکر نہ ہوتا تو ساٹھ یا باسٹھ سال بعد جا کر بے شک یہ بات چل سکتی تھی کہ عمر باسٹھ سال ہے یا تریسٹھ سال لیکن سولہ سترہ سال کی عمر میں اپنے پیچھے بیان کردہ سال پیدائش کی تصدیق ہمیشہ کے ہر اختلاف اور احتمال کو ختم کر دیتی ہے پھر والد صاحب کے انتقال کے وقت پھر اپنی عمر بتانا بتلاتا ہے کہ آپ کا ابتدائی بتایا سن پیدائش ہرگز غلط نہ تھا۔

مرزا صاحب کے سال پیدائش میں ترمیم کرنے کی ضرورت

مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ مرزا صاحب بتا چکے تھے کہ از روئے الہام الٰہی ان کی عمر ۷۴ یا ۸۰ سال کے مابین ہوگی۔ مرزا صاحب کی عمر بوقت وفات ۶۸ سال کی تھی۔ اس ناگہانی وفات سے ان کے اپنی عمر کے بارے میں سارے الہامات غلط ہو گئے یہ سبب تھا جس کے باعث قادیانیوں کو مرزا صاحب کے سال پیدائش میں ترمیم کرنے کی ضرورت پیش ہوئی کیونکہ سال وفات میں وہ قطعاً کوئی ترمیم نہ کر سکتے تھے۔ یہ تاریخ ہر خاص و عام کے سامنے واضح تھی —— انہوں نے پھر آپ کا سن پیدائش ۱۸۳۵ء مقرر کیا تاکہ آپ کی عمر ۷۳ یا ۷۴ سال تک لے جائی جا سکے اور ۱۸۵۷ء میں ان کی عمر بائیس سال کی بتائی جسے مرزا صاحب سولہ سترہ برس بتا رہے ہیں جب ان کے ابھی داڑھی نہ آئی تھی۔

(۲) خاندان کے لحاظ سے مرزا غلام احمد قوم مغل برلاس سے تھے مغل جو فارس میں سے نہیں تھے[1] مرزا غلام احمد کو اپنے آپ کو فارسیوں میں داخل کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ حدیث میں ہے:

لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من هؤلاء (رجل من فارس) او قال من ابناء فارس[2]

---

[1] یہ خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ ہے کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا۔ (اربعین جلد ۲ صفحہ ۱۷) [2] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۲۷

ترجمہ: اگر ایمان ثریا ستاروں تک اٹھا ہوا تو بھی ابناء فارس سے ایک شخص یا اشخاص وہاں سے اسے لے آئیں گے

مرزا غلام احمد چاہتا تھا کہ میں اس بشارت کا مصداق ٹھہروں۔ پچھلے علماء امام سیوطی وغیرہ اس بشارت کا مصداق امام ابوحنیفہؒ کو ٹھہرا چکے تھے مرزا کو اب ان سے نئی سند کی ضرورت تھی۔ اسے الہام ہوا کہ مغل برلاس بنو فارس میں سے ہیں اور اس بشارت کا مصداق تو ہے

مرزا غلام احمد لکھتا ہے۔

میرے پاس فارسی ہونے کے لیے بجز الہام الٰہی اور کچھ ثبوت نہیں[1]

اور پھر یہ بھی لکھا ہے۔

کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کسی کو ہرگز نہیں[2]

مرزا غلام احمد کے خاندان کا سرکاری تعارف

میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیرخواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر پچاس جوان جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی[3]

ان پچاس گھوڑوں کا بدلہ انگریزوں نے مرزا غلام مرتضیٰ کو یہ دیا کہ ان کے بیٹے مرزا غلام احمد کو ایک نبی کے کام کے لیے چنا اور مرزا غلام احمد نے اپنے والد کی سرکار برطانیہ کی اس خیرخواہی کو مسلمانی استناد بخشا۔

میں تمام مسلمانوں میں اوّل درجہ کا خیرخواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیرخواہی میں اوّل درجہ کا بنا دیا ہے۔ ۱۔ اوّل والد مرحوم

---

[1] تحفہ گولڑویہ ص۲۱ [2] اربعین حصہ دوم ص۱۷ [3] تحفہ قیصریہ ص۱۶

سے اثر تھے۔ دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔ تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔[1]

مرزا غلام احمد کی مذہبی زندگی کا آغاز

مرزا صاحب ملک میں ایک مذہبی شخصیت کے طور پر ۱۸۸۰ء میں متعارف ہوئے۔ مذہبی تعلیم انہوں نے بقول خویش فضل الٰہی، فضل احمد، گل علی شاہ اساتذہ سے حاصل کی۔ ۱۸۸۰ء میں انہوں نے اپنی پہلی تصنیف براہین احمدیہ شائع کی جس میں ان کا دعویٰ آریوں اور عیسائیوں کے اسلام پر حملوں کا توڑ تھا۔ اس زمانے میں پنڈت دیانند اور پادری فنڈر مسلمانوں کو بہت پریشان کر رہے تھے۔ پنجاب کے مسلمانوں نے مرزا غلام احمد سے بہت امیدیں باندھیں اور براہین احمدیہ کے لیے بہت چندہ دیا۔ مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ وہ پچاس حصوں میں اس کتاب کو مکمل کریں گے۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے خریداروں کو پانچ سے زیادہ حصے نہ دیے اور اپنی حیثیت میں کہا، پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا فرق ہے اور ظاہر ہے کہ صفر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

مرزا کا ذہنی تجزیہ ایک مبصر کی نظر میں

مرزا غلام احمد کے بارے میں ان کے بیٹے بشیر احمد مؤلف سیرۃ المہدی نے یہ تاثر دیا ہے کہ حضرت بہت بھولے بھالے اور سادہ تھے۔ دائیں اور بائیں جوتے میں امتیاز نہ کر سکتے تھے۔ کرتے کے بٹن ٹھیک لگانے کا سلیقہ نہ تھا۔ ہر وقت نیم مدہوشی کی سی حالت رہتی تھی ___ سبات۔ اس طرح جنہیں علم گردان کا پختہ نہ تھا مگر بلا کے ذہین تھے ___ انہوں نے مسلمانوں کی اس بے چارگی میں جب وہ آریوں اور عیسائیوں کے ہاتھوں پریشان تھے براہین احمدیہ لکھنے کا اعلان کر دیا۔ براہین احمدیہ مرزا غلام احمد

---

[1] ملاحظہ ہو درخواست روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۴۹۱

لے مسلمانوں کے کسی بنیادی عقیدہ سے تو اختلاف نہ کیا لیکن کہیں کہیں صوفیہ کرام کی طرح الہامات

ولایت بکھیر دیئے ـــ مسلمانوں کو اپنے بنیادی عقیدوں کے تحفظ کی ضرورت تھی اس لیے

اس وقت مصلحین نے مرزا غلام احمد کی باتوں کو زور پکڑنے نہ دیا کئی پیر اور ملنگ الہامات کے مدعی

بنے رہتے ہیں مرزا غلام احمد کی ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل کام جاری رہے ہمیں ان

الہامات سے کیا غرض ـــ مرزا غلام احمد نے ان الہامات میں کہیں کہیں قرآن کی آیات بھی لکھیں

جن سے عام شخص یہی سمجھتا ہے کہ اگر یہ الہام حق ہے تو ان آیات پر کچھ محنت کرنے کی ضرورت

ہے۔ اگر کہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مخاطب کیا تو اس نے وہ آیات بھی اپنے الہامات میں

لکھ دیں۔ وہ ذہن میں یہی رکھتا کہ یہی آیات میرے آئندہ مسیح بننے کی بنیاد ہوں گی

۱۸۸۰ء — ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ کے چار حصے شائع ہوگئے۔ ۱۸۹۱ء

تک مرزا کا اعلان یہ رہا۔

> میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل السنة
>
> والجماعة کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے
>
> مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی
>
> دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے
>
> کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد صلی اللہ
>
> علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔[1]

(۱) بارہ سال تک اپنے عزائم پردہ میں رکھنا

۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۸ء اپنی تحریرات میں اپنے مسیح بننے کی زمین ہموار کرلینا۔ دسمبر ۱۸۹۱ء

میں یہ اعلان مرزا غلام احمد کی انتہائی ذہنی چالاکی اور ہوشیار رنگنی کا پتہ دیتا ہے ورنہ بارہ برس کے

---

[1] اعلان ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء منسلکہ تبلیغ رسالت حصہ ۲ صفحہ ۲

اس اعلان میں جو ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں، کتنی گہرائی چھپی ہے، اسے وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مرزا غلام احمد کی آئندہ مذہبی قلابازیاں دیکھی ہوں۔

(۲) مرزا غلام احمد کا آزاد علمی موقف

مرزا غلام احمد نے اپنے اس اعلان میں اپنے آپ کو قرآن و حدیث تک محدود رکھا تفسیر قرآن میں اپنے آپ کو اصول فقہ کی پابندی سے باہر لا کھڑا کیا ___ ایسا کیوں؟ یہ اس لیے کہ ان دنوں تحریک اہل حدیث تیزی سے چل رہی تھی مولانا محمد حسین بٹالوی اس عنوان پر لوگوں کو نئے نئے جمع کر رہے تھے مرزا غلام احمد نے حالات کا اندازہ کرتے ہوئے معلوم کر لیا کہ میرے ساتھ زیادہ وہی لوگ آسکیں گے جو قرآن و حدیث کے اس آزاد عنوان کو اختیار کریں گے ائمہ فقہ کی پیروی کرنے والے لوگوں میں بہت کم میرے ساتھ اُٹھیں گے۔ مرزا غلام احمد نے اپنے وقت کے علماء میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولوی نورالدین بھیروی، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی وغیرہم سے بہت قریب کے تعلقات رکھے اور ان حضرات نے مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس پر تقریظیں لکھیں اور اس کی بہت اشاعت کی۔ وہ یہ سمجھ نہ پائے کہ مرزا غلام احمد نے اس کی تہ میں اپنے آئندہ پروگرام کے لیے کیسی خطرناک سرنگیں بچھا دی ہیں۔ لاہور کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد اسحٰق بھٹی لکھتے ہیں:-

> ہر جماعت کا ایک مزاج ہوتا ہے جماعت اہل حدیث کا مزاج کچھ ایسا ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے نزدیک عام واعظوں کی باتیں زیادہ مرغوب ہیں۔ علمی اور گہری باتیں ان کے لیے بسا اوقات پریشانی کا باعث بن جاتی ہیں۔ ان کے نزدیک شاید الدین کیسو کا مطلب یہ ہے کہ ایسی بات کی جائے اور سنی جائے کہ ذہن و فکر کو سوچنے کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑے [1]

---

[1] صدا سبحانی اکیڈمی طبع دوم

③ دینی حلقوں کی پرانی علمی پالیسی سے انحراف

اورنگ زیب عالمگیرؒ کی اسلامی فکر یہ تھی کہ لوگوں کو قرآن و حدیث میں آزاد فکر نہ ہونے دیا جائے ورنہ مسلمان اتنے زیادہ فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ انہیں اسی اسلام کا پابند رکھا جائے جو پہلے ائمہ فقہ سے چلا آرہا ہے۔ مسلمانوں میں اگر کوئی کمی ہے تو عمل کی ہے علمی پہلو سے مسلمانوں کا ماضی کسی باب میں تشنہ تکمیل نہیں رہا ہے۔ انگریزوں نے اپنی رعایا کو آزاد خیالی کی راہ دکھائی یہاں تک کہ اس آزاد فکری میں مسلمانوں میں پرانی علمی پالیسی کے خلاف انحراف کی لہریں اٹھنے لگیں۔

یہ وہ دور تھا جب مرزا غلام احمد اپنے ذہن میں ایک نیا مذہب ترتیب دے رہے تھے اور انہوں نے براہین احمدیہ میں کچھ بنیاد بھی ہموار کر لی تھی۔ اور قرآن و حدیث میں آزاد فکری کے لیے اہلحدیث کی فضا موزوں تھی۔ چنانچہ اب تک اس کے پیروؤں کا عمل آٹھ تراویح، فاتحہ خلف الامام، ہاتھ سینے پر باندھتے ہیں۔ عدم وقوع طلاق ثلاثہ اور نماز جنازہ غائبانہ میں اہلحدیث کے طریقے پر چلا آرہا ہے۔

آزاد فکری پالیسی بنانے میں مرزا غلام احمد صاحب کا ہوشیار تھا ورنہ علماء کو پیچ میں لانا یہ کوئی ایسا کام نہیں تھا جسے مرزا آدمی کر سکے۔ مرزا کی علمی حیثیت کمزور تھی۔ اس لیے اسے بار بار حکیم نور الدین سے مشورہ لینا پڑتا تھا کہ کون سا دعویٰ کر لیں اور کون سا نہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اپنے لیے راہ وہ خود بناتا تھا اور اس باب میں وہ غیر معمولی طور پر ہوشیار تھا۔

④ دوسروں کو اپنے پیچ میں لانے کی سکیم

ابتداء سے ہی مرزا غلام احمد کا منصوبہ تھا کہ علماء کس طرح اس کے پیچ میں پھنسیں یہ کہانی آپ خود اسی کی زبانی سنیں۔

یہ الہامات جو مرزا نے براہین احمدیہ میں درج کیے تھے کہ گویا میری طرف سے

اس وقت ظاہر ہوتے جب کہ علماء مخالف ہو گئے تھے تو وہ ضرور بااعتراض
کرتے لیکن وہ ایسے موقع پر شائع کیے گئے جبکہ یہ علماء میرے موافق تھے
یہی سبب ہے کہ باوجود اس قدر جوشوں کے ان الہامات پر انہوں نے اعتراض
نہیں کیا کیونکہ وہ ایک دفعہ ان کو قبول کر چکے تھے۔ اور سوچنے سے ظاہر ہوگا
کہ میرے مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہی
میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں
وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔ اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس
شخص کا مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے یہ خدا کی
قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کر لیا اور اس پیچ میں پھنس گئے۔[1]

یہ دوسروں کو پیچ میں پھانسنا کن لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ ہوشیار اور چالاک لوگوں کا یا
سادہ اور بھولے بھالے لوگوں کا، یہ آپ خود فیصلہ کر لیں۔

⑤ دعوے شروع سے مرزا کے ذہن میں تھے

مرزا غلام احمد کے ذہن میں اس وقت صرف مسیح موعود بننے کی سکیم تھی یا اس کے ساتھ کچھ
وحی اور رسالت تک پہنچنے کی بھی آرزو تھی، اس کے لیے آپ انہی سے پوچھ لیں:

میری دعوت کے مشکلات میں سے ایک رسالت، ایک وحی اور ایک مسیح
موعود کا دعوٰی تھا۔[2]

گویا مطلق الہام اور کشف و کرامات کے دعووں میں انہیں کسی پریشانی کا اندیشہ نہ تھا۔
البتہ احمدیہ میں مسیح موعود بننے کی بنیادیں رکھ دی گئیں، اس دعوے سے آگے وحی کا دعوٰی اور
اس سے آگے پھر رسالت کا دعوٰی۔ یہ ترتیب مرزا صاحب کے ذہن میں شروع سے تھی [illegible]

---

[1] اربعین حصہ دوم ص ۲۱ [2] نصرۃ الحق ص ۵۴

جزئت بھی ان کی آخری منزل تھی ـــــ مندرجہ ذیل عبارت میں لفظ بھی بہت معنی خیز ہے اور بتاتا ہے کہ ان کا سبقت کا قدم بہت آگے تھا۔

قدم پر اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ وہ اس امر کو تسلیم کر سکیں کہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے۔[1]

یہ اُمید ہونا یا نہ ہونا کب کی بات ہے ؟ وحی غیر تشریعی دعوے سے پہلے یا وحی غیر تشریعی پاکر ؟ کسی منزل کی اُمیدیں واقعہ سے پہلے ہوتی ہیں ، منزل میں آکر نہیں۔ مذکورہ عبارت بتا رہی ہے کہ یہ اس دعویٰ سے بہت پہلے کی بات ہے ـــــ ناظرین کرام ! سازش اور کسے کہتے ہیں اس طرح کی بات کو پہلے سے سوچنا ـــــ خواب ہمیشہ تعبیر سے پہلے دیکھا جاتا ہے۔

(۴) ایک خفیہ خط و کتابت کا پتہ بھی چل گیا

حکیم نورالدین نے مشورہ دیا تھا کہ مثیل مسیح کا دعویٰ تو کریں لیکن عیسیٰ بن مریم کے دمشق میں اُترنے کی حدیث سے تعرض نہ کریں مرزا غلام احمد اسے نہ مانا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صرف مثیل مسیح بننے سے وہ ضرورت پوری نہیں ہوتی جس کے لیے وہ یہ ساری کارروائی کر رہا ہے وہ بات (یعنی حرمت جہاد) تو تبھی پوری ہو سکتی ہے کہ مثیل مسیح ہونے کے دعوے کے ساتھ یہ بات بھی ہو کہ دمشقی حدیث کا مصداق میں ہی ہوں۔ ورنہ صرف مثیل بننے سے وہ حاجت پوری کیسے ہوگی ؟ ـــــ دیکھیے مرزا غلام احمد کتنا تیز دماغ ہے کہ جہاں حکیم نورالدین کی نظر نہ پہنچ سکی یہ وہیں آشیانہ بنائے ہوئے تھا ـــــ مرزا صاحب نے اپنے ایک خط میں حکیم نورالدین کو لکھا۔

جو کچھ آنمخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعوےٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے ، درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی حاجت نہیں۔[2]

---

[1] نصرۃ الحق ص۵۲ [2] مکتوبات احمدیہ جلد ۵ ص۸۵

یہ آپس میں اس طرح مخلوط ہے کہ ان کن لوگوں کا کام ہوتا ہے جو خدا کے بھیجے ہوئے ہوں یا ان لوگوں کا جو خود کوئی سکیم بنا سکتے ہوں؟ فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

علماء کو پیچ میں پھنسانے کی خوشی عارضی نکلی

مرزا غلام احمد اپنے اس دعوٰی پر بہت شاداں و فرحاں ہے کہ علماء سے براہین احمدیہ پر ریویو لکھوا لیا اور انہیں اپنے پیچ میں پھنسا لیا لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس پیچ میں پھنسے پھر سب نکل گئے۔ حکیم نور الدین بھیروی اس لیے نہ نکل سکے کہ وہ اس جال بننے میں خود شریک کار تھے اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نیچری تھے اور مرزا غلام احمد سے وابستگی سے پہلے ان کا علماء کے کسی حلقے سے تعلق بھی نہ تھا ـــ پھر کچھ ایسے علماء بھی تھے جو گو نکل نہ سکے لیکن کچھ عرصہ بعد وہ قادیان سے لاہور چلے آئے۔ یہ مولوی محمد علی تھے۔ لاہور پہنچ کر جب انہوں نے نیا پلیٹ فارم بنایا اس میں وہ اپنے قادیانی مسلک کی بہت سی باتیں چھوڑ گئے ـــ گو انہوں نے مرزا غلام احمد سے ملہمیت کا اقرار تو کیا لیکن قادیانیوں نے مسئلہ ختم نبوت میں جو پلیٹ فارم دیا تھا اس کی اس لاہوری گروہ نے کھل کر مخالفت کی۔

علماء اسلام میں سے جو مرزا غلام احمد کے پیچ میں آئے اور براہین احمدیہ پر ریویو لکھے ان میں مولانا محمد حسین بٹالوی سر فہرست ہیں لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ اس پیچ سے پھر کھلے طور پر نکلے اور نہ صرف نکلے بلکہ قرآن و حدیث کے آزاد مطالعے سے جو مذہبی آزادی جماعت اہلحدیث میں پھیل رہی تھی آپ نے اس پر بھی قدغن لگائی اور اس کی اصلاح کی بھی کوشش کی۔ ان کی یہ علمی کروٹ مرزا غلام احمد کی پوری تحریک کو قریب سے دیکھنے کا نتیجہ تھا۔

اہلحدیث مولانا محمد حسین کا ایمان افروز انتباہ

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد
مطلق یا مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں[1]
گروہ اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے
ڈریں ــــ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں[1]

ہندوستان میں ترک تقلید کا تجربہ پچیس سال میں ناکام ہو گیا اور اس کے نتیجے میں نابالغ
اور بچگانہ تحریکیں بڑے زور سے اٹھیں۔

مولانا محمد حسین کی جماعت میں منزلت

مولانا محمد حسین بٹالوی کی جماعت میں بہت قدر و منزلت تھی۔ آپ نے ہی جماعت کے
لیے حکومت سے اہلحدیث کا نام منظور کرایا تھا۔ پنجاب میں اشاعۃ السنہ آپ کا جماعتی آرگن تھا۔ مولانا
کی مرزا غلام احمد سے علیحدگی اور براہین احمدیہ کی حمایت سے واپسی پوری جماعت اہلحدیث کے لیے
بہت خوش آئند واقع ہوئی اور بہت سے لوگ جو علماء اہلحدیث کے مرزا غلام احمد کے قریب ہونے
کے باعث مرزا صاحب کے قریب ہو گئے تھے پیچھے ہٹ گئے۔

پنجاب میں علمائے دیوبند کے ہم خیال مولانا محمد حسن کا مرکز لدھیانہ تھا۔ یہ حضرات شروع
سے ہی مرزا غلام احمد کے خلاف رہے۔ انہی کے ذریعہ پنجاب کے دینی حالات کی خبریں دیوبند پہنچتی
رہتیں۔ دیوبند میں اس وقت شیخ الہند مولانا محمود حسن کا دور تھا۔

مرزا غلام احمد کی دعوت جب رامپور پہنچی تو نواب رامپور نے وہاں ایک علمی مباحثے کا اہتمام
کیا اور اہل اسلام کی طرف سے دیوبند کی طرف رجوع کیا گیا۔ حضرت شیخ الہند حالات کے دور جدید
پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں میں سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو وہاں بھیجا۔
ان دنوں سیاسی سوچ یہ ہو چکی تھی کہ قرآن و حدیث کی تشریح و تفسیر میں مغربی خیالات [illegible]

۱؎ اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ نمبر ۲ ۱۸۸۸ء صفحہ [illegible]

قادیانیوں کو تقویت ملے گی۔ سو اس کی دینی حکمت یہ ہے کہ جماعت اہلحدیث کو ان کے خلاف اٹھا دیں۔ آپ کی یہ تجویز بھی درست تھی اور مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے پھر ساری عمر اس فتنہ کے خلاف لگا دی۔ بلکہ اپنے قریبی دوست حضرت مولانا محمد ابراہیم میر کو بھی اس جہاد میں لا کھڑا کیا۔

قادیانیت کے دور اولیں مولانا محمد حسین بٹالوی کا مرزا غلام احمد کے مخالف ہو جانا اور ان کے شاگردوں میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا اس درجہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا گویا ضد ہو گئی ہو۔ اس سے قادیانیت کو بڑا دھچکا لگا۔ پنجاب کے سجادہ نشینوں میں جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قادیانیت پر برق سوزاں بن کر گرے۔ علماء لدھیانہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز آگے بڑھے اور مرزا غلام احمد پر کھل کر کفر کا فتویٰ دیا۔ یہ قادیانیوں پر پہلا فتویٰ کفر تھا جس کی پھر دیوبند نے بھی تصدیق کر دی۔

مرزا غلام احمد کی اپنے پیچ میں ناکامی

اس پس منظر میں ہم مرزا غلام احمد سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ علماء کو میں نے اپنے پیچ میں پھانس لیا۔ اب تم ہی کہو کہ جو پھنسے تھے وہ کامیابی سے اُترے یا نہیں؟ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی مرزا غلام احمد سے ٹکر کیا اس پیچ کی پوری ناکامی نہیں جو تم نے لگایا تھا۔ پھر مولانا محمد حسین بٹالوی اس پیچ سے نکلے یا نہیں؟

اب تم ہی کہو کس کی صدا دل کی صدا ہے

علماء اہلحدیث پر مسٹر پرویز کا طنز

اس دور کے قریب حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی نے اثبات الالہام والبیعۃ لکھی قادیانی غلط طور پر اسے اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں کہ حضرت عبدالجبار کے ہاں مکالمہ الہیہ کا سلسلہ جاری ہے ہم کہتے ہیں یہ کتاب اتفاقی طور پر اس دور میں لکھی گئی اس سے مرزا غلام احمد کی کوئی تائید مقصود نہ تھی۔

یہ ابہام مشرب پرویز کا قائم کیا ہوا ہے۔ وہ لکھتا ہے ۔

ختم نبوت کے بعد خدا سے مکالمہ اور مخاطبہ کا کوئی ثبوت قرآن سے نہیں تھا۔ نہ ہی اس میں کشف والہام کا کوئی ذکر ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ دعویٰ (خدا سے مکالمہ کا) قرآن کے خلاف اور ختم نبوت کے منافی ہے بات یہیں ختم ہو جاتی لیکن ان سے بحث کرنے والے علماء کشف والہام اور مخاطبہ و مکالمہ خداوندی کے خود قائل تھے وہ ان کے دعویٰ کی تردید کیسے کر سکتے تھے۔ [1]

مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ ہرگز ختم نبوت کے منافی نہیں۔ کوئی غلط طور پر الہام کا مدعی ہو تو یہ اور بات ہے۔ لیکن حضورؐ کے بعد خدا سے مکالمہ الٰہیہ کا شرف کوئی ایسی چیز نہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔ ہاں یہ ضروری ہو گا کہ اسے کسی درجے میں حجت شرعی نہ سمجھا جائے دین مکمل ہو چکا اور خدا کی حجت تمام ہو چکی۔

ان تفصیلات سے اس وقت صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ مرزا غلام احمد نے کس ہوشیاری سے علماء کو اس پیچ میں پھانسنے کی کوشش کی ہے اور وہ ذہنی طور پر کس درجے کا ذہین اور ہوشیار تھا یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مکر اسی پر لوٹا دیا اور علماء اس پیچ سے نکل گئے۔ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ۔

مرزا غلام احمد کی کم علمی کی شکستیں

مرزا غلام احمد کا گورداسپور کے ایک زمیندار گھرانے سے تھا۔ اس کے والد گورنر کے دربار میں کرسی نشین تھے ظاہر ہے کہ اس معیار کے لوگ خاصے شستہ اور شائستہ ہوتے ہیں، اندر سے وہ جو ہوں مگر وہ اپنا ظاہری رکھ رکھاؤ قائم رکھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے بارے میں توقع ہونی چاہئے کہ وہ با اخلاق اور گندہ زبان نہ ہو۔ لیکن جب ہم اس کی اس قسم کی تحریرات دیکھتے ہیں جنہیں

---

[1] ختم نبوت اور تحریک احمدیت ص [illegible]۔

پڑھ کر شدید کراہت محسوس کرتے ہیں، اور لکھنے والے سے بکمال نفرت متنفر ہوں تو فوراً خیال میں آتا ہے کہ اس خاندان کا ہو کر اس قدر گندگی کیوں اور انتہائی نچلے درجے کے لوگوں کا یہ انداز تکلم کیوں ہے۔

راقم الحروف اسی خیال میں گم تھا کہ مجھے کابل کے ایک پرانے عامل نے بتایا کہ کالے علم کے عاملوں کو ہمیشہ گندہ رہنا اور گندگی میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔ شیطانی جنات انہیں بعض غیب کی خبریں اسی صورت میں دیتے ہیں کہ یہ ظاہری یا اعتقادی گندگی میں گھرے بیٹھے ہوں۔

مرزا غلام احمد کی تحریرات کا یہ گندہ انداز ملاحظہ فرمائیں۔

یعنی ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی ہو جائے۔[1]

پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

صرف ان کی تقویٰ[2] دیکھی جاتی ہے تو وہ دراصل تہ بند ملا ہیں سے ہو لیا

[1] تریاق القلوب صفحہ ۱۵۲ [2] مرزا صاحب تقویٰ کو اس لیے مؤنث سمجھتے ہیں کہ تقویٰ ہی ہے جیسے گڑوی کچی وغیرہ۔

چماروں میں سے یا شلوان میں کسی ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ
کرلی ہو یا ان قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے فساد اور
نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں جیسے حجام، موچی، تیلی، ڈوم، میراثی، سقے، قصائی، جلاہے
کنجرے، تنبولی، دھوبی، بھڑبھونجے، نانبائی وغیرہ یا شلوا ایسا شخص
جو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔[1]

ایسی گندی زبان ہمیں نقل کرتے ہوئے بھی بہت گھن آرہی ہے مگر مجبور ہیں۔ اور
مرزا صاحب بھی مجبور تھے کہ بغیر اس گندگی کے نالے علم کی نہریں جاری نہ ہو سکتی تھیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

مرزا غلام احمد جب ملہم تھا اور اس نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کرنا ہے اور لوگ اس سے
اعلیٰ اخلاق نبوت کی توقع رکھیں گے تو اس نے اپنے آپ کو محض شعبدہ بازی کی خاطر بس سفلی
علم میں کیوں گھیرے رکھا۔ کیا اسے اندیشہ نہ تھا کہ لوگ اس کی اس بدزبانی پر انگلی اٹھائیں گے؟

جواب: ہاں مرزا غلام احمد کو اس الجھن کا سامنا کرنے کی فکر تھی لیکن اسے حل کرنے کے لیے
اس نے اپنی زبان کی اصلاح کی بجائے حضرت مسیح پر بدزبانی کا الزام کھلے بندوں لگا دیا۔ یہ
اس لیے کہ لوگ جب مجھے بدزبانی کرتے دیکھیں تو وہ کہیں گے جب پہلا مسیح بدزبان تھا تو اب اگر
اس کا مثیل بدزبانی کرے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ کے خلاف غلط الزامات

- مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں

---

[1] تریاق القلوب ص ۱۶۳

غصہ آجاتا تھا اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک
آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور
یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

یہاں لفظ میرے نزدیک غور طلب ہے یہ بتلاتا ہے کہ مرزا صاحب یہ عبارت اپنے عقیدے
کے طور پر نقل کر رہے ہیں۔ اگر یہ عبارت محض الزامی طور پر ہو تو پھر کوئی شخص اس کی تفسیر یہ کیوں نہیں
کرتا کہ میرے نزدیک یوں ہے۔

مرزا صاحب نے اس سے ایک الزامی تاثر دیا تھا سو انہوں نے دے لیا اب اگر کوئی
شخص مرزا صاحب کو دس ہزار دفعہ لعنت لکھتا بھی دیکھے تو وہ کہے گا کہ مخالفین کو اس طرح
طول وطویل گالیاں دینا کوئی ایسی بات نہیں جو حیران کن ہو۔ پہلے نبی بھی ایسا کیا کرتے تھے۔
چنانچہ مرزا صاحب نے کہا۔ دیکھو کیا حضرت عیسے بد زبانی نہ کرتے تھے یعنی وہ یقیناً ایسا کرتے تھے
مسلم ہے مشہور شدہ ہے کہ پیغمبر کی توہین کفر ہے وہ پیغمبر کوئی ہو مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
توہین کی ہے اور یہ اس کے کفر کی ایک مستقل وجہ ہے اس کا دعویٰ نبوت اپنی جگہ ایک وجہ کفر ہے وہ اپنے دعویٰ
نبوت سے پیشتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بدگوئی ثابت کر لینے سے پورا کافر ہو چکا تھا اور یہ کہہ کر کہ میرے
نزدیک ایسا ہوا اس نے اسے اپنا عقیدہ کہا ہے۔ سو یہ کوئی الزامی بات نہ تھی۔

پھر اس ترتیب کلام پر بھی غور کریں۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کا مجرم
ٹھہرایا ہے۔ یہودیوں کی کاروائی محض جواب کے طور پر تھی۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے:۔

آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔[۱]

پھر اپنے کفر کا اقرار یوں کرتا ہے:۔

میرے مذہب میں کہ انبیاء علیہم السلام کی مدح کے خلاف زبان چلانا میرے نزدیک کفر ہے۔[۲]

---

[۱] ضمیمہ انجام آتھم ص۔ [۲] ملفوظات احمدیہ جلد ۱ ص ۱۴۲

نامناسب نہ ہوگا کہ تذکرہ یہاں چند وہ باتیں بھی درج کر دیں جو منصب انبیاء کا موجب ہیں اور ان کا مرتکب کوئی نہیں ہوتا۔

مرزا غلام احمد کو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ کو ذیابیطس کی بیماری ہے۔ افیون استعمال کریں یہ اس مرض میں مفید ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے کہا:

> آپ نے یہ بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی[1]

حضرت مسیح پر شراب نوشی کا الزام

یہ تو ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد یہ بات عیسائیوں کو نہیں کہہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیتے تھے بلکہ اپنے ساتھیوں کو کہہ رہا ہے جو اسے مسیح موعود مانتے ہیں۔ سو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بات عیسائیوں کو بطور الزام کہی گئی ہے جو مرزا صاحب نے کتاب نسیم دعوت ان کے خلاف لکھی تھی۔ مسیح کو اس ماحول اور ان ملکوں میں جو شراب سے نفرت کرتے ہیں شرابی کہنا یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ہے اور یہاں یہ بات بھی نہیں چل سکتی کہ ان کی شریعت میں شراب حرام نہ تھی۔ سوال اس ماحول کا ہے جہاں لوگ شراب کو حرام سمجھتے ہیں اور ان کے ذہن میں یہ بات غالب رہتی ہے کہ شریف لوگ شراب نہیں پیتے۔ سو یہاں کسی کو شرابی کہنا یقیناً اسے گالی دینے کے مترادف ہے۔ سو مرزا غلام احمد نے واقعی حضرت عیسیٰ کو گالی دی ہے۔

مرزا صاحب چونکہ مثیل مسیح ہونے کے مدعی تھے اس لیے انہیں افیمی اور شرابی ہونے میں قدر مشترک ہونا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ میں شرابی ہی رہوں افیمی نہ بنوں تاکہ میرے مثیل مسیح ہونے کے دعوے پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

افسوس! مرزا صاحب نے اپنی شراب نوشی پر پردہ ڈالنے کے لیے حضرت مسیح پر یہ

[1] نسیم دعوت ص۶۹

بھی محفلوں میں شرابی ہونے کا آوازہ کسا اور یہ محض اس لیے کہ پہلے شراب نوشی کی راہ ہموار کرلیں۔

مرزا بشیر الدین محمود نے مسٹر جے ڈی کھوسلہ سیشن جج ضلع گورداسپور کی عدالت میں سن ۱۹۳۵ء کو بیان دیا تھا کہ واقعی اس کے والد نے "ٹانک وائن" پی۔ اور اس کا یہ اقرار خود ان کے آرگن الفضل میں ۱۹۳۵ء کو چھپا ہے۔ یہ فیصلہ ۲۱ جون ۱۹۳۵ء کو ہوا

اس وقت مرزا غلام احمد کی یہ بات زیر بحث نہیں کہ وہ شرابی کیوں تھا۔ ہم یہاں صرف یہ بتا رہے ہیں کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب کریمہ انداز میں منقصت کی ہے اور اسلام میں یہ اسی طرح کفر ہے جس طرح عقیدہ ختم نبوت کا انکار یا اس کے اس عمل کا انکار جو امت چودہ سو سال سے متواتر چلی آرہی ہے۔

قادیانیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ مرزا صاحب نے یہ باتیں صرف عیسائیوں کو خفا کرنے کے لیے کہیں یہاں ان کا اپنا عقیدہ یہ نہ تھا — انہیں چاہیے کہ مندرجہ ذیل عبارتیں میں لفظ "میرے نزدیک" پر غور کریں:۔

میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا۔[1]

پھر کیا کبھی الزامی جوابات میں اس قسم کے دلائل بھی ہوتے ہیں جو مشاہدات پر مبنی ہوں؟ کچھ تو سوچیں۔

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔[2]

کسی کے بارے میں بیماری کی وجہ سے شراب پینے کا اگر کوئی احتمال ہو سکتا تھا تو دیکھیے مرزا صاحب نے کس پھرتی سے ختم کر دیا ہے تو شاید کہا اور پرانی عادت میں کوئی قرینہ نہ چھوڑا۔

مرزا غلام احمد کی نبوت کا اعلان کرنے سے پہلے بھی اس کے ذہنی موقف پر بھی ایک نظر کرلیں۔

---

[1] تحریر مرزا صاحب ۱۸۹۹ء ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ [2] کشتی نوح صفحہ ۶۵ حاشیہ

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے فقہی موقف کے آئینہ میں

مرزا غلام احمد کے قریب کے دوست سب آزاد خیال تھے۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نیچری تھا اور حکیم نورالدین اہلحدیث تھا۔ مندرجہ ذیل اعمال کی روشنی میں آپ خود دیکھ لیں کہ مرزا غلام احمد کا فقہی مسلک کیا تھا۔ اگر یہ غیر مقلد نہ ہوتا تو مولانا محمد حسین بٹالوی اس کے گمراہ ہونے کا آغاز ترک تقلید سے نہ کرتے۔

کچھ عرصے سے ایک خاص طبقہ تعصب اور جذبات کی رو میں بہہ کر یہ شر انگیز شوشہ چھوڑ رہا ہے کہ مرزا غلام احمد غیر مقلد نہیں بلکہ حنفی المسلک تھا اور اس پر کئی ضخیم کتابیں شائع کر کے عوام کو غلط تاثر دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس کا غیر مقلد ہونا اتنا ہی واضح اور یقینی ہے جتنا اس کا کفر و ارتداد۔ ذیل میں قادیانی کی معتبر کتب سے مرزا اور نورالدین کے چند اعمال اور فتاوے درج کیے جاتے ہیں۔ ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ ان اعمال و اقوال والا شخص کون ہو سکتا ہے، حنفی یا غیر مقلد؟ ویسے بھی ان کی عبادت کا ہر پہلو اگر دیکھا جائے تو یہ پکے اہلحدیث نظر آئیں گے۔

(۱) جناب مرزا صاحب نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے۔

(دیکھئے فتاویٰ احمدیہ جلد ۱ ص۸۱۔ و حقیقت نماز ص۳۸)

(۲) مقتدی امام کے پیچھے لازماً سورۃ فاتحہ پڑھیں یہ فرض ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ جلد ۱ ص۲۸، ص۲۷، ص۴۱ حقیقت نماز ص۱۸)

(۳) امام کے لیے الحمد شریف سے پہلے جہراً آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔ رفع یدین کرنا۔[۱]

(۴) پگڑی پر مسح کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ۱ ص۱۸: تحقیق جرابوں پر مسح نا جائز ہے۔[۲]

(۵) نماز کی حالت میں بعض آیات قرآنی کا جواب دینا۔

---

۱ فتاوےٰ احمدیہ ص۲۲ ۲ ایضاً ص۲۷

٦) سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔[1]

٧) حالتِ نماز میں چل کر کنڈی کھول دینے اور گھڑا باندھ لینے سے نماز میں فرق نہیں آتا۔[2]

٨) جس کی سنت فجر رہ جائیں وہ فرضوں کے بعد پڑھے۔ ہمارا یہی دستور ہے۔[3]

٩) مغرب کی اذان کے بعد دو سنت بغیر ترک کے پڑھے۔ (حقیقت نماز ص۹۹)

١٠) جماعت ثانیہ بلا حرج جائز ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ا ص۶۱)

١١) خارج از نماز آدمی بھی امام کو سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ (حقیقت نماز ص۶۰)

١٢) بعد از فرض دعا کرنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ا ص۵۲)

١٣) جوتا سمیت نماز جائز ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ا ص۴۸)

١٤) نماز تراویح مع وتر گیارہ رکعت ہے۔ (حقیقت نماز ص۱۴۲)

١٥) تین وتر دو پر سلام پھیر کر تیسرا الگ پڑھے۔ (فتاویٰ جلد ا ص۹۱)

١٦) نماز جمعہ کے لیے نہ مقتدیوں کی کوئی تعداد ثابت ہے اور نہ ہی مصر (شہر) کی شرط ثابت ہے۔ (فتاویٰ ص۴۸، ص۵۱)

١٧) جمعہ اور عصر جمع کیے جا سکتے ہیں۔ (حقیقت نماز ص۱۵۱)

١٨) دوران خطبہ جمعہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینی چاہیے۔ (حقیقت نماز ص۱۸۲)

١٩) عیدین کی نماز میں ۱۲ تکبیرات ہیں۔

٢٠) قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے صرف ایک۔ بدہ تو بھی جائز ہے بکرا یک سالہ بھی ہو سکتی ہے۔ (حقیقت نماز ص۲۰۴)

٢١) نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ سورۃ بھی پڑھنا چاہیے۔
(حقیقت نماز ص۲۱۲)

٢٢) غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے بلکہ متعدد غائبین کا جنازہ بھی ہو سکتا ہے۔ (حقیقت نماز ص۲۱۴)

۱؎ حقیقت نماز ص۱۲۳ ۲؎ ایضاً ص۶۲ ۳؎ ایضاً ص۴۸

(۲۳) سفر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ (فتاوی احمدیہ ص ۸۲ حقیقت نماز ص ۴۱) مرزا صاحب ڈھائی میل پر بھی قصر کر لیتے تھے۔

(۲۴) مجلس واحد میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی۔ [1]

(فتاوی احمدیہ صفحات ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۴۱)

(۲۵) رکوع سجود تشہد۔ قیام اور جلسہ میں اپنی اپنی زبان میں دعائیں مانگنا چاہیئے۔

(۲۶) جمعہ رہ جانے کی صورت میں ایک روپیہ یا ساڑھے تین روپے کفارہ دے یا ایک صاع غلہ دے۔

(حقیقت نماز از یعقوب علی تراب مرزائی ایڈیٹر اخبار الحکم مطبوعہ ۱۹۰۰ء)

فرمایئے! کیا یہ اعمال و افعال حنفی کے ہیں یا غیر مقلد کے۔

---

[1] ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں چاروں اماموں کے نزدیک چاروں شمار ہوں گی علاوہ اس کے دور کے اہلحدیث اور قادیانی ان کے ایک ہونے کے قائل ہیں۔ (حقیقت نماز ص ۲۳) قادیانیوں کے نزدیک نماز میں دوسری زبانوں میں بھی دعائیں کی جا سکتی ہیں۔ مرزا غلام احمد کے مرید سرور احمد نے ایک مغرب کی نماز میں جس میں غلام احمد بھی تھا دوسری رکعت میں رکوع کے بعد مرزا صاحب کی ایک فارسی نظم پڑھی جو سے اے خدا! اے چارۂ آزار ما۔ دیکھئے سیرت المہدی حصہ سوم ص ۱۴۳ مولوی محمد حسین گڑھی لکھتے ہیں۔ حضور نے ایک مرتبہ سہو سے نماز ظہر پانچ رکعت پڑھا دی۔ آپ سے پوچھا گیا کیا نماز بڑھ گئی ہے؟ آپ نے کہا کیسے؟ انہوں نے کہا آپ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں۔ اس پر آپ نے سہو کے دو سجدے کئے۔ دیکھئے تحفہ گولڑویہ ص ۳۸۔ اس سے پتہ چلا کہ اہلحدیث کے ہاں اب بھی امام اور مقتدیوں کے آمین بالجہر کہنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

نوٹ: مرزا غلام احمد نے جب ان مسائل کو کسی اپنی وحی پر مبنی نہیں بتلایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا پہلے سے ہی یہی مذہب چلا آتا تھا۔ اہلحدیث ہونے سے پہلے وہ کہیں مقلد رہا ہو تو یہ اور بات ہے۔ نبوت کی دوڑ میں یہ غیر مقلد ہو کر نکلا ہے۔

مرزا غلام احمد کی نئی نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء ہوئے وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی ان میں یا محکوم نبی تھا مرزا غلام احمد اپنے دعاوی کے اندھیرے میں ان میں کسی صف میں نظر نہیں آتے۔ نبوت کی اس نئی نوع کا قرآن و حدیث میں کہیں ذکر نہیں۔ فقط معاملہ یہیں تک رہتا تو شاید شطحیات کی کوئی اور نوع سامنے آجاتی۔ لیکن افسوس صد افسوس قادیانی مصنفین بجائے اس کے کہ وہ اس نئی نبوت کے اثبات کے لیے ان آیات و احادیث کے درپے ہوتے جن میں پہلی نبوتوں کے حاملین کے تذکرے اور بیانات تھے وعدے ایک بالکل نئی قسم کی نبوت کا استدلال ان نبوتوں کے جو قطعی ختم ہو چکیں ہیں متعلقہ میں حقیقتاً ظاہر ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ان سب کے خاتم دنیا میں تشریف لائے اور نبوت کا سلسلہ جو حضرت آدمؑ سے چلا تھا اپنی شان تکمیل کو پہنچ گیا۔ مرزا غلام احمد کی نبوت بالکل ایک نئی قسم کی نبوت ہے۔ جس طرح مرزا بشیرالدین محمود کی نبوت اس سے بھی آگے ایک اور قسم کی خلعت پہنائی گئی۔

مرزا بشیرالدین محمود نے کہا تھا:۔

> میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ ؎

یہاں میاں صاحب اپنے لیے نبی کے مدعی ہیں۔ ہمیں اس وقت میاں صاحب کی نبوت سے بحث نہیں۔ ہم یہاں صرف مرزا غلام احمد کی نبوت پر بحث کر رہے ہیں جس نبوت کے مرزا صاحب مدعی ہیں۔ اس کے امتیازی خطوط یہ ہیں:۔

① تدریجی نبی

مرزا صاحب مختلف مرحلوں سے گزرتے ہوئے یہاں تک کہ اپنی پہلی تحریروں کو منسوخ

؎ الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۳۲ء

کرتے ہوئے تدریجاً مقامِ نبوت پر آئے جیسے نبیوں میں کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے پہلے اور دعوے کیے ہوں اور پھر ترقی کرتا ہو۔

۲ مشتبہ نبی

پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے اب تک اس کے پیرو اس مسئلہ پر دو پارٹیوں میں بٹ گئے ہوں کہ اس کا اصل دعویٰ کیا ہے اور یہ کہ وہ نبی تھا یا نہیں۔

۳ غلام نبی

پچھلے نبیوں میں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے خدا کے نام پر کسی کافر حکومت کی ماتحتی کو سایۂ رحمت خیال کیا ہو اور اس کے احسانات سے اپنے کام کو آگے بڑھایا ہو جس کی طلب حمایت اپنی آسمانی کارروائی کی ہو۔

۴ جھوٹا نبی

اب تک کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کی وہ پیشگوئیاں جو اس نے اپنے دعوے کے صدق کے لیے بطور دلیل پیش کی ہوں اور بار بار ان پر تحدی کی ہو جھوٹی نکلی ہوں اور پھر بھی وہ اپنے دعوے پر قائم رہے اور ان پیشگوئیوں پر غلط لگاتا جائے۔

۵ انگریزی نبی

اب تک کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جو لوگوں کو گورنمنٹ کے حکم سے اپنی نبوت کے نشان دکھلائے۔ معجزہ خدا کا فعل ہے اور خدا کسی گورنمنٹ کے حکم کے ماتحت نہیں ہے پھر وہ ایک غیر مسلم گورنمنٹ کے ماتحت کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ وہ پانچ وجوہ ہیں جو اب تک کسی پہلی نبوت میں وہ وحی تشریع کے ساتھ ہو یا بغیر تشریع کے ساتھ نہیں پائے گئے۔ سو مرزا غلام احمد کی نبوت بالکل ایک جدید قسم کی نبوت ہے جس کا پہلی نبوتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نبوت کی ایک بالکل نئی نوع ہے جو نہ کبھی پہلے پائی گئی اور نہ کبھی آئندہ پائی جائے گی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ اس نبوت کے لیے ایک

میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔

جب یہ نبوت ایک جدید نوع کی ہوئی اور اس نوع کا فرد بھی واقع میں ایک ہی ہو تو کیا یہ پہیلی نہیں جس کا کوئی صورت سامنے نہ ہو، جب یہ دعوے کسی نئی نبوت کا ہے تو اس کے لیے پہلے نبیوں کی نبوت کی آیات پڑھنا اور اس کی نبوت کو باقی اور ساری قرار دیا گیا دعویٰ اور دلیل میں کیا تضاد نہیں ، قادیانی مبلغین اگر مرزا صاحب کی نبوت کے لیے ان آیات سے استدلال نہ کرتے جن میں پہلے نبیوں کی آمد کی خبر دی گئی تو شاید ان کے پرانے ساتھی مولوی محمد علی لاہوری ان سے جدا نہ ہوتے ۔ وہ بار بار مرزا بشیر الدین محمود کو سمجھاتے رہے کہ جب ہم مرزا صاحب کے لیے ایک بالکل نئی نوع نبوت کے قائل ہیں تو پہلی نبوتوں سے وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی کیوں مثالیں دیں ۔ وہ تمام نبوتیں جن کا قرآن ذکر کرتا ہے تشریعی ہوں یا غیر تشریعی حضرت خاتم النبیین پر ختم ہو چکی ہیں۔ مگر افسوس کہ مرزا محمود نے ان کی نہ مانی اور مرزا غلام احمد کو برابر نبی کہتا رہا۔

ہمیں اس کا بھی افسوس ہے کہ مولوی محمد علی لاہوری مرزا غلام احمد کے لیے اس جدید نوع نبوت کو جس کا نہ قرآن میں کہیں ذکر ہے نہ حدیث صحیح میں، پھر بھی مانتے رہے ۔ اور انہیں وکیل ہونے کے باوجود کبھی یہ خیال نہ آیا کہ قرآن پاک جیسے کوئی اصولی بات جس کی کبھی ضرورت پڑ سکتی تھی نہیں چھوڑی، آخر اس نوع نبوت کا کیوں کہیں ذکر نہیں کیا !

اس سے زیادہ افسوس ہمیں اس پر ہے کہ قادیانی مبلغ جو مرزا غلام احمد کی اس نئی نبوت کو قرآن و حدیث میں کہیں دیکھ نہیں پاتے اور مرزا غلام احمد کے جو دعوے ہیں تو وہ اشتباہ کا شکار ہیں۔ یہ بھی ایک گروہ بندی میں چال چلے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اور فریب دینے کے لیے کچھ اس کے درپے ہوتے کہ مسلمانوں کے بعض بڑے بزرگ بھی صرف ختم نبوت مرئی کے قائل تھے۔ تشریعی نبوت ۔ اور وہ ممکن سمجھتے تھے کہ حضرت خاتم النبیین کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے

(رسالہ الفرقان)

پیروی کرنے والوں کی نجات جاتے ہی ہو جائے گی اور گنہگاروں کی کچھ سزا کے بعد تاہم نبوت کو ماننے کے لیے نجات یقینی ہے۔

سوال: نبوت اپنے ماننے والے کو نجات کی ضمانت کب تک دیتی ہے ضمانت کی آخری تاریخ کیا ہے؟

جواب: جب تک دوسرا نبی منکشف اس کے آنے پر یہ ضمانت اس دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے اب اس پہلے نبی کو ماننا تو ضروری ہو گا لیکن اس کے ماننے میں نجات کی ضمانت نہ ہوگی۔ یہ ضمانت اب اگلے نبی کی نبوت میں ملے گی۔

سوال: یہاں ضمانت پکی بھی ہوتی ہے جو کچھ وقت کے لیے ہو اور پکی بھی ہوتی ہے جو دوامی ہے کسی نبوت کے تسلیم کرنے میں نجات کی پکی ضمانت بھی ہے؟

جواب: جس نبوت میں نجات کی ضمانت پکی ہو، دوامی ہو، آگے کسی کو منتقل نہ ہو۔ وہ ختم نبوت ہے۔ اس میں نہ کسی نئے نبی کی آمد ہے نہ اس میں اس ضمانت کے کہیں آگے منتقل ہونے کا کھٹکا ہے نجات کی یہ پکی ضمانت صرف حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں ہے اور اس نبوت کو تسلیم کرنا پہلی سب نبوتوں کی جا نشین ہے۔ اس کامل کے آنے کے بعد کوئی اور نبی نہیں جس کا لیٹنٹ کا دعوے ہو اس کا ماننا ضروری ہو اور آخرت میں نجات کی ضمانت اب اس میں منتقل ہو جائے۔

آسمانی دفتر کا الٰہی فیصلہ

سو علم الٰہی میں مقدر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نبوت نہ ملے کیونکہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرنے لگا اس دعوے میں ضروری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنا دے جو اس پر اللہ تعالیٰ

کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ ایک امت بنادے جو اس کو نبی کہتی ہو اور
اس کی کتاب کو کتب اللہ جانتی ہو۔ ؎

دعوے نبوت کے لیے ضروری نہیں کہ وہ کوئی نئی شریعت بھی لائے محض
اتنی بات سے بھی نبوت کا تحقق ہو جاتا ہے۔ اور نجات کی ضمانت اگلے
نبی میں منتقل ہو جاتی ہے ایسا نہ ہو تو ایک نئی جماعت بننے کی ضرورت نہیں
رہتی اور اس نبی کا ماننا لازم نہیں ٹھہرتا جب اس نے نئی جماعت بنالی
تو دوسرے سب نجات کی ضمانت سے نکل گئے۔

کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود بے بہبود سے الگ نہیں کیا
کیا وہ انبیاء جن کے سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ
جماعتیں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا
ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بے شک کیا ہے۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب
نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں
سے الگ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کون سی کی؟ ؎

ہمیں اس وقت اس دعویٰ (دعویٰ نبوت) کے صدق و کذب سے بحث نہیں۔ ہم
یہاں صرف یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ کسی نئے نبی کو ماننے سے (اس کا دعویٰ نئی شریعت کا ہو یا پچھلی
شریعت کی بحالی) نجات کی ضمانت خاتم النبیین کے ماننے میں نہیں رہتی اور یہ رسالت محمدی
کی کاملیت کے اس عقیدے کے خلاف ہے جو ہر مسلمان کے دل میں گھر کر چکا ہے حضور کی رسالت
اتنی کامل و مکمل ہے کہ اب اسے ماننے سے آخرت میں نجات کی ضمانت ملتی ہے۔ اب اس
امت کے لیے اور کوئی بعثت نہیں نہ یہ نجات کی ضمانت اب اور کسی میں منتقل ہوگی۔ قیامت تک یہی
امت رہے گی اس امت کے بعد اب کوئی امت نہیں۔

؎ آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۲-۲۷۳ ؎ الفضل قادیان ۲۲ فروری و ۲ مارچ ۱۹۱۸ء

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے سلف سے لے کر خلف تک جس نے اسے بیان کیا اسے اسلام کے بنیادی عقائد میں ذکر کیا ہے اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک عقیدہ اتنا تو بنیادی درجے میں ہو مگر معنی غیر واضح ہو اور اسے سننے اس کا کوئی قطعی مفہوم اور واضح حقیقت ذہن میں نہ آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ جس طرح اپنے ثبوت میں قطعی اور یقینی ہے اسی طرح اپنی دلالت میں بھی قطعی اور یقینی ہے ختم نبوت کا نام آتے ہی ذہن میں یہ بات آ جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص پیدا نہ ہو گا جسے شریعت کی رو سے نبی اللہ کہا جا سکے۔ پوری تیرہ صدیوں میں اس کے یہی معنی سمجھے گئے اور اس کے اس معنی و مفہوم سے کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

بیشتر اس کے کہ ہم عقیدہ ختم نبوت کے اس تاریخی تسلسل اور اس کے تواتر سے قبول کیے گئے معنی و مفہوم پر غور کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معنی و مفہوم کتاب و سنت سے ساتھ لے کر چلیں۔ قرآنی مرویات اور پیغمبرانہ تعلیمات کی صحیح اور واضح ترین صورت وہی ہے جسے امت نے تیرہ صدیوں کے تاریخی تسلسل میں بالاتفاق قبول کیا ہے

قرآن کریم اور ختم نبوت

قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلے الفاظ میں خاتم النبیین کہا گیا ہے اور اس کے سوا کئی اور ایسے شواہد موجود ہیں جو حضور کے آخری نبی ہونے کی شہادت دیتے ہیں قرآن کریم آخری حصہ میں حدود و قیامت کو کچھ ایسی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بعد اب صرف قیامت ہے۔ حضور اور قیامت کے درمیان کوئی سماوی حجت نہیں ہے۔

اس ڈر سے کہ یہ کتاب طویل نہ ہو جائے ہم بطور تبرک معنی ختم نبوت پر قرآن کریم کی دو شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ واللہ ولی الامر و بہ تتم الصالحات

معنی ختم نبوت پر قرآن کی پہلی شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی۔ جاہلی عرب میں خاندانی رشتوں اور قبائلی عصبیت سے تحریکیں آگے بڑھتی تھیں۔ ذہن جاہلیت نے سمجھا کہ معاذ اللہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحریک اسلام ڈوب جائے گی کیونکہ پیغمبر اسلام کا کوئی بیٹا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول تو ہیں اور ظاہر ہے کہ رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اس کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔ پس جس کی روحانی اولاد موجود ہو وہ آپ کی دعوت اور عزیمت کو لے کر آگے کیوں نہ بڑھے گی اور اسلام کا پودا ہمیشہ کے لیے کیوں نہ لہلہائے گا۔ بلکہ آپ کی روحانی اولاد تو اس قدر ہے کہ کبھی ختم نہ ہوگی کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور قیامت تک آنے والے انسان آپ کی شمع رسالت سے روشنی پائیں گے اور آپ کی روحانی اولاد ہوں گے۔ بھلا جس کی روحانی اولاد اتنی کثیر ہو اور برابر چلتی آئے اس کی تحریک اس کی وفات پہ کیسے ختم ہو جائے گی جس چراغ کو خدا روشن رکھے اسے کوئی نہیں بجھا سکتا۔ قرآن کریم کہتا ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

وکان اللہ بکل شیء علیما۔

ترجمہ۔ اور محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں وہ ایک بڑی امت کے روحانی باپ ہیں اور نبیوں کے ختم پر ہیں کہ اب قیامت تک آپ کی امت پھیلے گی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا ہے کہ آپ کی روحانی اولاد کتنی زیادہ ہو[3].

ولکن رسول اللہ کے ساتھ وخاتم النبیین کا تقرر روحانی اولاد کی کثرت کے لیے ہے

ولکن رسول اللہ کا استدراک آپ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان اور وخاتم النبیین آپ

[illegible] الاحزاب (۵)   ٹہ پ ۳۰ انا اعطیناک الکوثر

کی کثرت اولاد کا بیان ہے۔ آپ کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا اگر ممکن مانا جائے تو قرآنی الفاظ ولٰکن رسول اللہ کے ساتھ وخاتم النبیین کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا۔ حضور بے شک سب سے اعلیٰ درجے کے پیغمبر ہیں اور ہمیں ختم نبوت مرتبی سے بھی انکار نہیں۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے کمالات نبوت سے کا جیں امت کو فیض ملتا ہے لیکن آیت مذکورہ میں جو سیاق وسباق سے آپ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان ہے اس کے ساتھ خاتم النبیین کا لفظ آپ کی کثرت امت کا بیان ہے اور اس کی دلالت یہی ہے کہ اب قیامت تک پیدا ہونے والے انسان آپ ہی کی امت ہوں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہو نہ کوئی نئی امت بنے اور ختم نبوت کی اساس پر آپ کی روحانی اولاد قیامت تک جاری رہے۔ خاتم النبیین کے اس معنی کے سوا کوئی اور معنی و مراد اس آیت کے سیاق وسباق کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتے

آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو ضرور ہے کہ آگے اس کی امت کا دور شروع ہو پھر حضور خاتم النبیین کی روحانی اولاد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے جو قرآنی بشارت کے خلاف ہے۔ اور اگر کوئی ایسا نبی پیدا ہو جو نئی شریعت نہ لائے اور اپنے آپ کو حضور کی شریعت کے تابع کہے مگر ایک نئی امت بنائے اور اپنے پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر کہے

۱؎ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔ (الحکم ۱۳ فروری ۱۹۰۸ء) مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵) ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوار خلافت مرزا بشیر الدین محمود صفحہ ۹۰) جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ ضرور ہے کہ وہ ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۴)

جیسی قرار دے اور انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی امت سے الگ کہے تو بھی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور یہ مختصر سی اقلیت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد کی بیان کردہ کثرت کو توڑ کر وجود میں آتی گئی گو اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی امت کہے اس کا وجود آیت خاتم النبیین کی کثرت امت ثبات کے قطعاً منافی ہوگا۔ پھر قرآنی اعلان و خاتم النبیین آپ کی روحانی ابوت اور آپ کی روحانی اولاد کی کثرت پر کیسے دلالت کرے گا؟

مرزا غلام احمد بھی اپنے دعوے نبوت سے پہلے اس آیت کی یہی مراد بیان کرتا رہا ہے :-

> محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے ختم کرنے والا نبیوں کا ۔۔۔۔۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔[1]

> قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔[2]

> ہست او خیر الرسل خیر الانام
> ہر نبوت را بروشد اختتام[3]

مرزا بشیر الدین محمود تسلیم کرتے ہیں :-

> نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی گئی۔[4]

لہ ازالہ اوہام ص۶۱۴ ؎ کتاب البریہ ص۱۸۴ ؎ سراج منیر ص ؎ الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۴۱ء و خطبہ جمعہ کا فقرہ

ان تصریحات کے بعد قادیانیوں کا یہ اعلان کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور وہ مسلمانوں سے الگ نہیں ہیں ایک مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآنی شہادت اس باب میں قطعی اور واضح ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت ختم ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

آیت خاتم النبیین کے معنی دور اوّل میں کیا سمجھے گئے؟

آیت خاتم النبیین کے معنی دورِ اوّل میں کیا سمجھے گئے۔ اس کے لیے صحابہ کرامؓ کے ان شاگردوں کی شہادت لیجئے جو اس امت میں علم تفسیر کے امام سمجھے گئے ہیں۔ حضرت قتادہ (۱۱۸ھ) اور حضرت حسن بصری (۱۱۰ھ) کے علم و مرتبہ سے کون واقف نہیں۔ ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) حضرت قتادہ سے نقل کرتے ہیں:۔

عن قتادہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین ای اٰخرھم[1]

محدث عبد بن حمید حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں:۔

عن الحسن فی قولہ تعالٰی وخاتم النبیین قال ختم اللّٰہ النبیین بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وکان اٰخر من بعث[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کا (وہ نئی شریعت والے ہوں یا پرانی شریعت پر چلنے والے) خاتم کہا گیا ہے خاتم المرسلین نہ فرمایا تاکہ کوئی آپ کو صرف رسولوں کا خاتم نہ سمجھے۔ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں اور آخری فرد ہیں جس کی بعثت ہوئی۔

امام ابن جریر کی اپنی عبارت ملاحظہ ہو:۔

ولٰکنہ رسول اللّٰہ وخاتم النبیین الذی ختم النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہ الٰی قیام الساعۃ وبنحو الذی قلنا قال اھل التاویل[3]

---

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ صفحہ ۱۲ [2] الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ [3] تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ صفحہ ۱۲

ترجمہ۔ نبیوں کا آخری اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو حکومت نہ دی جائے گی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس کے خلاف نہیں وہ ان میں سے ہیں جن کو حضورؐ کی بعثت سے پہلے نبوت ملی۔

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں۔

فهذه الآية نص فی انه لا نبی بعده واذا كان لا نبی بعده فلا رسول بالطريق الاولى والاحرى لان مقام الرسالة اخص من مقام النبوة فان كل رسول نبی ولا ينعكس وبذلك وردت الاحاديث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من حديث جماعة من الصحابة.[1]

ترجمہ آیت خاتم النبیین اس پر نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جب نبی کوئی نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ رسول بطریق اولیٰ کوئی نہ ہوگا کیونکہ رسالت نبوت سے خاص ہے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں اور خبر شرعی ہے اس مضمون پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے متواتر احادیث وارد ہیں۔

یہ اسلام کی پہلی آٹھ صدیوں کی بے لاگ شہادت ہے امت نے بخاری پچھلے دور میں لفظ خاتم النبیین سے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ اس سے صرف تشریعی نبوت کا ختم مراد ہے اور اس آیت میں یہ تخصیص ہے سب نے بالاتفاق اس سے یہی مراد لی کہ اس میں نبوت اور رسالت ہر دو کے ختم کا کھلا اعلان ہے اور ختم نبوت پر نص ہے۔

کلیات ابی البقاء میں ہے:۔

وتسمية نبينا خاتم الانبياء لان الخاتم آخر القوم قال الله تعالى ولكن رسول الله وخاتم النبيين ثم قال ونفى العام يستلزم نفى الخاص[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۹۳ [2] کلیات ابی البقاء صفحہ ۳۱۹

ترجمہ: ہمارے نبی کریم کا نام اس لیے خاتم النبیین رکھا گیا کہ خاتم قوم آخر القوم
ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: آپ اللہ
کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ صاحب مزاج لبید کہتے ہیں عام کی نفی
(خاتمہ نبی ہونے کی نفی) خاص کی نفی کو لازم ہے کہ تشریعی نبوت کا بھی
اس میں خاتمہ ہے۔

یہ دور اول کی شہادت آپ کے سامنے ہے ختم نبوت سے ہر شخص نے وہ عامی ہو
یا عالم محدث ہو یا مفسر مجتہد ہو یا عام اہل معرفت ایک اور ایک ہی مفہوم مراد لیا ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی وہ غیر تشریعی درجے کا ہو (صرف نبی) یا تشریعی درجے کا (کہ
رسول بھی ہو) ہرگز مبعوث نہ ہوگا۔ اور جو ختم نبوت کا اس تفصیل سے اقرار نہیں کرتا جس میں
تخصیص کا مدعی ہے وہ ختم نبوت کا منکر ہے ہرگز اس کا قائل نہیں۔ حضور کا خاتم النبیین ہونا
قرآن کی نص ہے اور وہ نص کا منکر ہے۔ الفاظ کا معنی کوئی بات نہیں، الفاظ اپنے معنی کے ساتھ
چلتے ہیں اگر کوئی اس معنی کو مراد نہیں مانتا تو اسے کس طرح ان الفاظ کا قائل قرار دیا جا سکتا
ہے۔

معنی خاتم النبیین پر دور آخر کی شہادت

تیرہویں صدی کے مفسر جلیل علامہ آلوسیؒ (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں۔

المراد بالنبی ما ہو اعم من الرسول فیلزم من کونہ صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم النبیین کونہ خاتم المرسلین[1]

ترجمہ: خاتم النبیین میں نبی سے مراد رسالت (تشریعی نبوت) سے اعم ہے
حضور آپ کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کا خاتم المرسلین ہونا خود بخود لازم

---

[1] روح المعانی جلد ۔۔

آ رہا ہے۔

اسلام کی ان تیرہ صدیوں میں کوئی قابل ذکر محدث اور فقیہ اس بات کا قائل نہیں گزرا کہ قرآن کی اس آیت میں کوئی تخصیص ہے۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی دوسری شہادت

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام کا ایک اجلاس بلایا۔ سب کی ارواح حاضر ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے میثاق لیا کہ جب تمہیں میری طرف سے نبوت اور احکام ملیں اور پھر میرا ایک خاص رسول تمہارے ہاں آئے تم سب اس پر ایمان لانا ہمیں (یعنی اپنی امتوں میں اس آنے والے رسول کی خبر دیتے جانا) اور اگر تم اس کا زمانہ پاؤ تو اس کی نصرت بھی کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کا اقرار لیا۔ سب نے اقرار کیا اور پھر رب العزت نے اس میثاق پر اپنی شہادت ثبت فرمادی۔ اس میثاق میں اس خاص رسول کی آمد سب سے آخر میں بتائی گئی ہے اسے ثم کے لفظ سے ذکر کیا جو تراخی اور بعدیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس میثاق سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب سے اونچا پیغمبر سب سے آخر میں آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے مراد آپ کا سب سے اخیر میں آنا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم

رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم

واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا وانا معکم

من الشاہدین (پ۳، آل عمران آیت ۸۱)

ترجمہ: اور جب لیا اللہ نے سب نبیوں سے کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و

لہ پہلی کتابوں میں بھی رسول کا لفظ اس طرح مطلق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آیا ہے اور شاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی مطلق ذکر کی جائے تو اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے۔

حکمت سے نوازوں پھر آئے تمہارے پاس اس شان کا رسول کہ وہ تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اس عہد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔[1]

یہ عہد تمام رسولوں سے لیا گیا تھا جن میں وہ بھی تھے جو نئی شریعت لائے اور وہ بھی تھے جو سابقہ شرائع کے مطابق فیصلے دیتے رہے[2]۔ اور وہ عہد کا رسول ان سب کے بعد آیا اور وہ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا تھا۔ قرآن کریم کی یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو بڑی وضاحت سے بیان کر رہی ہے۔

سیاق آیت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رسول موعود سب نبیوں اور رسولوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ تبھی تو اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا ان سے وعدہ لیا جا رہا ہے اور آیت میں یہ بات بھی بہ وضاحت مذکور ہے کہ وہ ان سب کے بعد آئے گی۔

لغت عرب میں ثم تراخی کے لیے آتا ہے اس کے بعد جو مذکور ہو اس میں امہال ہوتا ہے اسے کچھ مہلت دی جاتی ہے۔ عرب جب کہتے ہیں جاءنی زید ثم عمرو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عمر زید کے بعد آیا۔

---

[1] حقیقۃ الوحی ص ۱۳۳ [2] انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی و نور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا۔ (پ ۶ المائدہ ۴۴)

سوال: جب یہ عہد تمام رسولوں سے لیا گیا کہ تم اس پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لاؤ اور اس کی نصرت کرنا تو کیا اس میثاق میں آنحضرتؐ بھی موجود تھے اور آپ سے بھی عہد لیا گیا کہ اپنے آپ پر ایمان لائیں؟

جواب: سورۂ احزاب میں اس میثاق کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم ومنك ومن نوح وإبراهيم وموسى وعيسى ابن مريم وأخذنا منهم ميثاقا غليظا۔ (پ ۲۱ الاحزاب)

ترجمہ: اور جب ہم نے سب نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح سے بھی ابراہیم سے بھی اور موسیٰ اور عیسیٰ سے بھی اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا۔

یہ عہد سب نبیوں سے لیا گیا تھا لیکن پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا سو اس عہد میں آپ بھی شامل تھے۔ رہی یہ بات کہ حضورؐ سے اپنے اوپر ایمان لانے کا عہد کس لیے لیا گیا اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تصدیق خود قرآن کریم نے کر دی ہے۔

آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون. كل آمن بالله. (پ۳ البقرہ ع۴۰)

ترجمہ: یہ رسول بھی اس پر ایمان لائے جو ان کی طرف آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا اور تمام مومنین بھی ایمان لائے ہر ایک ان میں سے اللہ پر ایمان لایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کلمہ شہادت پڑھتے تھے اور اپنے رسول ہونے کی شہادت دیتے تھے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے تو قادیانی اس پر اس لیے تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اس رسول آخر الزمان سے حضورؐ کے علاوہ کسی اور رسول کی رسالت ثابت کرنے کے درپے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ مرزا غلام احمد نے یہاں رسول سے آنحضرتؐ ہی مراد لیے ہیں۔

اس آیت میں ثم جاءکم رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔[1]

یہ حقیقت بڑی وضاحت سے بتا رہی ہے کہ آنحضرتؐ سب سے آخر آنے والے پیغمبر ہیں آپ کے بارے میں تمام پیغمبروں سے عہد لیا گیا کہ اپنے اپنے وقت میں آپ کی آمد کی خبر دیں کہ آپ کی نصرت کریں۔ ظاہر ہے کہ جس کی خبر سب پیغمبر دیتے چلے آئے وہی افضل النبیین ہو گا۔

---

[1] حقیقۃ الوحی ص۱۳۱

آیت عہد میثاق سے یہ بات واضح ہے کہ جو افضل النبیین ہوگا وہی خاتم النبیین ہے۔ اب یہ بات کہ حضور افضل النبیین ہیں یہ وہ حقیقت ہے کہ جس کا انکار شاید قادیانی بھی نہ کر سکیں سو اس کے بعد اس بات کے تسلیم کرنے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کے آخر میں تشریف لائے۔ دیر کیا رہ جاتی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابن عباس سے یہی تفسیر منقول ہے۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی تیسری شہادت

انبیاء علیہم السلام ملاء اعلیٰ سے خبریں پاتے ہیں اور اپنے مخاطبین کو بشارتیں بھی دیتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈراتے بھی ہیں۔ انبیاء کرام خواہ نئی شریعت والے ہوں خواہ پہلی شریعت کے تابع، بشارت و نذارت سب کی مشترک صفت ہے ہر نبی بشیر و نذیر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غایت یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ نہ صرف عرب کو بلکہ دنیا کے لوگوں کو نہ صرف اس وقت کے لوگوں کو بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ان کے نیک و بد سے آگاہ کریں۔ جس طرح آپ کی شریعت ان سب کے لیے کافی ہے آپ کی بشارت و نذارت بھی ان سب کو محیط ہے۔ ان کے لیے خدا کی طرف سے کوئی اور بشیر و نذیر آنے کا نہیں۔

قرآن کریم کہتا ہے:۔

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (پ ۲۲۔ سبا ع ۳)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ کو رسالت اسی لیے دی کہ اب آپ زمانہ کے تمام لوگوں کے لیے بشارت اور نذارت لیے ہوئے ہیں۔

آپ کے بعد اگر کوئی اور نبی ہو گو آپ کی شریعت کے تابع تصور کیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے لیے بشیر و نذیر ہوگا یا نہ؟ بصورت دیگر وہ نبی نہیں۔ بشارت و نذارت ہر پیغمبر کی ذمہ داری ہے اور بصورت اول اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انسانوں کی

لیے بشیر و نذیر ہونا ناکافی ہو جاتا ہے اور ایک بشارت و نذارت کافی ہوتی ہے جو جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و نذارت سب بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ جب اب تک آپ کے نائبین العلماء ورثۃ الانبیاء آپ کی طرف سے نیابۃً ادا کر رہے ہیں حقیقت میں اب آپ ہی سب انسانوں کے لیے بشیر و نذیر ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نبی تجویز کیا جائے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں کے لیے بشیر و نذیر نہیں رہتے۔ پھر وہ نیا نبی اپنے وقت کا بشیر و نذیر ٹھہرتا ہے۔ جو خدا سے خبریں پا کر بشارت و نذارت دے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

تمت بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ وبلغ انقطع عذرہ ونذرہ۔[2]

ترجمہ: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی حجت اہل زمین پر پوری ہو گئی اور اللہ کی طرف سے نذیر اور نذیر ہونا آپ پر ختم ہو گیا۔

جن ادوار میں آمد و رفت کے ذرائع اور ملکوں کا میل جول چنداں آسان نہ تھا تمدن نے ارتقاء کی یہ منزلیں طے نہ کی تھیں نہ قوموں کی باہمی آمیزش کے عام مواقع میسر تھے تو حکمت ایزدی ہر علاقے اور ملک میں علیحدہ علیحدہ پیغمبر بھیجتی رہی اور جب تمدن یوں ارتقا پذیر ہوا کہ ساری دنیا ایک وحدت میں منسلک ہو سکے تو پھر وہ پیغمبر آیا جو مکانی اعتبار سے بھی ساری دنیا کے لیے بشیر و نذیر ہوا اور زمانی اعتبار سے بھی ہمیشہ کے لیے بشیر و نذیر ٹھہرے آئندہ آنے والی تمام نسلوں اور قوموں کے لیے اسی کی بشارت اور نذارت پہنچے۔ وہ خدا کی طرف سے آخری برہان ہوا اور نبوت کا آخری نشان ہوا۔ اشارہ شناسان حقیقت کو معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان اور زمین و زمان کی تمام وسعتوں کو شامل ہے۔

---

[1] کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین ... (البقرہ پ ۲) وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین (پ ۱۵ الکہف ع ۸) [2] نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۲

قرآن کریم کہتا ہے :-

قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (پ ۹ : الاعراف آیت ۱۵۸)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب لوگوں کی طرف۔

اور یہ بھی فرمایا :-

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (پ ۱۸ الفرقان)

ترجمہ: بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتاری فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ پر تاکہ ہو سب جہان کو ڈرانے والا۔

آپ سب جہانوں کے لیے بشیر و نذیر بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد نہ کوئی کوئی اور نبی ہوا اور نہ کبھی کوئی اور نبی آئے گا۔ جبکہ مرزا قادیانی جس طرح دنیا ایک قوم تھی آخر میں بھی دنیا آپ کی دعوتِ رسالت سے ایک قوم بن گئی ہے۔

مرزا غلام احمد لکھتے ہیں :-

جب دنیا نے اجتماع اور اتحاد کے لیے پہلو بدلا یا اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کے سارے سامان پیدا ہو گئے تب وہ وقت آگیا کہ قومی تفرقہ درمیان سے اٹھا دیا جائے اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کر دیا جائے تب خدا نے سب دنیا کے لیے ایک ہی نبی بھیجا تاکہ وہ سب قوموں کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے اور جیسا کہ ابتدا میں ایک قوم تھی آخر میں بھی ایک ہی قوم بنا دے۔[1]

---

[1] چشمہ معرفت ص ۱۳۲ مرزا غلام احمد

آنحضرتؐ کا نذارتِ عامہ کا اعلان

خدا تعالیٰ نے آپ کو کل بنی آدم کے لیے بشیر و نذیر بنایا. آپ کی بعثت ہر اولادِ آدم کے جہاں جہاں تک بھی ہو سب کے لیے آپ ہی بشیر و نذیر ہیں. آپ نے خود بھی اس کا اعلان فرمایا:۔

واوحی الیّ ھٰذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ. (پ الانعام آیت ۱۹)

ترجمہ. مجھے یہ قرآن وحی کے ساتھ دیا گیا ہے کہ میں تمہیں اس کے ذریعے ڈراؤں اور ان تمام کی نذارت کروں جن تک یہ پہنچے.

اور آپ نے یہ بھی فرمایا:۔

انا رسول من ادرک حیاً ومن یولد بعدی.[1]

ترجمہ. میں اس کے لیے بھی رسول ہوں جسے میں زندہ پاؤں اور اس کے لیے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں.

اور آپ نے یہ بھی فرمایا:۔

فضلت علی الانبیاء بست... وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون.[2]

ترجمہ مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی... ان میں ایک یہ کہ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا اور نبیوں کے آنے کا سلسلہ مجھ پر ختم ہوا.

اور یہ بھی فرمایا کہ میں تمام کالی اور گوری قوموں کے لیے بھیجا گیا ہوں. یہ رنگوں اور نسلوں کے جغرافیائی فاصلے میری نبوت کی تحدید نہیں کرتے میں سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں. حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں. آپ نے فرمایا:۔

---

[1] رواہ ابن سعد عن ابی الحسن مرفوعاً جلد ۱ صفحہ ۱۰ [2] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۹

بعثت الیٰ کل احمر واسود[1]

ترجمہ: میں تمام اقوام عالم کی طرف بھیجا گیا ہوں وہ سرخ ہوں یا سیاہ۔

یہ بات ماننی کہ آپ کل بنی آدم کے لیے رسول ہیں ضروریات دین میں سے ہے آپ کی بعثت کے بعد جو کوئی اپنے لیے کسی اور کو رسول بتائے وہ ضروریات دین کا منکر ہوگا آپ سب کے لیے اللہ کے رسول ہیں۔ اور خدا کے اس قانون کے تحت آپ اس زمین پہ خدا کی آواز ہیں۔

اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس۔ (پ ۱۷، الحج آیت ۷۵)

ترجمہ: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور انسانوں میں۔

انسانوں میں سے اس دور کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول چنا ہوا ہے اور آپ کی نبوت کا دور قیامت تک وسیع ہے

آپ کی کل بنی آدم کے لیے بعثت ماننا ضروریات دین میں سے ہے

قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ (پ ۹، الاعراف ع ۲۰)

ترجمہ: آپ کہیں اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب لوگوں کی طرف۔

اس کے تحت حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں۔

ھذا من شرفہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین وانہ مبعوث الی الخلق کافۃ ..... والآیات فی ھذا کثیرۃ کما ان الاحادیث فی ھذا اکثر من ان تحصیٰ وھو معلوم فی دین الاسلام ضرورۃ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول الی الناس کلھم[2]

---

[1] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ [2] تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵۳

معنی ختم نبوت پر قرآن کی چوتھی شہادت

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سیدھی راہ اور آخرت کی فلاح دو قسم کی وحی پر ایمان لانے سے وابستہ کی ہے۔ ایک وہ وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی (خواہ متلو ہو خواہ غیر متلو) اور دوسری وہ جو آپ سے پہلے انبیاء کرام پر آتی رہی۔ وحی کا کوئی تیسرا فرد نہیں جس پر ایمان لانے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی اور وحی آنے والی ہوتی تو ہمیں اس پر بھی ایمان لانے کا مکلف کیا جاتا۔ قرآن کریم ہمیشہ کے لیے رہنما کتاب ہے اس میں وحی کی یہ دونوں قسمیں ذکر کی گئی ہیں۔

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون۔
اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ (پ ۱ البقرۃ ع ۱)

ترجمہ: اور جو لوگ اس پر ایمان لائے جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں وہی لوگ ہیں اپنے پروردگار کی ہدایت پر اور وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

وحی جو پیغمبر پر آتی ہے خواہ وہ نئی شریعت لانے والا ہو خواہ وہ کسی پہلی شریعت کے تابع ہو۔ قرآن کریم نے وحی کو مذکورہ دو قسموں میں ذکر کرکے بتا دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصولی وحی نہیں ہے۔ یعنی آپ کے بعد نہ کوئی نئی شریعت والا نہ کوئی تابع شریعت [illegible] کسی قسم کا کوئی نبی پیدا ہوگا۔ نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی قیامت تک کے لیے مسدود ہے۔[1]

قرآن پاک صرف دو قسم کی وحی پر ایمان لانے کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔[2] حضور صلی اللہ

---

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے نزول کے بعد اگر کوئی وحی آئے تو اس کی قانونی حیثیت نہ ہوگی نہ اس پر ایمان لانے کا کسی سے مطالبہ ہوگا۔ اس کا تعلق صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے ہوگا اور اس کی حیثیت آپ کی نجی راہنمائی سے زائد نہ ہوگی۔

[2] تفسیر ابن جریر جلد ۱ [illegible]

علیہ وسلم پر کی گئی اور وہ وحی جو آپ سے پہلے کی — وحی کا کوئی تیسرا فرد نہیں جس پر ایمان لانے کے ہم مکلف کیے گئے ہوں۔

یاد رکھیے: آخرت سے مراد مرنے کے بعد پھر اٹھنے پر ایمان لانا ہے اور یہ کہ حساب و میزان برحق ہے اور جنت اور دوزخ برحق ہیں ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی معنی منقول ہے امام ابن جریر (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:-

عن ابن عباس (وبالآخرۃ) ای بالبعث والقیامۃ والجنۃ والنار[1]

مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:-

وبالآخرۃ ھم یوقنون اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی
یعنی قیامت پر یقین رکھے اور جزا سزا مانتا ہو[2]

وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل کی گئی اور جو کچھ تجھ سے پہلے
نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں[3]

مذکورہ آیت سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی شریعت یا نبی کا آنا نہیں بلکہ مطلقاً وحی کا آنا بند ہے اور یہ سلسلہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے

مرزا بشیر الدین محمود کی تحریف قرآن

الآخرۃ میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے آنے والی ہو[4]
جس طرح متقی آپ سے پہلی وحی پر ایمان رکھتا ہے وہ بعد میں آنیوالی وحی پر بھی ایمان رکھتا ہے[5]

---

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ [2] ... [3] ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳ الحکم ۳ جلد ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء

[2] الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء حکیم نور الدین خلیفہ اول بھی یہی ترجمہ کرتے ہیں۔ اور آخرت کی گھڑی پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (ضمیمہ بدر ۴ فروری ۱۹۰۹ء)

[4] حاشیہ ترجمہ قرآن مجید زیر نگرانی مرزا محمود صفحہ ۴ سٹیم پریس لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۵۸ء [5] تفسیر کبیر صفحہ ۱۰۴

ایمان بالآخرت قرآن کریم میں

قرآن کریم میں ویسے تو ایمان لانے کی دعوت امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ
ہر اس بات کو شامل ہے جو حضورؐ خدا کی طرف سے لے کر آئے کسی ایک بات پر بھی کلمہ انکار انسان
کو کافر بنا کر رکھ دیتا ہے۔

قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم ۔ (پ التوبہ)

لیکن قرآن کریم میں ان تمام مومن بہ امور (ایمانیات) کو دو عنوانوں سے کل ایمان کی
سرخی بنایا گیا ہے۔ ۱۔ ایمان باللہ اور ۲۔ ایمان بالیوم الآخر

منافقین جب حضورؐ کے پاس آکر سچے مومن ہونے کو بیان کرتے تو اسی سرخی سے کہ
ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین
(پ البقرہ آیت ۸)

ترجمہ۔ اور لوگوں میں سے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان رکھتے اور یوم آخرت
پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں۔

پورے ایمان کا یہ عنوان ایمان باللہ اور بالیوم الآخر پورے قرآن میں جگہ جگہ پھیلا ہے
ہیں اور کئی مقامات پر الیوم الآخر کی جگہ الآخرۃ کے الفاظ ملتے ہیں۔

ان تمام آیات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن کریم کے مقصد و بالآخرۃ
ھم یوقنون سے مراد وہی ہے جو سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بتائی کہ یہاں مرنے کے بعد
پھر جی اٹھنا اور حساب و میزان اور جنت اور دوزخ مراد ہے ـــــ شک یہ مٹی کی کھلی تفسیری
قسم ہے۔ آخرت کا لفظ قرآن کریم میں دنیا کے مقابل وارد ہوا ہے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ (پ البقرہ ۲۰۱)

واکتب لنا فی ھٰذہ الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ (پ۹ الاعراف آیت ۱۵۶)

اب ایک لفظ جو قرآن کریم میں بطور دعوئے ایمان ستر سے زیادہ جگہوں میں وارد ہے اور اس کا صریح طور پر کئی جگہ دنیا سے تقابل رکھا گیا ہے اسے تاویل و تحریف سے اپنے معنی پر لانا جو قرآن کریم میں اور کہیں مذکورہ نہیں جہاں صریح تحریف قرآن ہے، وہاں قرآن کریم کی اعجازی بلاغت رکھنا متشابہا (پ۲۳ الزمر آیت ۲۳) کے بھی خلاف ہے کہ اس کے سب مضمون آپس میں ملا کر لائے گئے ہیں اور اس کے بعض مقامات بعض کی تفسیر کرتے ہیں۔ والقرآن یفسر بعضہ بعضا ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔

اس تحریف میں سب سے بڑا نقصان

پھر تحریف قرآن کے اس شغل سے جو سب سے بڑا نقصان نظم قرآن پر وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں قرآن پاک میں ایک پورا نصاب ہدایت بیان کیا جا رہا ہے۔ جو لوگ ان امور پر ایمان لائیں اور ان پر عمل پیرا ہوں انہیں اس پر اولٰئک علٰی ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون کی خوشخبری دی جا رہی ہے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ سارا نصاب ہدایت ایمان بالآخرۃ کے بغیر ہو ——— جب ایمان بالیوم الآخر تو اتنا اہم عنوان ہے کہ قرآن اسے پورے ایمان کی شرح قرار دیتا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ قرآن کا یہ پہلا منشور ہدایت ایمان بالیوم الآخر سے یکسر خالی ہو۔ اللہ تعالٰی ہمارے مفسرین کرام کے درجات جنت میں بلند فرمائے جنہوں نے اس آیت کو پڑھتے ہوئے وما انزل من قبلک پر وقف کر کے وبالاٰخرۃ ھم یوقنون پڑھا۔

وبالاٰخرۃ ھم یوقنون میں آخرت کیا ہے؟

وبالاٰخرۃ ھم یوقنون میں آخرت سے مراد اگلا جہان ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم اس سے پہلے کی نازل

شدہ کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یوم آخرت وہ ہے جس دن اللہ رب العزت کے حضور اپنے اعمال کے ساتھ پیش ہونا ہے۔ قرآن کریم میں یہ بات ایک دوسرے مقام پر بھی بیان کی گئی ہے۔

یاایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علیٰ رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالاً بعیدا۔ (پ ۵ النساء آیت ۱۳۶ ع ۲۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کتاب پر جو اتاری اس نے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی گئی ہے پہلے اور جو کوئی ایمان نہ لائے اللہ پر اور فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر تو وہ گمراہی میں دور جا پڑا۔

یہاں ایمانیات (مومن بہ امور) کا ذکر ہے۔ بسلسلہ وحی، قرآن کریم اور پہلی نازل شدہ کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے کسی تیسری وحی کا ذکر نہیں ـــــ پھر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت ہے ـــــ کتابوں کی تفصیل پیچھے کر دی گئی ہے۔ رسولوں کا بیان بھی دوسری جگہ ہو چکا کہ وہ سب پہلے ہو گزرے ہیں ـــــ وہ قصصنا کے تحت ہوں یا لم نقصص کے تحت جس کا تعلق پچھلے ادوار سے ہے۔

ورسلاً قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیک (پ ۶ النساء ۱۶۴)

ترجمہ: اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کے احوال ہم نے تجھ کو سنا دیے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے کہ جن کے حالات تجھے نہیں سنائے۔

یہاں قرآن کریم اور پہلی کتابوں کے ساتھ یوم آخرت پر ایمان لانا ضروری بتایا گیا ہے بلکہ سب امور متذکرہ پر ایمان لانے کا باعث بھی یوم آخرت ہے جس میں اللہ کے حضور حساب کے لیے پیش ہونا ہے۔ اگر اس دن پر ایمان لانا نہ ہو تو پھر کسی چیز پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں رہتی نہ کسی سے کسی عمل کا مطالبہ ہے۔

ہے ــــ سورۃ مومن میں آخرت کی تفسیر ان الفاظ میں بھی دی گئی ہے۔

ان الآخرۃ ھی دار القرار (پ ۲۴ المومن آیت ۳۹ ع ۵)

ترجمہ بے شک آخرت کا گھر ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

① قادیانی وبالآخرۃ ھم یوقنون کو پہلی دو دعیوں کے ساتھ جوڑ کر ایک تیسری دعوی کا تصور پیدا کرتے ہیں حالانکہ تمام قادیانیوں نے یہاں وقف کیا ہے اور یہاں ٹھہرنے کو بہتر بتلایا ہے ــــ یہ کیوں ؟ تاکہ یہ مضمون (آخرت پر یقین ہونا) الگ رہے۔

② پھر قرآن نے یہ بات بالآخرۃ ھم یوقنون (وہ آخرت پر یقین لاتے ہیں) وحی کے سباق کے بغیر بھی کہی ہے جہاں پہلے وحی کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے اس جملے کا معنی متعین ہو جاتا ہے۔

الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ وھم بالآخرۃ ھم یوقنون۔

(پ ۱۹ النمل آیت ۳، لقمان آیت ۴)

ترجمہ جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں

کیا یہ وہی الفاظ نہیں جو سورۃ البقرہ کے پہلے رکوع میں دیئے گئے ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ آخرت سے مراد آخرت ہی ہے پھر قرآن کی شان اعجاز دیکھئے کہ اس سے اگلی آیت میں اسے اور واضح کر دیا گیا ہے۔

ان الذین لا یؤمنون بالآخرۃ زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون (پ ۱۹ النمل ۴)

ترجمہ بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ان کے پیچھے ان کے دنیا کے اعمال زینت بنا رکھے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں دو وحیوں ۱۔ قرآن کریم اور ۲۔ پہلی کتابوں کے ساتھ ہی بالآخرۃ ھم یوقنون میں اسی یوم آخر پر ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے یہاں اسے لفظ آخرت سے بیان کیا گیا ہے اور سورۃ نساء میں اسے یوم الآخر کے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے قرآن کریم اپنی تفسیر خود کرتا

(۳) سورۃ البقرہ کی زیر بحث آیت میں دو فصل علیحدہ علیحدہ لائے گئے ہیں۔ ۱۔ ایمان اور ۲۔ ایقان — دو طرح کی وحی (۱۔ قرآن اور ۲۔ پہلے سے نازل شدہ وحی) کو ایمان کے تحت بیان کیا ہے اور آخرت کو ایقان کے تحت ذکر کیا ہے۔

یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ہم یوقنون آیت نمبر ۴

(پ البقرہ آیت ۴)

ترجمہ۔ وہ ایمان لاتے ہیں آپ پر نازل کی گئی وحی پر اور اس پر جو آتاری گئی آپ سے پہلے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم یہاں تین طرح کی وحی کی خبر نہیں دے رہا — آخرت کا بیان وحی کے علاوہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایقان ایمان کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن ایک ہی آیت میں جب یہ دو لفظ ایک دوسرے کے ساتھ آئیں تو فرق کرنا ضروری ہے۔

(۴) پھر یہ بات بھی لائق غور ہے کہ سورۃ البقرہ کی ان آیات میں ذلک الکتاب لا ریب فیہ سے لے کر وبالآخرۃ ہم یوقنون تک ایک نصاب ہدایت کا بیان ہے جس پر چلنے والا آخرت میں فلاح کا مستحق ہو جاتا ہے چنانچہ اس کے متصل بعد فرمایا۔

اولئک علی ھدی من ربہم واولئک ھم المفلحون۔ (آیت ۵)

ترجمہ۔ وہی لوگ ہیں اپنے رب کی طرف سے سیدھے راستے پر اور وہی ہیں (آخرت میں) کامیاب ہونے والے۔

اس سے ایک اگلی آیت میں پھر فرمایا۔

اولئک الذین لہم سوء العذاب وہم فی الآخرۃ ہم الاخسرون (پ النمل ۵)

ترجمہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہی ہیں جو آخرت میں گھاٹے میں ہوں گے۔

اب اگر یہاں (وبالآخرۃ ہم یوقنون میں) آخرت سے وحی مراد ہو تو اس پورے نصاب ہدایت میں ایمان بالآخرۃ کا کہیں ذکر نہ ملے گا — اب یہ کیسے باور کر لیا جائے

کہ اتنے اہم موضوع کو نصاب ہدایت میں ذکر ہی نہ کیا گیا ہو ـــ ایمان بالآخرت تو اتنا اہم موضوع ایمان ہے کہ اسے ایمان باللہ والیوم الآخر کا عنوان دیا گیا ہے۔

من آمن منهم بالله واليوم الآخر (البقرہ ۶۲، ۱۲۸، ۱۷۷، ۲۳۲)

ان كن يؤمن بالله واليوم الآخر (البقرہ ۲۲۸)

ولا يؤمن بالله واليوم الآخر (البقرہ ۲۶۴)

يؤمنون بالله واليوم الآخر (آل عمران ۱۱۴)

وآمنوا بالله واليوم الآخر (النساء ۳۹)

والمؤمنون بالله واليوم الآخر (النساء ۱۶۲)

من آمن بالله واليوم الآخر (المائدہ ۶۹، التوبہ ۱۸)

لا يؤمنون بالله وهم بالآخرة هم كافرون (یوسف ۳۷)

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر (پ۲۸، الطلاق ۲)

لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر (پ۱۰، التوبہ ۲۹)

يؤمنون بالله واليوم الآخر (پ۱۰، التوبہ ۴۵)

من يؤمن بالله واليوم الآخر (پ۱۱، توبہ ۹۹)

ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر (پ۱۸، النور ۲)

يؤمنون بالله واليوم الآخر (پ۲۸، المجادلہ ۲۲)

من كان يرجو الله واليوم الآخر (پ۲۸، الممتحنہ ۶)

اب اتنے اہم رکن ایمان کے بغیر ہم کیسے تسلیم کریں کہ قرآن کا نصاب ہدایت مکمل ہو گیا اور جنہیں اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون کی بشارت دے دی گئی ہے

(۵) نصاب ایمان کے اس بیان میں (جو سورۃ البقرہ کے شروع میں ہے) یقین آخرت سے مراد اگر ایمان بالیوم الآخر ہو تو منافقوں کو کیسے پتہ چل گیا کہ مسلمانوں کے اس ایمان کا عنوان

ایمان باللہ والیوم الآخر ہے۔ منافق وہ لوگ تھے جو مسلمانوں کے ظاہر کو اپنے مسلمان ہونے کی سند کے طور پر اختیار کرتے تھے۔ انہوں نے جب اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لیے، مسلمانوں میں ملانا چاہا تو کہا آمنا باللہ وبالیوم الآخر۔ معلوم ہوا اس سے پہلے مسلمانوں کا ایمان بالآخرۃ ان کے سامنے پوری طرح واضح ہو چکا تھا۔ تبھی تو وہ اسے ایمان باللہ کے ساتھ جوڑ کر سامنے لائے۔

قرآن کریم میں یہاں (سورۃ البقرہ کی ابتدا میں) پہلے ایمان کا نصاب ہدایت ہے جو وبالآخرۃ ھم یوقنون پر ختم ہوتا ہے پھر آگے کافروں کا بیان ہے پھر ان کے بعد منافقوں (چھپے کافروں) کا بیان ہے۔ اس میں وہ اپنے (ظاہری) ایمان کو، ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر سے ذکر کر رہے ہیں۔

ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین ۔
یخدعون اللہ والذین آمنوا۔ (پ البقرہ ۸)

ترجمہ: اور ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ دھوکا کر رہے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے

یہ آیات بتلا رہی ہیں کہ اس سے ایمان بالآخرت ایک مستقل عنوان ایمان کے طور پر بیان ہو چکا ہے۔ تبھی تو منافق اس کے سلسلے میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کے نصاب ایمان میں وبالآخرۃ ھم یوقنون سے مراد ایمان بالیوم الآخر ہی ہو۔

(۲) ایمان بالآخرۃ اس درجے کا اہم عنوان ہے کہ قرآن کریم اس کے انکار کو پورے اسلام کا انکار شمار کرتا ہے۔

الذین لا یؤمنون بالآخرۃ۔ (پ ۸ الانعام ۱۱۳)

وھم بالآخرۃ ھم کافرون۔ (پ ۸ الاعراف ۴۵، ہود ۱۹)

لا یؤمنون بالآخرۃ ۔ (مومنون ۷۴، النحل ۲۲، الزمر ۴۵، النجم ۲۷، زمر ۴۵)

لا یؤمنون باللہ وھم بالآخرۃ ھم کافرون (یوسف ۳۷)

لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون ۔ (حٰم سجدہ ۷)

لا یؤمنون بالآخرۃ فی العذاب والضلال البعید (سبا ۸)

(۷) قرآن کریم میں لفظ آخرت دنیا کے مقابلے میں تیس کے قریب مقامات میں وارد ہے سورۃ البقرہ میں (وبالآخرۃ ھم یوقنون میں) بھی آخرت اسی معنی میں ہے یعنی وہ زندگی جو اس دنیا کے بعد اگلے جہان میں ہوگی قرآن کریم آخرت، دار القرار کو کہتا ہے۔

ان الآخرۃ ھی دار القرار ۔ (المومن ۳۹)

قادیانیوں کا یہ اصرار کہ آخرت سے یہاں مراد آخری دور میں آنے والی وحی ہے اور البقرہ کی اس آیت میں آخرت کا لفظ وحی اولیٰ کے مقابلہ میں ہے اگر کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآن کریم میں کیا کہیں یہ لفظ وحی آخرت کے لیے آیا ہے؟ — نہیں اور ہرگز نہیں — اور قرآن کریم میں یہ لفظ یوم الآخر کے معنی میں تیس سے زیادہ مقامات میں وارد ہے تو اب قرآن کی اس اپنی اصطلاح کو چھوڑ کر اپنی ایک خاص غرض کے لیے ایک خود ساختہ معنی پیدا کرنا قرآن کے مقابلے میں ایک بڑی جرأت ہے — معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں یہاں آخرت کا لفظ قادیانیوں کے لیے ایک عذاب بنا ہوا ہے جس میں داخل کیے بغیر وہ اپنی جعلی نبوت کو کچھ آگے نہیں لا سکتے — ہم اس کے جواب میں یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ یہاں تو یہ لفظ تمہارے لیے عذاب بنا ہوا ہے لیکن جب تم آخرت میں پہنچو گے تو اس کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا

ولعذاب الآخرۃ اشد وابقیٰ ۔ پ۱۶ (طٰہٰ ۱۲۷)

ولعذاب الآخرۃ اکبر ۔ پ۲۹ (القلم ۳۳)

اور جو لوگ آخرت سے اس کے معنی صحیح مراد لیتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے

ہیں، وہ ایمان لاتے ہیں قرآن کی سعی اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکور ہوگی۔

ومن اراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فاولئك كان سعيهم مشكورا ۝ كلا نمد هؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك (بنی اسرائیل ۱۹)

ترجمہ: اور جس نے چاہا آخرت کو اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے، سو ایسوں کی دوڑ ٹھکانے لگی، ہم ہر ایک کو تیرے پروردگار کی عطا سے پہنچا رہا ہے۔

⑧ قرآن کریم میں لفظ آخرت اس جہان کے مقابل

اولئك الذين اشتروا الحيوة الدنيا بالآخرة (البقرة ۸۶)

الذين يشرون الحيوة الدنيا بالآخرة (النساء ۷۴)

يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون (الروم ۷)

ان كنتن تردن الحيوة الدنيا ... وان كنتن تردن الله ورسوله والدار الآخرة (الاحزاب ۲۹)

من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ... ومن اراد الآخرة (الاسراء ۱۹)

لعنهم الله في الدنيا والآخرة (الاحزاب ۵۷)

لنذيقهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا ولعذاب الآخرة اخزى (حم السجدة ۱۶)

فاذاقهم الله الخزي في الحيوة الدنيا ولعذاب الآخرة اكبر لو كانوا يعلمون (الزمر ۲۶)

انما هذه الحيوة الدنيا متاع وان الآخرة هي دار القرار (المؤمن ۳۹)

ليس له دعوة في الدنيا ولا في الآخرة (المؤمن ۴۳)

نحن اولياؤكم في الحيوة الدنيا وفي الآخرة (حم السجدة ۳۱)

من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا (الشوریٰ ۲۰)

وان كل ذلك لما متاع الحيوة الدنيا والآخرة عند ربك للمتقين (الزخرف ۳۵)

یعذبھم فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب النار۔ (الحشر ۳)

بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقی۔ (الاعلیٰ ۱۶)

بل تحبون العاجلۃ وتذرون الاخرۃ (القیامۃ ۲۱)

قرآن کریم کا بار بار آخرت کا یہ بیان اسے ایک اصطلاح بنا چکا ہے اب اسے اس کے ظاہر معنی سے پھیرنا اگر کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جب ایمان کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے مومن بہا امور میں صریح لفظوں میں بعثت کا ذکر کیا بعث کیا ہے؟ پھر جی اٹھنا اور اپنے اعمال کا حساب دینا۔ آخرت پر ایمان نہ ہو تو پھر سارا دین بے کار ہے۔

قادیانیوں کا ایک بے بنیاد چیلنج

قادیانی مبلغ جلال الدین شمس نے ایک دفعہ چیلنج دیا کہ آیات الٰہیہ پر ایمان کی بحث ہو اور پھر اس میں آخرت کا ذکر ہو تو اس سے یوم آخرت مراد نہیں ہوتا۔ ہم نے اسی وقت یہ آیت پڑھ دی:۔

واما الذین کفروا وکذبوا بایاتنا ولقاء الاخرۃ فاولئک فی العذاب محضرون (پ۲۱ الروم آیت ۱۶)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو اور آخرت کے دن کو وہ عذاب میں لا کر رکھے جائیں گے۔

آیات الٰہیہ سے صرف قرآنی آیات مراد نہیں پہلی وحی الٰہی بھی اس میں داخل ہے اس کی تکذیب بھی کفر ہے اس کے ساتھ یہاں آخرت کی تکذیب کا تذکرہ ہے یہاں آخرت سے مراد آخری وحی نہیں۔ پھر یہاں صرف آخرت نہیں فرمایا لقاء الآخرۃ فرمایا تاکہ کوئی شخص یہاں تحریف کے کوئی اور معنی نہ کر سکے اس سے یقیناً یوم آخرت کی حاضری مراد ہے۔ قیامت الذی سکھف

معنی ختم نبوت پر قرآن کی پانچویں شہادت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ صرف ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایمان والوں پر فرض کی ہے اور یہ قرآنی حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ اس امت کے لیے اگر کوئی اور پیغمبر بھی مقدر ہوتا تو وہ نئی شریعت والا ہو یا شریعت محمدیہ کے تابع، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت ایمان والوں پر فرض ہوگی یا نہ؟ پہلی صورت میں یہ اطاعت قرآنی اس فیصلے پر ایک اضافہ ہوگی کیونکہ قرآن پاک صرف ایک پیغمبر کی اطاعت فرض قرار دیتا ہے اور دوسری صورت میں وہ پیغمبر ہی نہ ہوا کیونکہ ہر پیغمبر تو ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔[۱] سو اب اس جہت سے رسول کے بعد آئندہ اطاعت اولی الامر کی ہوگی۔ اور وہ بھی بایں شرط کہ اولی الامر کے فیصلے خدا اور اس کے رسول پاک کے فیصلے سے کہیں متصادم نہ ہوں۔ اولی الامر کے فیصلے کے خلاف اپیل بھی ہو سکتی ہے مگر پیغمبر کا فیصلہ ہر حال میں اٹل شمار ہوگا۔

آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں تین مطاع ٹھہرائے گئے ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ ۲۔ اس کے رسول برحق ۳۔ اولی الامر جو مسلمانوں میں سے ہوں۔

لیکن لفظ اطیعوا صرف دو دفعہ ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت مستقل ہے یہ کسی شرط سے مشروط نہیں لیکن اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں یہ اس شرط سے مشروط ہے کہ ان کی بات اللہ کے رسول کے خلاف نہ ہو۔ اس لیے انہیں اسی اطیعوا کے ماتحت رکھا گیا جو الرسول کے لیے وارد ہوا۔

---

[۱] وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (پ ۵: النساء ع ۹)

مضمون قرآنی نہایت واضح ہے کہ اس امت کے لیے ہمیشہ تک کے لیے ایک ہی پیغمبر واجب الاطاعت ہے۔ اس کے بعد اولی الامر اس مقام پر آتے ہیں، لیکن اس امت کے لیے کسی اور نبی کی آمد ہرگز نہیں جو اس کا انتظار ہے۔ ورنہ یہاں اس کا تذکرہ ضروری ہوتا۔ مقام ذکر میں کسی بات کا ذکر نہ ہونا اس کی نفی کا نشان ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے۔

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منكم فان

تنازعتم فی شیء فردوه الى الله والى الرسول ان كنتم تؤمنون

بالله واليوم الآخر، ذلك خير واحسن تاويلا۔ (پ ۵ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا — اور حکم مانو رسول کا — اور ان حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر تمہارا ان حاکموں سے کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو تم اسے لوٹاؤ اللہ اور اس کے رسول کی طرف، اگر حقیقی یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر — یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

اس آیت میں حکمرانوں سے مراد انتظامی حکمران بھی ہیں اور وہ بھی جن کی حکومت علم میں چلتی ہے اور عام مسلمان اجتہادی مسائل میں ان کے تابع ہوتے ہیں — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی اور نبی کی بعثت مقدر ہوتی تو آپ کے بعد امت میں مجتہدین اور ائمہ فقہ اس مرتبے پر نہ آتے کہ حضور کے بعد امت میں ان کی پیروی جاری ہو — اور انتظامی امور میں بھی حضور کے بعد حکمرانوں کی اطاعت لازم ہونا اسے ختم نبوت کی دلیل ٹھہراتا ہے حضور کے بعد خلفاء ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں خلفاء ہوں گے — تم میرے بعد دیکھو گے ان سے وفا کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی تابع شریعت محمدیہ نبی کی گنجائش ہوتی تو یہاں پر الرسول اور اولی الامر منکم کے درمیان اس کا ذکر ضرور ہوتا اور اسے خلفاء سے مقدم رکھا جاتا۔

مرزا غلام احمد کو اولی الامر میں داخل کرنے کی کوشش

نادان قادیانی مرزا غلام احمد کو لائق اطاعت بننے کیلئے اسے اولی الامر میں لانے کی بھی کوشش کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس آیت میں اولوالامر کے ساتھ اختلاف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ اگر تمہارا اولی الامر کے ساتھ کوئی تنازعہ ہو جائے تو پھر بجائے اس اختلاف کو اللہ (قرآن کریم) اور اس کے رسول (سنت) کی طرف لوٹاؤ۔ یہاں اب کوئی تیسری اطاعت نہیں۔ تین اطاعتیں صرف اول درجے میں تھیں۔ جب خود اولی الامر سے ہی اختلاف ہو تو پھر صرف دو اطاعتیں ہیں اور یہی طریق ہے جس کا انجام بہتر ہو سکتا ہے۔

نبی غیر تشریعی بھی ہو تو اس کے ماننے والوں پر اس کی اطاعت لازم ہوگی نبی سے تنازع تو رہا ایک طرف اس کے پاس بیٹھ کر بحث و اختلاف بھی جائز نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہ کو آپس میں جھگڑتے سنا تو فرمایا:

ما ینبغی عند نبی تنازع[1]

ترجمہ: نبی کے پاس تنازع نہ چاہیئے۔

سو اولی الامر کو کسی طرح غیر تشریعی نبوت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا — اولی الامر دنیا میں کب تک ہوں گے جب تک دنیا رہے گی — معلوم ہوا کہ اب قیامت تک حضور کے بعد صرف اولی الامر لائق اتباع ہوں گے کسی اور نبی کی آمد اس امت میں متوقع نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی گنجائش ہے۔

مرزا غلام احمد تو انگریزوں کو اپنے اولی الامر میں داخل کرنے کی کوشش کرتا رہا نادان قادیانی کیسے ہیں جو خود مرزا غلام احمد کو اس صف میں لانے کے مدعی ہیں — اور وہ کس لیے بھی کہ محض اس لیے کہ کسی طرح مرزا غلام احمد کو وہ نبی سے لائق اتباع ٹھہرا سکیں۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲ جلد ۲ صفحہ ۶۳۸ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۲

معنی ختم نبوت پر قرآن کی قطعی شہادت

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا۔ (پ۵ النساء ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو کوئی خلاف کرے رسول کا بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی اس کے لیے ہدایت، اور پیروی کرے اہل اسلام کے راستے کے علاوہ کسی اور راہ کی تو ہم اسے لگا دیں گے اسی راہ پر جدھر وہ پھرا اور اسے پہنچائیں گے جہنم میں، جو برا ٹھکانہ ہے۔

یہاں الرسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ کے تابع ہو کر چلنا فرض بتایا گیا ہے۔ آپ کے بعد اگر کوئی پیروی ہے تو وہ سبیل المؤمنین کی ہے جو اس وقت ایمان لائے ہوئے تھے اور حضورؐ کے ساتھ تھے۔ اس آیت نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بعد آپ کے مسلمانوں پر اگر کوئی لازم اتباع ہے تو وہ صحابہ کرامؓ کی ہے۔ راہ حق ہے تو وہ ما انا علیہ واصحابی ہے۔

قرآن کریم کا یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ حضورؐ کے بعد کسی اور نبی کی بعثت ممکن ہوتی تو یہاں اس کی اتباع کا بھی ذکر ہوتا کیونکہ انبیاء تو آتے ہی اتباع کے لیے ہیں۔ یہ کیسا نبی ہے جس کی اطاعت کا پتہ ہے قرآن میں کہیں اشارہ تک نہیں ملتا۔ حضورؐ کے بعد اگر کوئی اطاعت ہے تو وہ سبیل المؤمنین کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی نیا نبی تجویز کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کا اتباع کرے گا یا نہیں — اگر کرے گا تو وہ نبی کاہے کا ہوا — نبی تو اتباع کرانے آتے ہیں — نہ کہ غیر انبیاء کی اتباع کرنے کے لیے — اور اگر وہ ان کی اتباع نہ کرے گا تو اس آیت کی رو سے وہ جہنمی قرار پائے گا کیونکہ یہ آیت ہر اس شخص کو جہنم میں

پہنچا رہی ہے جو صحابہؓ کے طریق کے سوا کسی اور راہ پر چلا۔

اگر خدا کا پیغمبر (گو وہ غیر تشریعی نبوت کا مدعی کیوں نہ ہو) بھی دنیا میں آکر صحابہؓ کی پیروی کا ہی مکلف ٹھہرے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کے آنے کی کیا ضرورت ہوگی؟

ہم بصد ادب عرض کریں گے جواب پیچھے ہی رہیں آپ کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول صحابہؓ کی پیروی کریں گے اور اس امت کے ایک فرد (حضرت مہدی) کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو یہ امت کا شرف اور اعزاز ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں کوئی توہین نہیں۔ آپ اپنے کسی گروہ کی قیادت کے لیے نہ آئیں گے اس امت کے ساتھ رہنے کے لیے آئیں گے۔

امت ہمیشہ حق پر رہے گی

قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور امت کی مخالفت دونوں کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے اور اس پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین

نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا (پ۵ النساء ع ۱۷)

ترجمہ۔ اور جو مخالفت کرے اس رسول کی بعد اس کے کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے مسلمانوں کے رستہ کے خلاف ہم حوالے کریں گے اسے اسی طرف جو طرف پکڑی اور اسے جہنم رسید کریں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

سو یہ امت جس بات پر جمع ہو جائے اور اس پر صدیاں گزر جائیں اور ہر دور میں اہل حق اسی ایک بات کی منادی کرتے آئے ہوں وہ بات کیسے غلط ہو سکتی ہے؟ — اور اگر یہ کوئی علمی غلطی تھی تو مجددین و متکلمین کیوں اس کی اصلاح نہ کر سکے بلکہ وہ بھی وہی بات کہتے رہے جو اس بات میں امت کا اجماعی موقف رہا۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی ساتویں شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت امیین میں ہوئی آپ نے انہیں اللہ کی کتاب دی انہیں تزکیہ کی دولت دی اور انہیں کتاب و سنت کی تعلیم دی۔ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں پڑے تھے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت صرف انہی لوگوں کے لیے تھی یا کچھ اور لوگوں کے لیے بھی؟ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ آپ پچھلے لوگوں کے لیے بھی نبی ہیں اور آپ کی بعثت امیین اور آخرین دونوں کے لیے ہے۔

یہ آخرین کون ہیں؟ قرآن کریم میں یہ لفظ اولین کے مقابلہ میں آیا ہے۔

ثلۃ من الاولین و قلیل من الاخرین۔ (پ ۲۷ الواقعہ)

الم نهلك الاولين ثم نتبعهم الاخرين۔ (پ ۲۹ المرسلات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت میں اولین امیین تھے اور پھر آخرین —
آخرین کا لفظ مکانی طور پر تمام اطراف عرب اور اعاجم کو شامل ہے۔ چنانچہ آپ نے تمام معروف ممالک کو اپنی دعوت کے خطوط لکھے اور زمانی طور پر یہ ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو قیامت تک آئندہ ہوتے رہیں گے۔ آپ یقیناً ان سب پچھلوں کے لیے بھی نبی ہیں اور آپ کی بعثت عامہ ہے۔

امام تفسیر حضرت مجاہدؒ (۱۰۰ھ) آخرین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هم الاعاجم كل من صدق النبی صلی الله عليه وسلم من غير العرب[1]

ترجمہ: اس سے عجمی لوگ مراد ہیں۔ عربوں کے سوا جس جس نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی وہ سب اس میں آتے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

---

[1] تفسیر مجاہد

حدیث میں ہے کہ جب آپ سے واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آئے گا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت سے بتا دیا ہے کہ میری بعثت تمام آنے والے لوگوں کے لیے بھی ہے۔ آپ کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہ ابنائے فارس نبوت کے ماننے والوں میں سے ہوں گے حاملین نبوت نہ ہوں گے۔ ان کی انتہائے پرواز ثریا تک ہو سکتی ہوگی عرش معلیٰ تک نہیں۔ عرش والے سے دین لانے والا امیین اور آخرین دونوں کے لیے ایک ہی ہوگا ——— اور آخرین کا عموم بھی مکان و زمان کی دونوں وسعتوں کو شامل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ہ و واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ہ (پ۲۸ الجمعہ)

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھتا ہے ان کے پاس ان کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھاتا ہے کتاب اور عقل اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے اور وہ مبعوث ہے ان پچھلوں کے لیے بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

آخرین سے مراد مکانا سب عجمی ہیں اور زمانا آخری دور کے سب انسان جن کے بعد دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ کی ایک روایت آخرین کے

---

[1] تفسیر عثمانی صفحہ ۷۲۰ پ۲۸

عموم زمانی کو ذکر سب پیچھے آنے والے اس میں شامل ہیں، بکمال واضح کرتی ہے۔ حضرت سہل
کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان فی اصلاب اصلاب اصلاب رجال ونساء من امتی یدخلون
الجنۃ بغیر حساب ثم قرأ ؛ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم

ترجمہ بے شک میری امت کے مردوں اور عورتوں کی پشت در پشت
در پشت ایسے لوگ ہوں گے جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔

حضرت سہل کہتے ہیں حضور نے اس پر یہ آیت پڑھی (وآخرین منھم لما یلحقوا بھم
اس سے پتہ چلا کہ وہ آخرین سب حضور کی امت میں سے ہوں گے۔ حافظ ابن کثیر
اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

یعنی من بقی من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

اور ابنائے فارس والی حدیث جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اسے اس آیت کی تفسیر
میں لا کر لکھتے ہیں:۔

ففی ھذا الحدیث دلیل علی ان ھذہ السورۃ مدنیۃ وعلی عموم
بعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جمیع الناس لانہ فسر قولہ تعالیٰ
وآخرین منھم بفارس ولھذا کتب کتبہ الی فارس والروم و
غیرھم من الامم۔[2]

ترجمہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ سورۃ جمعہ مدنی ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بعثت رائیتہ آنے والے تمام لوگوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان
وآخرین منھم میں ان لوگوں کی نشاندہی ہے جو فارس میں ہوں گے۔ آپ نے اسی
لیے فارس، روم اور دوسرے ممالک کو اپنی رسالت کے خطوط بھیجے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۴ [2] ایضاً۔

آپ نے حسب تصریح محدثین ثریا تک پہنچنے والے حضرت امام ابو حنیفہؒ وغیرہ مراد لیے ہیں کہ کوئی غیر تشریعی نبی نہیں۔ نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی اس کی روحانی پرواز عرش والے تک ہوتی ہے صرف ثریا تک نہیں۔ محدثین اور مفسرین کی ان وضاحتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس آیت سے یہی سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی نہ ہو گا صرف یہ ہے کہ آپ کی امت میں حضرت امام ابو حنیفہؒ جیسے اہل کمال پیدا ہوں گے اور امت ان کی راہنمائی میں ان کے نقش قدم پر چلے گی۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی آٹھویں شہادت

قل اٰمنا باللّٰہ وما انزل علینا وما انزل علیٰ ابرٰھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔ (پ آل عمران آیت ۸۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیں ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ پر ایمان لائے جو ہم پر اترا اور اس پر جو حضرت ابراہیم حضرت۔ حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب پر اتارا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور سب نبی دیئے گئے ہم ان میں سے کسی کو الگ نہیں کرتے اور ہم اس کے (سب پیغمبروں کو) ماننے والے ہیں۔

اس صف انبیاء میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کا ذکر کہاں ہے؟ یہ آخری الفاظ والنبیون من ربھم میں ہے کہ جو کچھ تمام نبیوں کو دیا گیا ہم سب پر ایمان لاتے ہیں اور صف انبیاء میں سے کسی کو نہیں نکالتے۔ سب پر اور ان پر اترے کلام پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ بات کہ ہم ان کے نبیوں میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سب نبی

اس دنیا میں آ چکے ہوں، اور ہمارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان تمام نبیوں کی تصدیق ہے۔ اگرچہ ابھی کئی نبی بھی آنے باقی ہوں تو قرآن کا یہ اعلان لانفرق بین احد منہم اپنی ذی بلاغت سے گرتا ہے جب سب میں تفریق ہمیشہ جمع کے بعد آتی ہے اگر حضور کے تمام انبیاء ورسل بعثت میں اس زمین پر جمع نہیں ہو چکے تو یہ تفریق کرنے کا اعلان کیا تفریق بھی ہو سکتی ہے جب پہلے سب جمع ہو چکے ہوں۔

سوال: یہ تمام انبیاء اپنے اپنے وقت میں آتے مبعوث ہوتے رہے یہ کبھی یک جا نہیں ہوئے جب یہ کبھی یک جا نہیں ہوئے تو پھر تفریق کا سوال کیسا؟

جواب:

یہ سب انبیاء معراج کی رات بیت المقدس میں جمع ہوئے تھے۔ یہ جمع ہونے کی منزل گذر چکی تھی یہ تفریق نہ کرنے کا اعلان اس جگہ کے نزول کے بعد ہوا۔

سوال: اگر حضور کے بعد بھی کچھ نبیوں نے آنا ہوتا گو غیر تشریعی درجے میں تو سوال یہ ہوتا ہے کہ وہ اس رات بیت المقدس میں آئے ہوں گے یا نہ؟ اور اگر ایسا کوئی منظر حضور نے وہاں دیکھا تو کیا آپ نے اس اہم بات کا اپنے صحابہؓ سے ذکر کیا؟

جواب: حضور کے بعد اگر غیر تشریعی نبیوں کی بعثت مقدر ہوتی تو اس رات یہ حضور کو ضرور دکھائے جاتے۔ کیونکہ یہ صرف ملاقات انبیاء ورسل کا موقع نہ تھا حضور خاتم النبیین کی امامت کبریٰ کا موقع تھا۔ جو اس رات حضور کی امامت میں نہ آئے وہ دنیا میں آکر حضور کی ماتحتی میں کیسے چل سکیں گے۔ اس رات تو تمام پہلی شریعتوں والے بھی حضور کے مقتدی ہو گئے تھے۔ اس امت میں آنے والے یہ غیر تشریعی نبی کیسے آزاد رہ سکتے کہ اس رات حضور کی امامت میں جگہ نہ پا سکے۔ حق یہ ہے کہ دنیا میں سب صف انبیاء پوری ہو چکی تھی جب یہ واقعہ اسراء پیش آیا اور حضور کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کا آنا مقدر نہ تھا اور نہ وہاں کسی ایسے لوگوں کی حاضری تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور ضرور اپنے صحابہؓ کو ضرور

اس دلچسپ منظر کی خبر دیجئے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا میں تمام نبیوں کا ذکر وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ والنبیون من ربہم کے بعد کیا ہے۔ کیا موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد بھی کوئی نبی آنے تھے؟

جواب: ان حضرت موسیٰ کے بعد کئی نبی آئے جو تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے وہ غیر تشریعی انبیاء تھے ماسوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی و نور یحکم بہا النبیون۔ (پ ۶ المائدہ ۴۴)

ترجمہ: بیشک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت تھی اور نور تھا ان کے نبی اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

ہمارا ان تمام نبیوں پر بھی ایمان ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آتے رہے ان نبیوں کو اسی صف انبیاء میں شمار کرنے کے لیے ان کا ذکر وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ کے بعد کیا تاکہ صف انبیاء میں غیر تشریعی انبیاء کرام بھی شامل ہو جائیں۔ اب یہ صف پوری ہو چکی ہے اور ہم اس صف انبیاء میں کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ اب حضور کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی۔۔۔ اس آیت سے ختم نبوت کے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔

معنی ختم نبوت پر قرآن کی نویں شہادت

قرآن کریم میں اس امت کا نام آخرین ہے یعنی آخری امت۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد میں کوئی نبی ہوگا نہ کوئی امت۔ قرآن کریم میں ہے:

ثلۃ من الاولین و ثلۃ من الآخرین۔ (پ ۲۷ الواقعہ)

ترجمہ: جنتوں میں بہت سے لوگ پہلوں میں ہوں گے اور بہت سے آخرین میں سے

اولین سے مراد یا تو امم سابقہ ہیں اور یا اس امت کے دور اول کے لوگ۔۔۔ جو کثرت

سے جنتی ہونے لیکن آخرین سے مراد بالاتفاق امت محمدیہ ہے خاص طور پر اس کا ایک زمانے کا طبقہ ۔۔۔ جنہیں آخرین اسی لئے کہا گیا کہ یہ اس دنیا کے آخری دور کے لوگ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آخرین اسی پیغمبر آخرالزمان کی امت ہوں اور آپ کے کوئی اور نبی نہ ہو۔

طبرانی نے حضرت ابوبکرہؓ کی ایک حدیث بسند حسن نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پر فرمایا هما جميعا من هذه الامة ۔ یہ دونوں اسی امت کے طبقے ہیں پہلوں سے بھی گروہ کے گروہ جنت میں ہوں گے اور پچھلوں سے بھی گروہ کے گروہ ۔۔۔ لیکن امام تفسیر حسن بصریؒ کہتے ہیں ۔

ثلة من الاولين من الامم ، وثلة من الآخرين امة محمد صلى الله عليه وسلم [1]

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ لکھتے ہیں ۔

پہلے کہا پہلی امتوں کو اور پچھلے اس امت کو یا پہلے پچھلے اسی امت کے مراد ہوں [2]

بہر صورت یہاں جو آخرین ہے بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مراد ہے حضورؐ کی امت کا نام آخرین ہونا اس بات کی قوی شہادت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی نہ ہوگا۔ اگر آپ کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کا ہونا مان لیا جائے تو ظاہر ہے کہ پھر اس کی امت آخری امت ہوگی نہ کہ یہ امت آخرین کا نام پائے ۔

جو شخص نبوت کا دعوے کرے گا ۔ ضرور ہے کہ وہ ایک امت بنا دے جو اسے نبی سمجھتی ہوگی [3]

---

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۲۷ صفحہ ۹۱ [2] موضح القرآن ۔ [3] آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۲

احادیث اور ختم نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت کا اعلان ایک عنوان سے نہیں کئی عنوانوں سے فرمایا ہے، اور پھر ایک عنوان بھی صرف ایک موقع پر نہیں۔ جس کے کئی پیرایہ بیان میں احادیث میں اس کی اس قدر وضاحت اور صریح دلالت ملتی ہے کہ ختم نبوت کا کوئی پہلو معرض خفا میں نہیں رہتا۔

حقیقت و مجاز کا استعمال ہر زبان اور ہر تخاطب میں ہوتا ہے۔ ملحدین کی عادت رہی ہے کہ جہاں کسی بات سے انکار کرنا ہو اسے مجازی معنی پہنا دیئے اور حقیقت سے جان چھڑا لی لیکن ایک حقیقت جب مختلف پیرایوں میں بیان ہو اور بعض پیرایوں میں کسی مجازی معنی کی بالکل گنجائش نہ ہو تو یہ صورت حال اس یقین کے لیے کافی ہے کہ یہ سب دلالتیں ایک معنی کے گرد گھوم رہی ہیں۔ تکرار خود دلالت کرتا ہے کہ بات بہت اہم ہے۔ اہم امور قانونی فیصلے وصیتیں اور سرکاری احکام مجازی پیرایہ بیان میں پیش نہیں ہوتے اور پھر یہ اہمیت بعض اوقات یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ بات قسم سے کہنی پڑتی ہے تو ایسی صورتوں میں مجازی معنی مراد لینا کسی طرح درست نہیں ہوتا۔

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ شیر آیا۔ ہو سکتا ہے کہ لفظ شیر یہاں حقیقی معنوں میں نہیں کسی بہادر انسان کے لیے استعمال ہوا ہو اور اپنے مجازی معنی میں ہو لیکن اس کے بعد جب کوئی یہ بھی کہہ دے کہ اسے جنگل کا بادشاہ کہتے ہیں، اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ وہ افریقہ سے لایا گیا ہے اور اس کی گردن پر یہ لمبے بال ہیں ان سب صراحتوں کے بعد ہر ایک بات کو کھینچ کھینچ کر مجاز کے قالب میں ڈھالنا اور حقیقت بالامر کا انکار کرتے چلے جانا یہ ایک شرارت نہیں تو اور کیا ہے؟

اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہاں لفظ غیر سے اصل وہ غیر مراد تھا کہ پیدا ہو کر آتی
اور یہ وہ حقیقت ہے جو یہاں مختلف پیرایوں میں بیان کی گئی ہے

۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح طور پر فرمایا اور بار بار فرمایا کہ میرے بعد
کوئی نبی نہیں ــــ بعد کے حقیقی معنی بعد کے ہیں۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے
اپنے آخری وقت میں اپنے بیٹوں سے پوچھا۔ ما تعبدون من بعدی۔ تم کس کی عبادت
کرو گے میرے بعد (پ۱ البقرہ ع ۱۶) یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے
واپسی پر بچھڑا پوجنے والوں سے کہا۔ بئسما خلفتمونی من بعدی۔ تم نے میری بری نیابت کی
میرے بعد (پ۹ الاعراف ع ۱۸) یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام
کو کہا تھا۔ ان سألتک عن شیء بعدھا فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرا۔ اگر اب میں
اس کے بعد کوئی چیز آپ سے پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آپ نے میری طرف سے عذر
پورا کر دیا (پ۱۶ الکہف ع ۱۰)

ہاں جہاں یہ لفظ بعدیت زمانی کے لیے نہ لیا جا سکے مثلاً یہ کہ اللہ کی طرف مضاف
ہو جس کے لیے کوئی بعدیت زمانی نہیں تو اس صورت میں اس کے معنی مجازی لیے جائیں گے۔
جیسے فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون پھر کون سی بات اللہ اور اس کی باتوں کو چھوڑ
کر وہ مانیں گے (پ۲۵ الجاثیہ) یہاں لفظ بعد اللہ کی طرف مضاف ہے جس کے لیے کوئی
زمانی اولیت اور بعدیت نہیں۔ ھو الاول والآخر۔ اس آیت کو مثال بنا کر لفظ بعد کے
ایک معنی چھوڑنے اور خلاف کرنے کے مستقل طور پر وضع کر لینا اور جیسے حدیث لا نبی بعدی
(میرے بعد کوئی نبی نہیں) میں چسپاں کرنا علم و دیانت سے کھیلنا نہیں تو اور کیا ہے۔

جو شخص لفظ بعد کو اس کے اصلی حقیقی اور عام معنوں سے جس کے شواہد قرآن کریم
اور ارشادات نبی رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں یکسر ہٹا کر
حدیث لا نبی بعدی میں سے ایک نادر اور مجازی معنی میں لیتا ہے۔ اسے یہ بھی دیکھنا ہوگا

کہ یہاں لفظ بعد کو اس کے حقیقی معنوں سے پھیرنے کے لیے یہاں کیا مجبوری ہے؟ جب تک حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی اصولی دقت نہ ہو مجازی معنی مراد لینے کی کیا گنجائش ہے؟ حدیث لا نبی بعدی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر کئی پیرایوں میں بیان فرمایا، کیا اسلام کا ایک قطعی عنوان نہیں؟ اور کیا اس قسم کی قطعیات میں مجازی تعبیرات چل سکتی ہیں؟ کیا اسلام کے دوسرے اساسی عقائد میں اس کی مثال ملتی ہے؟ عقائد کی کتابوں میں جہاں افضل الناس بعد الانبیاء کا ذکر آتا ہے اور اس کے بعد یہ الفاظ ملتے ہیں۔ ثم من بعدہ عمر کیا لفظ بعد میں یہاں یہی معنی مراد ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لا نبی بعدی فرمایا تھا تو صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد پوری امت نے اس لفظ بعد کے کیا معنی سمجھے؟ یہ وہ سوالات ہیں جنہیں پیش نظر رکھنے کے بعد کوئی شخص لفظ بعد سے یہ مجازی تاویل نہ نکال سکے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ ختم نبوت لا نبی بعدی کو مختلف پیرایوں میں لا کر یہی نہیں سمجھایا بلکہ آپ نے اسلام کے اس قطعی مسئلہ کے لیے اور بھی کئی عنوان اختیار فرمائے کبھی ایسی نفی فرمائی کہ کسی دوسرے معنی کا احتمال تک نہ رہے جیسے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (نبوت کا کوئی جزو باقی نہیں رہا سوائے سچے خوابوں کے) یا جیسے انقطعت النبوۃ والرسالۃ (نبوت اور رسالت دونوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے) کبھی آپ نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو قصر نبوت کی آخری اینٹ کہا، کبھی آپ نے اپنے آپ کو العاقب (سب سے پچھلا) بتلایا، کبھی یوں کہا کہ پیغمبروں کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا، کبھی یہ کہا کہ سب لوگوں کے لیے میں ہی بھیجا گیا ہوں، کبھی آپ نے اپنے آخر الانبیاء ہونے اور اس امت کے آخر الامم ہونے کو ایک سیاق میں ذکر فرمایا۔ کبھی فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ کبھی کہا کہ میرے بعد انبیاء نہیں اب خلفاء کا سلسلہ چلے گا وغیر ذالک من التعبیرات۔

اب دیکھیئے کہ حضور ختمی مرتبت جناب تاجدار ختم نبوت نے آیت خاتم النبیین کے کیا معنی سمجھائے ہیں۔

معنی ختم نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شہادت

① ــــــ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔[۱]

ترجمہ: تحقیق میری امت میں تیس بڑے کذاب ظاہر ہوں گے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

اس حدیث میں حضورؐ نے تصریح فرمائی کہ مدعیان نبوت میری امت میں سے ہوں گے امتی اور محمدی ہونے کے مدعی ہوں گے چنانچہ لفظ فی امتی ظاہر ہے اور ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ "حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں"۔

اس سے واضح ہوا کہ امتی نبی ہونے کا دعویٰ بھی آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے اور حضورؐ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی پیدا نہ ہوگا۔

② ــــــ آپ نے تو حضورؐ نے مدعیان نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل یوں بیان فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو نبی گمان کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں معلوم ہوا کہ ان کے دجال اور کذاب ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود ان کا مدعی نبوت ہونا ہے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں یہاں صرف یہی نہیں فرمایا کہ ان کا دعوے نبوت غلط ہوگا بلکہ فرمایا کہ ان کا دعوے نبوت میری ختم نبوت سے متصادم ہوتا ہے اب سے ختم نبوت کے معنی اور واضح ہوگئے۔

یہ ختم نبوت کا اعجاز تھا کہ خواب غفلت میں پہلی قوم پھر سے بیدار ہوگئی۔

---

[۱] حدیث صحیح جامع ترمذی جلد ۲ ص۔

آنحضرت کی ختم نبوت کو منسوخ کرنے والا اور نئی شریعت لانے والا دعویٰ ہوتا تو حضورؐ انہیں "دجالون"
کے لفظ سے ہرگز ذکر نہ فرماتے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق ضروری ہے کہ دجال
کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر باطل کو سچ کے ساتھ ملا دے۔

- پس جب کہ حضورؐ ایسے تیس مدعیان نبوت کے غیر دعوؤں کو اپنی ختم نبوت سے متصادم قرار دے رہے ہیں تو واضح ہو گیا کہ حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی تابع شریعت محمدیہ نبی بھی ہرگز پیدا نہ ہوگا اور جو اس طرح امتی نبی ہونے کا دعوے کرے گا وہ خبر صادق کی رو سے دجال اور کذاب قرار دیا جائے گا۔

(۵) — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر جملہ "لا نبی بعدی" کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ "لا نبی بعدی" کے معنی بھی متعین ہو گئے۔ اب یہ کہنا صحیح نہیں کہ "لا نبی بعدی" میں صرف اس سلسلہ ختم نبوت کا اختتام ہے جو تشریعی ہو۔ اس لیے کہ حضورؐ کے اس ارشاد کا سیاق وسباق تو ان نبیوں کی آمد بتلا رہا ہے جو غیر تشریعی ہونے اور امتی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اور حق و باطل کو ملا کر جھوٹ دجالی دعوے کے مظہر ہوں گے۔ یاد رہے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔

لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔[1]

نوٹ: اس حدیث میں حضورؐ کا ارشاد "لا نبی بعدی" قرآنی ارشاد "خاتم النبیین" کی تفسیر ہے۔ اس کا خود مرزا صاحب نے اقرار کیا ہے۔

نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا
صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لا نبی بعدی۔[2]

معنی "لا نبی بعدی" پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ [2] حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰

کو اہلبیت کی نگرانی کے لیے چھوڑ دیا اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ چلے ہیں، تو آپ نے انہیں یوں مطمئن فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی[1]

ترجمہ: اے علیؓ! کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی لیکن میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔

الا انہ لیس نبی بعدی[2]

ترجمہ: بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام شریعت جدیدہ والے نبی نہ تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ماتحت تھے۔ ان کے ذکر کے بعد آپ کا "لا نبی بعدی" فرمانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ حدیث "لا نبی بعدی" کے معنی یہی ہیں کہ "میرے بعد کوئی امتی نبی بھی نہیں آئے گا۔"

معنی "لا نبی بعدی" پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری شہادت

حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل فرماتے ہیں:

کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی و انہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا قال فوا ببیعۃ الاول فالاول المبینۃ[3]

ترجمہ: بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد بھیج دیتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے۔ بہت ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ [2] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۳ [3] صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۶، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۹۷

کہ آپ اُن کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ خلیفہ اوّل سے وفا کرو اور یکے بعد دیگرے ہر ایک سے وفا کرنا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بس اُمت میں ایسے نبی نہیں ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کی سیاست کے لیے آتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس قسم کے انبیاء تھے۔ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:-

انا انزلنا التوراة فیها هدی و نور یحکم بها النبیون (پ المائدہ ۴۴)

ترجمہ: ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا بعد کے انبیاء اس کے مطابق حکم کیا کرتے تھے۔

یعنی وہ انبیاء شریعت جدیدہ لے کر نہ آتے تھے بلکہ شریعت تورات ہی کو اپناتے تھے اور اس کے حکم کے مطابق اس کے حکم کی تعمیل کراتے تھے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں

قوله تسوسهم الانبیاء ای انهم کانوا اذا ظهر فیهم الفساد بعث الله لهم نبیا یقیم لهم امرهم و یزیل ما غیروا من احکام التوراة۔[1]

ترجمہ: جب بنی اسرائیل میں کوئی فساد ظاہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کے لیے کوئی نہ کوئی نبی بھیج دیتے تھے جو ان کے معاملے کو درست کرتے اور ان تحریفات کو دور کرتے جو انہوں نے تورات میں کی ہوتی تھیں۔

(الف) اس سے ثابت ہوا کہ یہ انبیاء بنی اسرائیل شریعت جدیدہ لے کر نہ آتے تھے بلکہ وہ شریعت موسویہ کی اتباع میں تورات ہی کو نافذ کرتے تھے۔ پس ان کے ذکر کے بعد "لا نبی بعدی" اس بات کی دلیل ہے کہ حضورؐ کی مراد بس حدیث سے یہی تھی کہ میرے بعد کوئی اُمتی نبی بھی نہیں آئے گا۔

---

[1] فتح الباری جلد ۶ ص"

(ب) یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انقطاع نبوت کا اعلان نہیں فرمایا بلکہ اس چیز کو بھی بیان فرما دیا کہ جو چیز اس غیر تشریعی نبوت کے قائم مقام ہوگی یعنی خلافت جس سے مراد یہ ہے کہ اب غیر تشریعی انبیاء کے بجائے خلفاء کے ان تعیوں کا ذکر فرما تے ہیں آپ صرف منصب خلافت کو باقی رکھنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی نبی بھی نہیں آئے گا۔

معنی ختم نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی شہادت

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بنیانا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ من زوایاہ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون منہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔

ترجمہ: میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت آراستہ پیراستہ کیا مگر اس کے کونوں میں سے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی پس لوگ اسے دیکھتے تھے اور خوش ہوتے اور کہتے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی پس میں نے اس خالی جگہ کو پُر کر دیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس تمثیل کا ماحصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح ہے جس کے ارکان انبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو قصر نبوت کی تکمیل فرما دی۔

(الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مثل الانبیاء من قبلی" کہہ کر انبیاء کا عموم بتلایا گیا

۱؎ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸ ۲؎ صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱ ۳؎ مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۹۸ ۴؎ جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷

ہے اور جس میں سب شامل ہیں، ارشاد فرما کر آخر میں اپنے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا۔ پس واضح ہو گیا کہ جس طرح آپ شریعت جدیدہ لانے والے نبیوں کے خاتم ہیں امتی نبیوں کے بھی خاتم ہیں اور آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔

(ب) مکان کی آخری اینٹ سے تشبیہ دے کر آپ نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی متعین فرما دیئے۔

(ج) قصر نبوت میں وہ انبیاء بھی شامل ہیں جن پر شریعت کا دارو مدار ہے اور وہ بھی دوسرے نبیاء کی شریعت کی رونق ہیں یعنی امتی نبی کیونکہ حضور نے اسے جس محل سے تشبیہ دی اس کی بھی دو خوبیوں کا ذکر فرمایا۔ مکان کی بنا (یعنی بنیانا) اور اس کی تزئین (فاحسنہ واجملہ) اور حضور اس مبارک تعمیر کی آخری اینٹ ہیں اور اسی معنی کے لیے آپ نے آخر میں فرمایا۔ میں خاتم النبیین ہوں۔

(د) حضور نے قصر نبوت کی آخری اینٹ ہونے کی دلیل یہ فرمائی کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ پس واضح ہو گیا کہ حضور کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا نہ شریعت جدیدہ والا اور نہ کوئی نیا نبی۔

معنی ختم نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں شہادت

حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔

فضلت علی الانبیاء بست۔ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطہورا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون[۱]

ترجمہ۔ مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم

---

[۱] صحیح مسلم جلد۱ ص ۱۹۹

عطا ہوئے ہیں۔ میری مدد مجھے رعب عطا کر کے کی گئی، مالِ غنیمت میری شریعت
میں حلال کیا گیا، میرے لیے ساری زمین مسجد اور سامانِ تیمم بنائی گئی، میں تمام
مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور انبیاء مجھ پر ختم کر دیے گئے

اب یہ ظاہر ہے کہ پچھلی پانچ فضیلتیں جس طرح آپ کو شریعت جدیدہ والے نبیوں پر
حاصل ہیں بطریق اولیٰ شریعت سابقہ کے امتی نبیوں پر بھی حاصل ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ان فضائل میں، فضیلت کی انطباق ہیں جن میں انبیاء کے تشریعی اور غیر تشریعی ہونے کی
کوئی تفریق نہیں پائی جاتی۔ لازم آیا کہ چھٹی فضیلت بھی اسی نوع کی ہو۔ یعنی آپ پر ان سب انبیاء کا
سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے جن پر آپ کو پہلی پانچ فضیلتیں حاصل تھیں۔ یعنی آپ کی ختم نبوت
کا مفہوم یہ ہے کہ آپ پر شریعت جدیدہ والے اور شریعت سابقہ کے تحت رہنے والے
سب نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اس سیاق میں اگر ختم النبیین کا یہ معنی کیا جائے
کہ آپ پر شریعت جدیدہ والے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو حدیث کے پچھلے حصے کے ساتھ
یہ کلام بالکل بے معنی ہو جائے گا۔ نہ کوئی ربط رہے گا، اور نہ کوئی مناسبت۔ جو ہم کیسے اسے
صاحب جوامع الکلم کی طرف منسوب کر سکیں۔ (معاذ اللہ)

معنی ختم نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی شہادت

عن ابی ہریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لم یبق
من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ۔ [1]

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
حضورؐ نے فرمایا نبوت کا کوئی فرد مبشرات کے سوا باقی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا گیا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا سچے خواب۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۵ مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۲ ابو داؤد موطا فی الرؤیا، نسائی، کتاب التعبیر باب فی الرؤیا

اور رؤیائے صالحہ کیا نبوت ہے یا محض اس کا ایک جزو؟ اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءًا من النبوۃ۔[1]

ترجمہ۔ سچے خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا نبی ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قال رؤیا المسلمین جزء من اجزاء النبوۃ۔[1]

ترجمہ نبوت اور رسالت دونوں منقطع ہو چکیں اب میرے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ رسول۔ ہاں مبشرات باقی ہیں۔ اور مبشرات مسلمانوں کے وہ سچے خواب ہیں جو نبوت کے مختلف اجزاء میں سے محض ایک جزو ہیں۔

پس جس طرح چینی کو جو کہ سکنجبین کا ایک جزو ہے سکنجبین نہیں کہا جا سکتا چینی کی بوریاں جارہی ہوں اور ہم کہیں کہ سکنجبین جارہی ہے یا جس طرح محض دانت کو انسان نہیں کہا جا سکتا۔ یا جس طرح ایک اینٹ سے مکان مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اور قطرۂ آکسیجن گیس کو جو پانی کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے ہم پانی نہیں کہہ سکتے اور ایسے تمام اطلاقات باعتبار حقیقت درست نہ ہوں گے تو فقط سچے خوابوں کو نبوت سے تعبیر کرنا بھی قطعاً درست نہیں ہو سکتا۔ نبوت یا نبی کے اطلاق صرف وہیں ہو سکیں گے جہاں ان کا وہ مفہوم پایا جائے جو شریعت نے مراد رکھا ہے۔ شیخ اکبر لکھتے ہیں۔

مع ھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ۔[2]

---

[1] بخاری کتاب التعبیر بحوالہ فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۲ صحیح مسلم جلد ۲ و الترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱

[2] فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۷۲ ، صفحہ ۴۹۵

ترجمہ: سچے خوابوں پر نبوت کا جزو ہونے کے باوجود نبوت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مبشرات تو یہ لفظ تو صرف اسی پر آسکتے ہیں جسے شریعت نبی قرار دے چونکہ نبوت میں ایک خاص صفت معین ہونے کی وجہ سے اس نام کے استعمال کی بندش کر دی گئی ہے۔

تشریحی نوٹ

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہ پہلو قابل غور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انقطاع نبوت کے اعلان کے ساتھ صرف سچے خوابوں کا باقی رہنا ذکر فرمایا ہے اور درمیان میں کسی اور منزل کا بقاء ذکر نہیں فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی قسم کی غیر تشریعی اور ظلی و بروزی نبوت باقی ہوتی تو یہ اس کا موقع بیان تھا مقام ذکر میں عدم ذکر میں یقینی طور پر ذکر عدم کو مستلزم ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت کے منقطع ہونے کے بعد کسی قسم کی کوئی نبوت خواہ غیر تشریعی ہو خواہ ظلی اور بروزی قطعاً باقی نہیں۔ دیکھاں سے چونکہ اب کسی اور کو کسی قسم کی نبوت مل سکے پس کسی امتی نبی کا پیدا ہونا بھی شرعاً ممکن نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے تمام پہلوؤں اور اس کے تمام اجزاء کے کلی انقطاع کی خبر دے دی ہے صرف سچے خوابوں کا باقی رہنا آپ نے ذکر فرمایا ہے جو یقیناً اور قطعاً نبوت نہیں۔ بالخصوص جب کہ سچے خواب بعض اوقات فاسق قسم کے لوگ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

> بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہے سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں۔[1]

۱؎ تحفہ گولڑویہ ص

مرزا صاحب تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ :۔

راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق و فاجر بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں[1]

یہ درجہ ہمیں سمجھ میں نہیں آئی کہ اس حقیقت کو مرزا صاحب اپنا تجربہ کیسے بتا رہے ہیں

معنی ختم نبوت پر آنحضرت کی ساتویں شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت انا والساعۃ کھاتین۔ وجمع بین اصبعیہ۔[2]

ترجمہ۔ میری بعثت قیامت کے ساتھ متصل ہے جس طرح یہ دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضور کے عہد نبوت کے ساتھ قیامت متصل ہے نہ کہ کوئی اور نبوت۔

حضرت بریدہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

بعثت انا والساعۃ جمیعا ان کادت لتسبقنی[3]

ترجمہ۔ میں اور قیامت دونوں ساتھ ساتھ ہیں وہ تو قریب تھی کہ مجھ سے بھی سبقت کرے۔

اس حدیث میں معنی ختم نبوت بکمال واضح ہے۔ آپ کا عہد نبوت بالکل قیامت سے متصل ہے۔ آپ کے بعد صرف قیامت ہے کوئی اور نبوت نہیں۔

معنی ختم نبوت پر آنحضرت کی آٹھویں شہادت

---

[1] تحفہ گولڑویہ [2] رواہ ابن ماجہ [3] اخرجہ احمد وابن جریر۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۵۱

حضرت جبیر بن مطعم (۵۹ ھ) کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا محمد انا احمد وانا الماحی الذی یمحی اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔[1]

ترجمہ: میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا میں حاشر ہوں میرے پیچھے لوگوں پر حشر کی گھڑی آجائے گی (یعنی قیامت واقع ہو جائے گی) اور میں پیچھے آنے والا ہوں اور پیچھے آنے والا وہ ہے جس کے بعد کوئی اور نبی نہ آئے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں علی عقبی کی بجائے علی قدمی کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں میرے قدموں پر۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ میرے پیچھے پیچھے۔ کسی کے قدموں پر چلنے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کے آثار و اقدام پر چلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

یمکن ان یکون المراد بالقدم الزمان ای وقت قیامی علی قدمی بظھور علامات الحشر اشارۃ الی انہ لا نبی بعدہ ولا شریعۃ۔[2]

ترجمہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قدم سے مراد زمانہ ہو میں علامات قیامت کے ظہور پر اپنے عہد نبوت میں ہوں گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی شریعت اترے گی۔

حدیث کے آخر کے الفاظ میں عاقب ہوں اس حدیث میں ایک دوسری دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہو سکے گا۔ لفظ عاقبت میں وہ پہلو نہیں رہا کہ شاید اس سے مہر لگانے والا مراد ہو۔ اب خاتم کے وہی معنی لیے جائیں گے جو اسے لفظ عاقبت کے ساتھ جمع کر سکیں۔

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ [2] فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۰۴

معنی ختم نبوت پر حضورؐ کی نویں شہادت

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فی امتی کذابون دجالون سبعة و عشرون منهم اربع نسوة و انی خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

ترجمہ میری امت میں ۲۷ کذاب ہوں گے جن میں سے چار عورتیں ہوں گی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس حدیث میں ان مدعیان نبوت کو دجال بتلایا گیا ہے ـــ دجال وہ ہوتا ہے جو حق اور باطل کو ملا کر چلے۔ وہ کسی نبی برحق کا تابع کہلا کر نبی ہونے کا دعوے کرے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے:۔

دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے [۱]

اس حدیث میں اس قسم کا دعوے کر رہے جھوٹا امتی نبی بن کر سامنے آنے کو بھی آیت خاتم النبیین کے خلاف کہا گیا ہے۔ حدیث لا نبی بعدی کے معنی میں سمجھا گیا ہے ـــ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور خاتم النبیینؐ نے ختم نبوت کے یہی معنی سمجھائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی امتی نبی بھی نہ ہوگا۔ نبوت اپنے ہر پیرایہ میں حضورؐ کی ذات گرامی پر ختم ہو چکی۔

حدیث لا نبی بعدی کی مزید شرح

پیشتر اس کے کہ ہم معنی ختم نبوت پر کچھ صحابہ کرامؓ کی شہادت پیش کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان احادیث نبویہ کی مزید کچھ شرح کریں۔

---

[۱] تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۱

ہماری پیش کردہ ان آٹھ احادیث میں پہلی تین لا نبی بعدی کے عنوان سے ہیں۔ اگلی دو ختم نبوت کے عنوان سے چھٹی انقطاع نبوت کے عنوان سے اور ساتویں اتصال بہ قیامت کے عنوان سے اور آٹھویں لفظ واقبت کے عنوان سے ـــــ تیئے اب پہلے لا نبی بعدی کے الفاظ پر کچھ اور غور کریں۔

(i) یہاں نبی کے نہ آنے سے مراد نبوت کی نفی ہے کہ وہ آپ کے بعد کسی کو نہ ملے گی نبی کو آمد مقتضی نہیں ـــــ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسراء کی رات تمام انبیاء بیت المقدس میں آئے تھے آپ کی حضرت موسیٰ سے جو ملاقات ہوئی اس کے متعلق قرآن کریم میں ہے۔

فلا تکن فی مریۃ من لقائہ۔ (پ ۲۱ السجدہ ۲۳)

ترجمہ آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کریں۔

سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس رات آنا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی علامت کے طور پر آنا حدیث لا نبی بعدی کے ہرگز خلاف نہیں۔ ہم نے جو اس کا معنی لا نبوۃ بعدی کیا ہے۔ اس پر احادیث صحیحہ وارد ہیں۔

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاص روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

لا نبوۃ بعدی۔[۱]

(۲) اسی مضمون کو آپ نے ان لفظوں میں بھی بیان فرمایا۔

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔[۲]

(۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔

لا یبقی بعدہ من النبوۃ شیء الا المبشرات[۳]

حضرت ابو الطفیل واثلہ بن اسقعؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

لا نبوۃ بعدی الا المبشرات۔[۴]

---

[۱] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ [۲] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۵ [۳] رواہ احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۹ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۳ [۴] رواہ احمد جلد ۵ صفحہ

بعض صحابہؓ نے اس مضمون میں اتنی احتیاط کی کہ آپ کو خاتم الانبیاء کہنا کافی سمجھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں وہ آپ سے پہلے بھی ہوتے اور بعد میں بھی ہوں گے۔ قبلہ و بعدہ تو ہو سکتا ہے صرف بعدہ آپ کے بعد کوئی نہ ہو سکے گا

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں :

حسبك اذا قلت خاتم الانبياء فانا كنا نحدث ان عيسى عليه السلام خارج فان هو خرج فقد كان قبله وبعده[1]

ترجمہ تمہیں آپ کو صرف خاتم النبیین کہنا کافی ہے (آگے لا نبی بعدی کہنے کی ضرورت نہیں) کیونکہ ہمارے ہاں یہ حدیث عام بیان کی جاتی تھی کہ حضرت عیسیٰ نکلنے والے ہیں جب وہ نکلے تو وہ آپ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی۔

یہاں لا نبی بعدی کے معنی کا انکار نہیں عنوان ختم نبوت کی وضاحت پر اکتفا ہے کہ اب ان الفاظ کا کوئی احتیاج نہیں محدثین کے لیے لا نبی بعدی کے ساتھ لا نبوۃ بعدی کے الفاظ روایت سے ثابت ہیں سو وہ اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

فالمعنى انه لا يحدث بعده نبي لانه خاتم النبيين السابقين[2]

ترجمہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد نئے سرے سے کوئی نبی نہ ہوگا یہ اس لیے کہ حضور سب پہلے نبیوں کے خاتم ہیں۔

(۲) لا نبی بعدی کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس پر لفظ نبی بولا جائے اور وہ اس نام سے لوگوں کے سامنے آئے وہ اس نام سے مانا ضروری ہو وہ آپ کے بعد پیدا نہیں ہو سکتا لا کا لفظ جب نکرہ پر داخل ہو جیسے لا الٰہ الا اللہ میں تو وہ عموم اور استغراق کا فائدہ

---

[1] الدر المنثور جلد ۵ ص [2] مرقات جلد ۵ ص ۵۶۴ طبع قدیم

دیتا ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

جب نکرہ نفی کے تحت آئے تو اس میں نفی عام ہوتی ہے۔ لیکن اس عام کا پھیلاؤ محاورات عرب کے مطابق ہوگا۔ اگر کوئی کسی کو نصیحت کرتے ہوئے کہے کہ جیتے جی عمل کر سکتے ہو کر لو موت پر سب عمل ختم ہو جائیں گے اور عربی میں کہے لا عمل بعد الموت تو اس میں لا نفی عام کی دلالت یہ ہوگی کہ موت کے بعد کوئی کسی قسم کا عمل نہ ہو سکے گا۔ یہ نہیں کہ پچھلے کیے اعمال بھی سب ختم ہو گئے۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ پچھلے اعمال سب باقی ہوں گے۔ اور آخرت میں سب آگے آئیں گے — جس طرح لا عمل بعد الموت میں پچھلے اعمال کی نفی نہیں لا نبی بعدی میں پچھلے انبیاء میں کسی کی حیات کی نفی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا لا ھجرۃ بعد فتح مکۃ کہ اب آئندہ مکے سے ہجرت نہ ہو سکے گی۔ اب مکہ فتح ہو گیا ہے۔ تو اس سے کسی نے یہ نہ سمجھا کہ اب پہلا عمل ہجرت سب کا ختم ہو گیا اور کوئی پہلا مہاجر جو مکہ حج کے لیے گیا ہو، مہاجر نہیں رہا اور اب کوئی شخص بھی مکے سے مدینہ نہیں آ سکتا۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی نو شہادتیں

حضرت صدیق اکبرؓ کی شہادت:

آپ کے خلافت سنبھالتے ہی ارتداد کی دو لہریں اٹھیں۔ آپ نے منکرین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت دونوں سے جہاد فرمایا اور کہا:

قد انقطع الوحی وتم الدین — اینقص وانا حی[1]

ترجمہ: وحی کا آنا منقطع ہو چکا ہے اور دین تمام ہو چکا — کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دین کٹے اور میں زندہ رہوں۔

---

[1] رواہ النسائی وراجع لہ ریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۲

وحی صرف احکام کے لیے نہیں اخبار کے لیے بھی ہوتی ہے، اس میں غیبی خبریں کھولی جاتی ہیں گو وہ تشریعی نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہاں انقطاعِ وحی کا اعلان فرمایا ہے۔ ختمِ نبوت میں جو لوگ مہرِ نبوت کی تاویل کرتے ہیں وہ یہاں اسے انقطاعِ وحی سے ہم آہنگ نہیں کر سکتے۔ یہ انقطاعِ وحی کا اعلان تشریعی اور غیر تشریعی اور غیبی خبروں کی کسی اطلاع قطعی سب ایک کو شامل ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کی کسی انسان سے ہمکلامی ہو اسے دین میں قانونی حیثیت حاصل نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر عقیدہ ختمِ نبوت کا ان لفظوں میں اظہار فرمایا۔

الیوم فقدنا الوحی ومن عند اللہ عزوجل الکلام۔[1]

ترجمہ: آج ہم نے وحی کو کھو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی انسان سے کلام کرنا جسے قطعی حجت حاصل ہو اب یہاں نہیں رہا۔

مسیلمہ کذاب جس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاد فرمایا، اس نے شریعتِ محمدیہ میں کسی ترمیم کا اظہار نہ کیا تھا۔ اس کی اذانوں میں صرف حضورؐ کی رسالت کی آواز تھی[2] وہ اپنے آپ کو تابع شریعتِ محمدی سمجھتا تھا۔ بایں ہمہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس سے جہاد فرمایا اور وہ بایں دعویٰ نہیں کہ مسیلمہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے وہ نبی نہیں، بلکہ بایں دعویٰ کہ اب سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے۔ اب کسی اور کے مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ جیسے دین میں کوئی کمی رہ گئی تھی جو اب پوری ہو رہی ہے ___ میری زندگی میں یہ بات ہو کہ دین تمام ہونے کے بعد بھی اس میں کوئی کمی رہ گئی تھی ایسا ہرگز نہ ہو سکے گا۔

---

[1] کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۵۰ و ابو اسمٰعیل الہروی فی دلائل التوحید [2] دیکھئے تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۴۴

تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت میں کوئی فرق نہیں اور رب العزت کا ہے پیغمبروں کو بعض امور غیبیہ کی اطلاع دینا یا کوئی شریعت جنہیں کہ تشریعی نبوت کے لیے ہی ہو اور غیر تشریعی نبوت کے لیے نہ ہو سکے۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے ختم نبوت اور انقطاع وحی کا جو اعلان فرمایا اس کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ آپ کا انقطاع وحی کا یہ اعلان اخبار غیبیہ کے سلسلے میں تھا جو تشریعی اور غیر تشریعی نبوت دونوں کو شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبوت کا ہر دروازہ قطعی طور پر بند ہے۔ یہ محال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی کسی قسم کا کوئی مدعی نبوت پیدا ہو اور وہ سچا ہو۔ اگر حضور ختمی مرتبت کے بعد غیر تشریعی نبوت جاری ہوتی جس کے ذریعہ امور غیبیہ پر قسم کی قطعی اطلاع ممکن ہوتی تو حضرت فاروق اعظمؓ اس سیاق و سباق کے ساتھ ختم نبوت کا ہرگز اعلان نہ فرماتے۔

حاصل یہ کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک ختم نبوت کے معنی یہی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

۱؎ قطعی کی دلیل اس لیے ہے کہ اخبار غیبیہ اور کشوف و الہامات تو بعض غیر انبیاء کو بھی کرامت ملتے ہوتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کو بھی بعض غیبی خبروں کی اطلاع دے دی جاتی ہے اور حضرت عمر فاروقؓ تو خود مقام محدثیت پر فائز تھے جس مقام پر کہ بطور حدیث تو رب العزت اپنی ہمکلامی سے بے نوازتے ہیں بغیر اس کے کہ صاحب مقام نبی ہو جائے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اخبار غیبیہ کے اس طرح باقی رہنے سے انقطاع وحی کے مذکورہ بالا اعلان کا کیا ربط ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ نبوت پر جس غیب کا اظہار ہو اس میں قطعیت ہوتی ہے اور وہ اخبار غیبیہ یقینی طور پر معصوم ہوتی ہیں جن میں شک و شبہ یا شیطان کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت کے علاوہ جتنے بھی مقامات ہیں جن میں کہ بعض امور غیبیہ کا اظہار ہوتا ہو۔ ان میں وہ قطعیت نہیں ہوتی کہ ان پر احکام شرع یا احکام عدالت کی بنا رکھی جا سکے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت کے نزدیک کشف ولی حجت نہیں۔

وسلم کے بعد اب کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکے گا اور ہر قسم کی مدعیانہ منصب ہے۔ امور غیبیہ کی کسی قطعی اطلاع اور نزول جبریل کے پیرایہ مدعی ہرگز ممکن نہیں یہاں تک کہ قیامت آجائے اور قیامت کی علامات کبریٰ اپنا ظہور دکھلانے لگیں۔

معنی ختم نبوت پر حضرت عمرؓ کی دوسری شہادت

حضرت عمرؓ نے حضورؐ کی وفات پر (جب آپ کو اس کا یقین ہو چکا) آپ کو مخاطب کر کے کہا۔

بابی انت وامی یا رسول اللہ قد بلغ من فضیلتک عندہ ان بعثک آخر الانبیاء وذکرک فی اولھم فقال تعالٰی واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح[1]

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اللہ کے ہاں اس بلند مرتبہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کی بعثت تو سب سے آخر میں ہوئی مگر صف انبیاء میں آیت میثاق میں آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا۔ من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی مشترکہ شہادت

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک روز یہ حضرات ام ایمنؓ کے پاس گئے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک یادباقی رکھنے کے لیے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ایمنؓ کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ یہ تینوں حضرات ان کے ہاں پہنچے تو حضرت ام ایمنؓ انہیں دیکھ کر رونے لگیں۔ حضرت ابو بکرؓ اور

---

[1] مواہب اللدنیہ للقسطلانی جلد ۲ ص ۲۹۱

حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ ام ایمنؓ حضورؐ کی جدائی پہ رو رہی ہیں۔ انہوں نے انہیں دلاسہ دیا۔ حضرت ام ایمنؓ نے فرمایا۔

قد علمت انما عند اللّٰہ خیر لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولکن ابکی علی خبر السماء قد انقطع عنا۔[1]

ترجمہ۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے ہاں جو منزلت ملی وہ یہاں سے بہتر ہے میں اس پہ رو رہی ہوں کہ اب آسمانی خبروں کا یہاں آنا منقطع ہو چکا (یعنی اس درجہ کی وحی بھی اب آنے نہیں)۔

ان تینوں حضرات کا اس بات کو تسلیم کرنا کہ وحی تشریعی گیا۔ اب زمین پہ آسمانی خبروں کا کسی قطعی پیرایہ میں آنا بھی کلی طور پر منقطع ہو چکا ہے اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں حضور خاتم النبیین کے بعد کسی غیر تشریعی نبوت اور غیبی خبریں اترنے کی کوئی صورت باقی نہیں اس عقیدہ پر یہ تینوں شہادتیں شہادت کا نصاب کامل ہیں یہ کسی ایک واقعہ کی شہادت نہیں ایک عقیدے کی شہادت ہے۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی تیسری شہادت — حضرت عثمان غنیؓ

ایک شخص نے راستے میں کسی عورت کے محاسن کو دیکھا اور وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا:

یدخل علی احدکم واثر الزنا ظاھر علی عینیہ اما علمت ان زنا العینین النظر۔[2]

ترجمہ۔ میرے پاس ایسا آدمی بھی آجاتا ہے کہ زنا اس کی دونوں آنکھوں سے ٹپکتا دکھائی دیتا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ آنکھوں کا زنا بدنظری ہے۔

---

[1] کنز العمال جلد ۴ ص۵۲ [2] احیاء العلوم جلد ۲ ص۲۴

آخری حاضری تھی۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے دو شانوں کے درمیان مہر نبوت تھا یہ نشان تھا
کہ آپ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا۔

بین کتفیہ خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین۔ (رواہ الترمذی فی الشمائل)

علامہ طاہر گجراتی لکھتے ہیں کہ آپ کی پشت پر مہر نبوت ہونا آپ کے آخر الانبیاء
ہونے کی دلیل ہے[1]

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ امام بیہقی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر وقت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہہ دیا۔

ھذا آخر موطئی فی الارض۔۔۔ یعنی یہ میرا آخری آنا ہے زمین پہ یعنی وحی لیکر
اس کے سیاق سے صاف ظاہر ہے اور ابو نعیم نے حضرت علیؓ سے روایت
کیا ہے کہ جب آپ کی روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان کو
چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی۔

وا محمداہ[2] ہائے اب آپ کے پاس آنا نہیں ہوگا۔

جبرئیل کا نزول بہ پیرایہ وحی اب قیامت تک کے لیے مسدود ہے۔ کیا جبرئیل صرف ملکا
تشریعی لاتے تھے؟ اگر غیر تشریعی انبیاء کی طرف بھی انہی کا جانا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے بعد ان کا زمین پر نہ آنا اسی صورت میں متصور ہوتا ہے کہ اب غیر تشریعی بھی کسی پر نبوت
نہ اترے یعنی ختم نبوت پر یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی یہ دوسری شہادت ہے اور یہ صرف آپ کی
شہادت نہیں حضرت جبرئیل امین کی امانت ہے جسے اہل خیانت کے سوا کوئی شخص بھی ضائع
نہیں کرسکتا۔

---

[1] مجمع البحار جلد ۵ صـ شرح شمائل ملا علی قاری صـ [2] رحلۃ الامین المرتضیٰ مجموعہ مولانا صـ ۶۵

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی پانچویں شہادت

حضرت ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں :-

لو قدر ان یکون بعدہ نبی لعاش ابنہ ابراھیم۔[1]

ترجمہ - اگر یہ مقدر ہوتا کہ حضورؐ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا اور نبی ہوتا۔

اس سے پتہ چلا کہ حضورؐ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں ہو سکتا آپ کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے تو لازم ہے کہ وہ غیر تشریعی نبی ہوتے جب ان کا ایسا نبی ہونا بھی ختم نبوت کے خلاف تھا تو یہ بات اس کی واضح دلیل ہے کہ صحابہؓ کے ہاں ختم نبوت کا معنی سمجھا گیا تھا۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی چھٹی شہادت

حضرت انسؓ نے حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کے بارے میں فرمایا :-

ما ملأ مهده ولو بقي لكان نبيا لكن لم يبق لان نبيكم آخر الانبياء۔[2]

ترجمہ - ابھی تو اس نے اپنے گہوارے کو بھی نہ بھرا تھا ۔ اور اگر یہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا لیکن آنحضرتؐ جب آخر الانبیاء ہیں تو وہ کیسے زندہ رہتا ۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی ساتویں دلیل

شاہ روم کے گورنر ہامان نے جو شام میں رہتا تھا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا :-

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص — [2] التاریخ الکبیر لابن عساکر جلد ۱ ص ۲۹۲ تحقیق

هل کان رسولکم اخبرکم انه یأتی بعده رسول۔ [۱]

ترجمہ کیا تمہیں تمہارے رسول نے کوئی خبر دی ہے کہ ان کے بعد کوئی اور رسول ہوئے گا۔

آپ نے کیا جواب دیا؟ یہ ختم نبوت پر حضرت خالد بن ولیدؓ کی گواہی ہے۔

قال لا ولکن اخبر انه لانبی بعده واخبران عیسی ابن مریم قد بشر به قومه۔

ترجمہ۔ اس رومی نے کہا میں بھی اس بات کا گواہ ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے اپنے بعد کے لیے آپ کی گواہی دی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے جنگ یرموک میں حضرت خالد بن الولیدؓ کو شام کے گورنر ماہان سے بات کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

معنیٰ ختم نبوت پر صحابہؓ کی آٹھویں شہادت

حضرت ہلال بن حارثؓ ر ... م کی شام میں ایک عیسائی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ وہ مجھے گھر لے گیا اور اس نے مجھے ایک تصویر دکھائی وہ آنحضرتؐ کی تصویر تھی میں نے اس عیسائی سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے اپنے مطالعہ صرافت کی بناء پر بتایا۔

انه لم یکن نبی الا کان بعده نبی الا هذا فانه لا نبی بعده [۲]

ترجمہ۔ پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا مگر یہ کہ اس کے بعد کوئی نبی آیا سوائے اس کے یہ وہ ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس تصویر میں آپ کے پیچھے ایک شخص کھڑا تھا میں نے غور سے دیکھا تو وہ حضرت

---

[۱] رواہ ابونعیم خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ [۲] رواہ الطبرانی کذافی الکنز جلد ۲ صفحہ ۳۹۴

ابوبکر صدیقؓ کی تقریر تھی۔

حضرت بلالؓ کا اس واقعہ کو نقل کرنا اس واقعہ کی تصدیق ہے جو امت اب تک ختم نبوت کے نام سے اختیار کیے ہوئے ہے۔

معنی ختم نبوت پر صحابہؓ کی نویں شہادت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کے سوا اور کوئی وحی نہیں یعنی اس امت کے لیے جو حضورؐ کی امت کہلاتی ہے اب قرآن کے سوا کوئی وحی نہیں جس کے الفاظ خدا کی طرف سے نازل شدہ ہوں۔ قرآن کا لفظ لفظ خدا کی طرف سے آیا ہے یہ وحی متلو ہے اور کلام الٰہی ہے۔ تورات کے الفاظ بے شک خدا کی طرف سے تھے جو الواح پر لکھے ملے۔ مگر وہ اہم صاحبۃ کے لیے تھے۔ اس امت کے لیے صرف قرآن ہے۔ احادیث وحی غیر متلو ہے اس میں معانی قلب پیغمبرؐ پر اتارے جاتے تھے۔ الفاظ حضورؐ کے اپنے ہوتے تھے یہ وحی امت میں یکجا جمع نہیں ہوئی نہ اس کی تلاوت امت میں جاری ہوئی — اسی لیے اسے وحی غیر متلو کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وحی جس میں الفاظ خدا کی طرف سے ہوں اب قرآن کے سوا اور کوئی نہیں۔

حضرت امام ابوجعفر طحاویؒ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:-

لا وحی الا القرآن[1] ترجمہ: اب خدا کی وحی قرآن کے سوا کوئی نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد پر جو وحی آتی وہ وحی غیر متلو کے درجے میں ہے اس میں حقائق و معانی آپ پر اتارے جاتے تھے لفظ لفظ خدا کی طرف سے نہ ہوتا تھا۔

جواب: یہ سراسر تلبیس ہے۔ مگر مرزا غلام احمد پر اتری وحی صرف وحی غیر متلو ہوتی

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی صد ۱۵

تو پھر بعض الفاظ وحی کے بارے میں مرزا صاحب یہ کیوں کہتے کہ اس کے معنی مجھے معلوم نہیں ہو سکے اور یہ وحی ان زبانوں میں کیوں آئی جو مرزا صاحب کو نہ آتی تھیں — اور پھر مرزا صاحب کی امت مرزا صاحب پر اتری وحی کو ان کی مختلف کتابوں سے لے کر ایک کتابی شکل میں جمع کیوں کرتی —

قادیانیوں کے اس قرآن کا نام تذکرہ ہے۔ جو انہوں نے بڑی محنت سے جمع کر کے چار سو میں[1] دو قرنوں میں اسے شائع کیا ہے۔ اس کے کل صفحات ۸۰۴ ہیں۔ پہلی اشاعت میں اس کا ۱۹۳۵ اور ق میں ہونا مرزا بشیر الدین محمود کو اس کے شائع کرنے کے وقت معلوم نہ تھا۔ یہ وحی ۲۰ ۳۴ کی

نوٹ: مرزا غلام احمد کے پیرو بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی نبوت ظلی نبوت تھی اور ان کی وحی ظلی قرآن — ہم حضرت ابن عباسؓ کی اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ اس امت کے لیے قرآن کے سوا کوئی وحی نہیں۔ وحی غیر متلو بھی وحی تھی جو حضورؐ پہ آتی۔

ہم جواباً کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وحی کسی طرح ظلی قرآن نہیں کہی جا سکتی۔

(۱) قرآن کریم ایک زبان میں ہے — عربی میں — اور مرزا صاحب کی وحی کئی زبانوں میں ہے اور ان زبانوں میں بھی جو مرزا صاحب کو نہ آتی تھیں۔

(۲) قرآن کریم لانے والا فرشتہ جبریل امین ہے اور مرزا صاحب کے پاس آنے والا فرشتہ ٹیچی ٹیچی ہے۔

(۳) قرآن کریم حضورؐ پر اترتا تو آپ اسی وقت اسے لکھوا دیتے۔ غلام احمد نے اپنی وحی کو کہیں علیحدہ جمع کیا نہ لکھوایا۔ نہ مرزا صاحب کے کوئی کاتبین وحی تھے۔

(۴) قرآن کریم فصاحت و بلاغت اور ادبیت میں حد اعجاز تک پہنچا ہوا ہے۔ مرزا غلام احمد کی وحی میں غلطی، اردو اور عربی کی غلطیاں ہیں۔

(۵) جس پر قرآن اترا اس نے دعویٰ کیا کہ اگر یہ انسانی کلام ہے تو تم بھی ایک ایسی آیت بنا لاؤ۔ مرزا غلام احمد نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔

---

[1] صحیفات ارو ص ۳۳۲

ازالہ تعجب

اس پر تعجب نہ کیا جائے کہ باوجود ایسی واضح احادیث اور ایسی روشن شہادتوں کے مرزا غلام احمد نے اپنے دعوے نبوت کی کیا گنجائش رکھی۔ اس کی وجہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:-

> اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔[1]

> میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔[2]

مرزا صاحب کی یہ وحی کس قسم کی تھی جس نے انہیں ان صحیح احادیث اور غیر تشریعی نبوت جاری نہ ہونے کی قطعی شہادتوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے پر مجبور کیا۔ اس پر مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل بیانات کافی روشنی ڈالتے ہیں:-

(۱) — میں انگریزی حکومت کے ماتحت مبعوث کیا گیا۔

(اشتہار شائع شدہ آخر تریاق القلوب ص ۲۴۸ از طبع سوم)

(۲) — یہ ملک یعنی یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلا دے ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کر سکے۔

(حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست شائع شدہ آخر تریاق القلوب)

---

[1] ضمیمہ نزول مسیح ص
[2] حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص

انگریزی حکومت کے ٹکڑے آسمانی وحی اترے یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آسمان پر بھی انگریزوں کا ہی حکم چلتا ہو قضا و قدر کے فیصلے اور حکمِ تکوینیہ کے ارادے ساتھ ساتھ چلتے ہوں اب کون ہے جو اس آسمانی حکم کا مقابلہ کر سکے۔

مرزا غلام احمد کو کھٹکا تھا کہ کہیں گورنمنٹ اس کی اس طرح کو خوشامد نہ سمجھے بہرحال اپنے دشمنوں کی حمایت میں اپنے خاندان کی پچاس سالہ تاریخ کہہ گیا۔

② —— صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔

حکومتیں اپنے وفاداروں کو وفا کا صلہ دیتی ہیں مرزا غلام احمد یہاں انگریزی حکومت سے اپنی وفاداریوں کا صلہ نہیں مانگ رہا بلکہ وہ حکومت کو یاد کرا رہا ہے کہ یہ پودا انہی کے ہاتھوں کا تو لگایا ہوا ہے۔ اب چاہیے کہ گورنمنٹ برطانیہ اس کی پوری طرح آبیاری بھی کرے۔

پھر نبوت ایک زمینی کارروائی ہے یا آسمانی؟ اس پر غور کیجئے۔ انبیاء زمین پر خدا کے نائب ہوتے ہیں آسمانوں میں نہیں۔ وہاں فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکموں کے امین ہیں۔ مگر مرزا غلام احمد نے بقول خویش یہ فرشتوں کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ اس کا دعوے تھا کہ آسمانوں پر بھی اس انگریزی گورنمنٹ ہی کی بات چلتی ہے۔

③ —— گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی کر رہا ہوں۔

---

۱ تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۹ ۲ تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۱۱۱

انگریز حکومت کے حکم سے کارروائی ہو۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آسمان پر
بھی انہی کا حکم چلتا ہو۔ قضا و قدر کے فیصلے حرف غلط ہوں اور دوسری طرف نکال کر پھینک دیئے ہوں
اب کون ہے جو اس آسمانی حکم کا مقابلہ کر سکے۔

واضح ہو کہ شیطانی الہامات ہونا حق ہے۔

(ضرورۃ الامام ص [illegible])

مرزا غلام احمد کا شیطانی الہام کو حق کہنا ہمیں سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ درست ہے کہ شیاطین بھی اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔

وان الشیاطین لیوحون الی اولیٰئھم لیجادلوکم (پ ۸ الانعام)

ترجمہ: اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں۔

لیکن یہ بات درست نہیں کہ وہ الہامات حق ہوتے ہیں انہیں کتاب و سنت کے معیار پر پرکھنا چاہیے کتاب و سنت
تو حضرت محمد مصطفیٰ پر ختم نبوت بتاتی ہیں اور شیطانی الہامات کہیں کہ میں خدا کا بیٹا ہوں جس کے تابع ہیں انبیاء اور رسول بھیجا اور یہ کہ میرا
ظہور گویا خدا کا ظہور ہے — تو کیا ایسے الہامات سے کتاب و سنت کو ٹھکرایا جا سکتا ہے — نہیں
جن کا قطعی دلائل سے ثابت ہو چکے ہیں وہ جہالت اور خرافات ہیں جنہیں قرآن صاف کہتا ہے۔

وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل کی گئی ہے اور جو کچھ تجھ سے پہلے نازل ہوا اور
آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود کی تحریف قرآن

ما انزل الیک میں اس وحی کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اور
ما انزل من قبلک میں اس وحی کا ذکر ہے جو گذشتہ انبیاء پر نازل ہوئی۔ آخرت میں اس
وحی کا ذکر ہے جو پیچھے نازل ہونے والی ہے مگر یہاں تین وحیوں کا ذکر ہے۔[1]

---

[1] حاشیہ ترجمہ قرآن مجید زیر نگرانی بشیر الدین محمود صاحب خلیفہ ربوہ [illegible] تفسیر کبیر
متقی وہ ہے جو آخری وحی پر ایمان رکھتا ہے یعنی ہر شخص ایمان رکھتا ہے وہ جس کی آخری وحی پر بھی یقین رکھتا ہے۔ (الفرقان)

احادیث کی تائید میں فقہا اور متکلمین کی تصریحات

معنیٰ ختم نبوت پر قرآن کریم کی نو کھلی شہادتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو واضح شہادتیں اور صحابہ کرام کی نو صحیح شہادتیں آپ کے سامنے آ چکی ہیں۔ کتاب و سنت میں جہاں کہیں اس مسئلے کا ذکر ہے وہاں ہر جگہ ایک ہی آواز سنی جا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی تشریعی ہو یا غیر تشریعی ہر اعتبار سے نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اس میں چور دروازے نکالنے کی سعی انہی لوگوں نے کوشش کی جنہوں نے خود نبوت کے دعوے کیے۔ کوئی غیر جانبدارانہ شہادت آپ کو ان کی تائید میں نہ ملے گی۔

نامناسب نہ ہوگا اگر ہم معنیٰ ختم نبوت پر فقہائے کرام اور متکلمین اسلام کی بھی نو شہادتیں پیش کر دیں۔ وھو المستعان وعلیہ التکلان

محدثین کے اقوال لانے کی ضرورت اس لیے نہیں کہ سردِ احادیث میں خود ان کا موقف بھی ساتھ ساتھ نکل چکا ہے۔

① حضرت امام طحاوی کی شہادت

حضرت امام محمدؒ کے بعد یہ فقہ حنفی کے سب سے بڑے امام سمجھے جاتے ہیں۔ صف محدثین کی بھی آپ نمایاں شخصیت ہیں اور آپ کی کتاب شرح معانی الآثار دورہ حدیث میں پڑھائی جاتی ہے مگر عقائد میں اور علم کلام میں بھی آپ عالم اسلام کے مسلم امام ہیں۔ سعودی عرب میں شرح عقیدہ طحاویہ علم عقائد میں مسند کا درجہ رکھتی ہے اور بیشتر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ عقیدہ طحاوی کے متن کا یہ جزئیہ طلبہ زبانی یاد کرتے ہیں۔

کل دعوة بعدہ علیہ السلام بنی وحدی وھو المبعوث الی الجن و کافۃ الوری۔[۱]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر دعوئے نبوت اسلام سے بغاوت اور ایک شیطانی خواہش ہے اور آپ جنات اور سب انسانوں کے لیے مبعوث ہیں۔

یہاں یہ لفظ کل دعوۃ قابل غور ہیں۔ اگر حضور کے بعد صرف تشریعی نبوت کا دعویٰ ہی غلط ہوتا اور تشریعی نبی آ سکتا تو کیا یہاں کل دعوۃ کہہ کر ہر دعوئے نبوت کو اسلام سے خارج کہا جاتا؟ قارئین کرام انصاف سے کام لیں۔

(۲) آنجناب آپ کی کتاب شفا کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

لان بموتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم انقطع الوحی۔[۲]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے۔

یہاں ختم نبوت کو انقطاع وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب وحی کا پورا سلسلہ منقطع ہے تو سوچئے کیا غیر تشریعی نبوت میں وحی نہیں آتی؟ معلوم ہوا کہ وہ سلسلہ بھی اب باقی نہیں۔ نبوت ہر اعتبار سے آپ پر ختم ہو چکی ہے۔ معلوم نہیں انقطاع وحی کے بعد مرزا غلام احمد کو حقیقت الوحی لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

(۳) علامہ ابن نجیم کی شہادت

علامہ ابن نجیم جو اپنے فقہی دقت نظر کے باعث ابو حنیفہ الثانی کہلاتے ہیں، اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں۔

اذا لم یعرف ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔[۳]

---

[۱] عقیدہ طحاویہ صلا [۲] مواہب اللدنیہ شرح بخاری ۲۵۹ [۳] الاشباہ ص ۲۹۶ مصر

⑤ سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی شہادت

فتاویٰ عالمگیری جو پانچ سو علماء کی تائید و توثیق سے مرتب ہوا اس میں بھی اسی عبارت پر فتویٰ دیا گیا ہے ۔

اذا لم یعرف ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم ولو قال انا رسول اللہ. وقال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر ۔[1]

ترجمہ. جب کسی نے یہ نہ جانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان کیا وہ مسلمان نہیں ہے کسی نے اس طرح کہا میں اللہ کا رسول ہوں یا کسی دوسری زبان میں کہا کہ میں پیغام لانے والا ہوں. اور مراد یہ ہو کہ میں خدا سے پیغام لیتا ہوں تو وہ اس بات سے کافر ہو جائے گا۔

⑥ فصول عمادی میں کلمات کفر شمار کرتے ہوئے فتاویٰ عالمگیری کی یہ مذکورہ عبارت آپ کو ملے گی ۔

وکذا لو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغامبرم یرید بہ پیغام می برم یکفر ۔[2]

ترجمہ. اسی طرح اگر کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہا میں پیغمبر ہوں اور اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ میں خدا سے پیغام لاتا ہوں تو وہ شخص ایسا کہنے سے کافر ہو جائے گا ۔

خدا کی طرف سے کوئی نیا حکم ہو یہ تشریعی نبوت بنتی ہے صرف پیغام ہو یہ غیر تشریعی نبوت میں بھی ہوتا ہے. یہ دوسری قسم کا دعویٰ نبوت ہو کہ میں خدا سے پیغام لاتا ہوں یہ بھی کفر ہے ۔

[1] فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ [2] فصول عمادی صفحہ ۱۳

او کذب رسولاً او نبیاً او نقصه بای منقص کان صغر باسمه

مریداً تحقیره او جوز نبوة احد بعد وجود نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

وعیسی علیہ السلام نبی قبل فلا مرح ۔ [۱]

ترجمہ یا کسی رسول اور نبی کو جھٹلائے یا اس کی کسی قسم کی تنقیص کرے یہاں

تک کہ اس کا نام چھوٹا کر کے لے جس سے اس کی تحقیر مراد ہو تو اس سے

بھی وہ کافر ہو جائے گا یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کی کسی

قسم کی نبوت جائز سمجھے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو آپ

سے پہلے سے نبوت پائے ہوئے ہیں سو ان کے دوبارہ آنے سے عقیدہ

ختم نبوت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ رکھتے ہیں ان میں سے ایک شخص بھی

ایسا نہیں ملتا جو اس بات کا قائل ہو کہ وہ آکر شریعت محمدیہ کو منسوخ کریں گے اور ان پر دوبارہ

تشریف آئے گی۔ انتظامی امور میں وحی آنے کے سوا کسی دینی امر میں ان پر کسی قسم کی کوئی وحی نہ

آئے گی جن علماء نے عقیدہ ختم نبوت اور نزول عیسیٰ ابن مریم میں ذرا سا بھی ٹکراؤ محسوس کیا ان

کے جواب میں جن علماء نے بھی قلم اٹھایا انہوں نے قطعاً یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت

پہلے کی ملی ہوئی ہے، کسی نے بھی نہ کہا کہ وہ مستقل نبی کی حیثیت سے آئیں گے غیر تشریعی

نبی ہوں گے۔ یہ جواب آخر کیوں کسی نے اختیار نہ کیا، یہ اس لیے کہ اسلام میں ختم نبوت کا یہی معنی

ہے کہ حضور کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ نہ تشریعی نہ غیر تشریعی ___ اور امت محمدیہ نے

اسی کو عقیدہ ختم نبوت قرار دیا ہے۔

اب اگر ختم نبوت اور نزول عیسیٰ ابن مریم کے ظاہری ٹکراؤ کو اس تشریح سے ختم کیا جاتا

کہ حضرت عیسیٰ اپنی آمد ثانی میں ماتحت نبی کے طور پر آئیں گے تو امت کے عقیدہ ختم نبوت پر

---

[۱] الشفاء للقاضی عیاض ص ۲۷۰

کا کوئی ضرب لگتی اس لیے سب نے یہ تشریح کی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی آمد ثانی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ آپ کو نبوت حضرت خاتم النبیین سے پہلے کی ملی ہوئی ہے اور ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد نبوت کسی کو نہ ملے۔

فقہائے کرام اور متکلمین اسلام کے بعد اب آیئے صوفیائے کرام کو دیکھیں کہ وہ عقیدہ ختم نبوۃ کو کس وضاحت سے قبول کیے ہوئے ہیں۔

محدثین روایات سے بولتے ہیں۔ فقہاء نصوص کی گہرائی سے بولتے ہیں۔ متکلمین نصوص کے پہرے میں عقل و تجربات سے بولتے ہیں۔ مگر اولیائے کرام وہیں سے بولتے ہیں جہاں سے نبی بولتے ہیں۔ اولیاء کو وہاں سے محبت الٰہی ملتی ہے وہ اس سے روشنی پاتے ہیں اس کے مقرب ہوتے ہیں مگر قانون و حکم انہیں بھی نبیوں سے ہی ملتا ہے اور نبیوں کی بات ان پر محدثین کی روایت سے اور مجتہدین کے استخراج سے کھلتی ہے ولایت احکام میں نبوت کے تابع رہتی ہے۔

اسلام میں اولیاء اللہ اور صوفیہ کرام ظل نبوت میں سمجھے جاتے ہیں۔ اسلام میں اگر ظلی نبوت کا کوئی تصور ہوتا تو یہ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام ظلی نبی تھے مگر اسلام میں یہ لفظ نبی ہر ولی اور صاحب کشف و روحانیت سے روک دیا گیا ہے۔ ان کا وجود خود اس بات کی شہادت ہے کہ اسلام میں کوئی روحانی نظام غیر تشریعی نبوت کا نہیں ہے۔ نہ کوئی روحانی منزل ظلی نبوت کے نام سے موسوم ہے — شیخ عماد الدین اموی کبار اولیائے کرام میں سے ہیں آپ صوفیہ کے بارے علم کو بیان کرتے ہیں۔

اما عقیدتھم فعقیدۃ جمیع السنۃ بحسب الحسن الاشعری واصحابہ

من فاتحتھا الی خاتمتھا

ترجمہ: صوفیائے کرام کے عقیدے وہی ہیں جو امام اہل السنۃ شیخ ابو الحسن اشعری

سند حیات: حروب فی کیفیۃ الوصول فی المحبوب

بعد ان کے شاگردوں میں شروع سے لے کر آخر تک رہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اسلام میں کوئی پانچواں ماخذ علم الہام کے نام سے نہیں ہے۔ اور علم جیسا جاری ہے نص نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد و استنباط اسی لیے شروع ہوئے کہ کسی قسم کی نبوت تشریعی کوئی کھڑکی کھلی نہ تھی ورنہ یہاں سے روشنی ملنے کی بھی کچھ گنجائش رکھی جاتی۔

اب ہم عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے اس قطعہ پر ختم نبوت کی بحث ختم کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم ان بزرگانِ دین کا عقیدہ ختم نبوت آپ کے سامنے پیش کریں گے جن کا نام قادیانی لوگ از راہِ الحاد اپنے جھوٹ میں پیش کرتے ہیں سے

خاتم الانبیاء و الرسل است — دیگراں جزو اند او چو کل است
و نبیے او رسول دیگر نیست — بعد ازاں ہیچ کس پیمبر نیست
چوں بود آخر زماں بقول رسول — کند از آسماں مسیح نزول
پیرو دین و شرع او باشد — تابع اصل و فرع او باشد
واں ہمہ شرع و دین او داند — ہمہ کس را بدین او خواند

۱۔ ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور تمام رسولوں کے خاتم ہیں ان میں سے ہر ایک کسی ایک پہلو میں ممتاز ہوا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات کے جامع ہوئے

۲۔ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں نہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہوگا۔

یہ عقیدہ حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کے خلاف نہیں آپ حضورؐ کے امتی ہو کر آئیں گے۔

۳۔ جب آخری زمانے میں حضورؐ کے ارشاد کے مطابق حضرت مسیح آسمان سے اتریں گے تو .....

ؔ اعتقاد نامہ مولانا جامیؒ

۴۔ تو آپ حضورؐ کی شریعت کے پیرو ہوں گے اور دین کے اصول و فروع میں آپ کی پیروی کریں گے۔

اس طرح نہیں کہ نبوت آپ سے سلب کرلی جائے گی — نہیں — لیکن اب وہ نافذ نہ ہوگی آپ اب ولایت محمدی میں آ گئے ہیں۔

۵۔ آپ حضورؐ کی ساری شریعت کو جانتے ہوں گے اور تمام قوموں کو آپ حضورؐ کے دین کی طرف ہی دعوت دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کی بشارت دی تو ساتھ ہی جتلا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں تورات اور انجیل کے ساتھ کتاب و حکمت (قرآن و حدیث) کی تعلیم بھی دیں گے۔

ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولاً الی بنی اسرائیل۔

(پ ۳ آل عمران آیت ۴۸، ۴۹)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو کتاب و سنت کی تعلیم دیں گے اور تورات و انجیل کی بھی۔ ہاں آپ رسول صرف بنی اسرائیل کے لیے ہوئے۔

یہ کتاب و سنت کی تعلیم آپ کو کس لیے دی جائے گی؟ اس لیے کہ آپ نے دور محمدی بھی پانا ہے اور اس قوم میں بھی جانا ہے۔ گو رسالۃً آپ کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی لیکن اب وہ آپ کی شریعت کے تابع ہوں گے۔

قرآن و حدیث کے ان دلائل اور ائمہ و متکلمین کے ان تصریحات کی روشنی میں ختم نبوت کا مسئلہ اتنا نکھرا ہے کہ اب اس میں کوئی نیا دروازہ یا فکر کی کھلی تعبیر نہیں آتی حضور خاتم النبیین پر نبوت بغیر کسی تخصیص اور تاویل کے ختم ہو چکی۔ یہ بات اسلام کی ضروریات میں سے ہے اس کے خلاف کوئی شخص بھی حرکت میں آئے یہ کھلا کفر ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے

ختم نبوت بغیر کسی تخصیص و تاویل کے

ختم نبوت جن صریح الفاظ میں وارد ہوئی اور صاف صاف بیان کی گئی ہے اس کے ظاہری اور عام معنی یہ ہیں جو تواتر سے منقول ہیں کہ ان میں ذرا سے اختلاف کی بھی گنجائش نہیں جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی بعثت کا قائل ہو وہ امت محمدی میں کہیں ٹھکانہ نہیں پا سکتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۱۰۱ھ) پر اسلام کی پہلی صدی ختم ہوئی۔ آپ عقیدہ ختم نبوت اس طرح بیان کرتے ہیں:

یا ایہا الناس ان اللہ لم یبعث بعد نبیکم نبیاً ولم ینزل بعد ھذا الکتاب الذی انزل علیہ کتاباً۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننا اور آخری نبی ماننا دو قرار ہم معنی رہے ہیں جس نے بھی آپ کو نبی مانا تھا اس نے یہ بھی مانا کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ یہ بات متواتر ہے چلی آرہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا

حافظ ابو منصور بغدادیؒ (۴۲۹ھ) لکھتے ہیں:

کل من اقر بنبوۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اقر بانہ خاتم الانبیاء والرسل ... وقد تواترت الاخبار بقولہ لا نبی بعدی ومن جحد القرآن و السنۃ فھو کافر۔[2]

ترجمہ: ہر وہ شخص جس نے ہمارے نبی آنحضرت کی نبوت کا اقرار کیا وہ آپ کے خاتم النبیین والمرسلین ہونے کا اقرار کر چکا۔ یہ دونوں باتیں باہم لازم و ملزوم ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا آپ سے تواتر کے ساتھ ملا آرہا ہے اور جو شخص قرآن

---

[1] سنن دارمی جلد ۱ صفحہ [illegible] [2] اصول الدین لابی منصور بغدادی صفحہ [illegible]

وسنت کے فیصلے کو نہ مانے وہ کافر قرار پاتا ہے۔

پہلی تین صدیوں میں اسلامی علوم تفسیر و فقہ و حدیث کی تدوین میں گذریں چوتھی صدی ہجری کے علامہ باقلانی (م ۴۰۳ھ) سے ختم نبوت کا مضمون سنیے :

الخبر الوارد عنه صلى الله عليه وسلم وهو مما نقلته كافة الامة من قوله لا نبي بعدي وقد نقلوا مع ذلك عن سلفهم والخلف عن سلفه حتى يتصل ذلك بمن شاهد النبي انه ذكر هذا القول ومعناه من كل قرينة توجب تخصيصه وخبر بانه يكل ما اوجب العلم بصحة مراده نفي سائر الانبياء بعده ممن يتبع شريعته وممن لا يتبعها من العرب ومن غيرهم في عصره وبعد زمانه والى ان يرث الله الارض ومن عليها وهو خير الوارثين۔[1]

ترجمہ: یہ حدیث لا نبی بعدی حضورؐ سے وارد ہوئی ہے اور یہ وہ خبر ہے جسے پوری امت نے لا نبی بعدی کے الفاظ میں نقل کیا ہے اور ہر طبقے کے مسلمانوں نے پہلے مسلمانوں سے اور انہوں نے اپنے اسلاف سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ بات ان صحابہؓ تک پہنچی ہے جو حضور اکرمؐ کے حاضر مجلس تھے وہ بتاتے ہیں کہ حضورؐ نے اس جملے کو بتاکید بیان فرمایا اور اسے ہر ایسے قرینے سے آزاد رکھا جو اسے کوئی تخصیص دے اور اسے ہر اس بات کے ساتھ ملایا جو اس ختم نبوت کی عموم مراد کو یقینی علم کی جگہ دے کہ آپ کے بعد ہر قسم کے نبیوں کی نفی ہو وہ تشریعی نبی ہوں یا غیر تشریعی وہ عرب سے ہوں یا کسی اور جگہ سے۔ آپ کے زمانے میں ہوں یا آپ کے بعد یہاں تک کہ پھر کوئی زمین اور جو اس پر ہے وہ اللہ کے قبضے میں چلے آئے اور وہی خیر الوارثین ہے

---

[1] کتاب التمہید للباقلانی طبع بیروت ۱۹۵۷ء

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی کا عقیدہ ختم نبوت

امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) کے استاذ امام الحرمین (۴۷۸ھ) شیعہ کے اس عقیدہ کے جواب میں کہ عالم کسی وقت امام زماں کے وجود سے خالی نہیں رہتا ہر وقت کسی نہ کسی امام کا موجود رہنا ضروری ہے لکھتے ہیں:۔

فاذا جاز خلو الزمان عن النبی وھو معتصم من الائمة فلا بعد فی خلوہ عن الائمة۔[1]

ترجمہ: جب یہ ہو سکتا ہے کہ پورے عالم میں کوئی نبی نہ ہو حالانکہ وہ وقت کے دین کی بنیاد ہے تو یہ عالم اگر امام کے وجود سے خالی ہو تو اس میں کوئی استبعاد خلاف عقل و نقل بات نہیں ہے۔

شیعہ اپنے اماموں کو تابع شریعت محمدیہ مانتے ہیں ان میں کسی کی نبوت تشریعی کے قائل نہیں۔ سو جس طرح وہ جہان کو امام کے وجود سے خالی نہیں مانتے اہل سنت بھی پیرایہ میں خلو الزمان عن النبی کے قائل ہیں۔ اگر اس امت میں کسی غیر تشریعی نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو امام الحرمین اس دور کے لیے خلو الزمان عن النبی کا عقیدہ بیان نہ کرتے۔

پانچویں صدی میں عقیدہ ختم نبوت خلو الزمان عن النبی کے الفاظ میں امت کے سامنے آچکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب غیر تشریعی نبوت بھی نہیں ہے۔

آپ نے یہ بات شیعہ عقیدہ کے متوازی کہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب غیر تشریعی نبوت بھی جاری نہیں ہے۔

اب پانچویں صدی کے امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) سے بھی ختم نبوت کا یہی مفہوم سنیے جسے تسلیم

---

[1] الغیاثی ص ۲۶

سکے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرتؐ کے لا نبی بعدی کو بغیر کسی تخصیص و تاویل اس کے ظاہری معنی پر رکھا ہے اور امت نے اسے ہی ختم نبوت کا مفہوم اور معنی مراد مانا ہے حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) لفظ خاتم النبیین کے متعلق لکھتے ہیں :-

ان الامۃ فہمت بالاجماع من ھذا اللفظ ومن قرائن احوالہ انہ افہم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص [1]

ترجمہ: امت نے اس لفظ خاتم النبیین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و قرائن سے اجماعی طور پر یہی سمجھا ہے کہ حضور نے یہی سمجھایا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور نہ کوئی رسول اس مسئلہ ختم نبوت میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی تخصیص ہے۔

پیش نظر رہے کہ حضرت امام غزالیؒ کا یہ ارشاد اس عنوان کے ماتحت ہے۔

الباب الرابع. فی بیان من یجب تکفیرہ من الفرق۔

ترجمہ: یہ باب ان فرقوں کے بیان میں ہے جن کی تکفیر واجب ہے۔

حضرت امامؒ نے پہلے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے جس پر کفر و اسلام کا دارومدار ہے۔

کل من کذب محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فہو کافر ای مخلد فی النار بعد الموت مستباح الدم والمال فی الحیاۃ الی جملۃ الاحکام الازان التکذیب علی المراتب [2]

ترجمہ: ہر شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قطعی تعلیمات میں سے کسی ایک کو جھٹلا دے تو وہ کافر ہے یعنی موت کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور زندگی میں اس کا خون اور مال مباح ہے ہاں یہ تکذیب کے کئی مراتب ہیں۔

---

[1] الاقتصاد فی الاعتقاد ص۱۱۴ [2] ایضا ص۱۱۲

بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اور خدا کی طرف سے بھی حضور نے یہی بتلایا کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے وہی اس میں بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے پس ان لوگوں کے کفر میں قطعاً کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں۔

رئیس المتکلمین حضرت علامہ محمود آلوسیؒ (۱۲۷۰ھ) مفتی بغداد کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔

وکونه صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین مما نطق به الکتاب وصدعت به السنة واجمعت علیه الامة فیکفر مدعی خلافه ویقتل ان اصر[۲]

ترجمہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسا قطعی مسئلہ ہے جس پر قرآن پاک بولا ہے۔ سنت نے اسے نہایت واضح طور پر پیش کیا اور پوری امت کا اس مسئلہ میں اجماع ہے۔ پس اس کے خلاف جو بھی نبوت کا دعوے کرے اسے یقینی طور پر کافر قرار دیا جائے اور اگر وہ اسی پر مصر ہے تو قانون شریعت میں اس کی سزا قتل ہے۔

علامہ بحر العلوم عبد العلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں:۔

محمد رسول الله خاتم النبیین وابوبکر رضی الله عنه افضل الاصحاب والاولیاء وهاتان القضیتان مما یجب البرهان فی علم الکلام والیقین المتعلق بهما یقینی ثابت ضروری باق الی الابد۔

ترجمہ: حضور کی ختم نبوت پر اور ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا سب صحابہ اور اولیاء سے افضل ہونا ایسے قضیے ہیں جو مسائل دین میں یقینی سمجھے جاتے ہیں اور ضروریات دین میں سے ہیں

---

[۱] مفتی بغداد علامہ آلوسیؒ کی یہ رائے خلافت عثمانیہ [illegible] شہاب الدین محمود نے بھی اعتراف کیا ہے۔ (تفسیر کبیر [illegible])

[۲] روح المعانی جلد ۲۲ ص ۳۹ [۳] فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۲۶۳

مرزا غلام احمد کا پہلا عقیدہ ختم نبوت

مرزا غلام احمد کا پہلا عقیدہ ختم نبوت تمام مسلمانوں کی طرح تھا۔ اس کا پہلا عقیدہ ختم نبوت یہ تھا۔

(۱) —— نبی کا لفظ عبری اور عربی دونوں زبانوں میں مشترک ہے۔ دوسری کسی زبان میں یہ لفظ نہیں آیا ہے اور اسلام کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ل

(۲) —— فضل فرمانے والے رب رحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے بغیر کسی استثناء کے اور اس کی تفسیر آنحضرت نے لا نبی بعدی سے فرمائی۔ جو طالبین کے لیے واضح بیان ہے اور اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا جائز قرار دیں تو ہم نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد پھر اس کے کھلنے کے قائل ہو جائیں گے اور یہ واضح نص صریحی کے خلاف ہے اور چاہئے رسول کریم کے بعد کیسے کوئی نبی آ سکتا ہے جبکہ حضور کی وفات کے ساتھ وحی منقطع ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ ت

ل [illegible] ص ۱ [illegible] ت مرزا صاحب جب حمامۃ البشریٰ لکھ رہے تھے تو اس وقت بھی ایک عام مسلمان نہ تھے بلکہ وہ مہدی اور مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مجدد وقت ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے چنانچہ حمامۃ البشریٰ میں لکھتے ہیں۔ یکلمنی اللہ کما یکلم المرسلین وانہ یعلم انہ اعطانی ھذہ المرتبۃ فکیف ارد ما اعطانی اللہ (حمامۃ البشریٰ ص ۹۲) اس سے مرزا صاحب کے جواب کی حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب کا یہ بیان اس وقت کا ہے جب وہ عام مسلمانوں کی طرح تھے اور ان سے اتنے بڑے مسئلہ میں غلطی ہو جانا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ ت حمامۃ البشریٰ ص ۲۰

نوٹ: مرزا صاحب یہاں یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ میرا دعوے محدث ہونے کا ہے نبی ہونے کا نہیں اور محدث نبی کی تعریف رکھنے کے باوجود نبی نہیں ہوتا کیونکہ دروازہ بند ہے۔ نبوت کا بھی اور وحی کا بھی۔ اور اسے وجود بالقوۃ سے وجود بالفعل میں لانا خدا کی مشیت کے خلاف ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

ولکن اللہ ما شاء ان یخرجہا من مکمن القوۃ الی حیز الفعل۔

پیش نظر رہے کہ مرزا صاحب یہاں صرف دعوے نبوت سے انکار نہیں کر رہے۔ بلکہ اسے کفر قرار دے رہے ہیں اور ان کے اس فیصلہ میں ہر نیا مدعی نبوت اسلام سے نکل جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ مقام محدثیت پر فائز اور ملہم ربانی اور مامور یزدانی ہونے کے دعوے دار پر اسلام کے وہ بنیادی حقائق بھی مخفی رہے جن پر کفر و اسلام کا دار و مدار ہے۔ اور مرزا صاحب یہاں جس بات کو کفر قرار دے رہے ہیں کل خود اس کے مدعی اور مرتکب ہوئے۔

(۲) ـــ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں:-

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز قرار نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔ [2]

تشریحی نوٹ:

مرزا صاحب کی یہ عبارت، اس سیاق و سباق میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں ان کا قرب قیامت میں نزول فرمانا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

پیش نظر رہے کہ عام مسلمانوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا ہے۔ اس کے

---

[1] یاد رہے کہ مرزا صاحب نے جب ازالہ اوہام لکھی تو اس وقت بھی وہ اپنے دعوے میں ملہم یزدانی اور مامور رحمانی تھے چنانچہ ازالہ اوہام کے سرورق پر یہ القاب بھی لکھے ہیں۔ ملہم اور امام وقت پر مسیح الزمان وغیرہ کے تذکرے بھی ملتے ہیں یہ کتاب ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ [2] ازالہ اوہام طبع دوم ص ۷۶۱

جواب میں مرزا صاحب یہ چند عبارت لکھ رہے ہیں — اب یاد رکھیے کہ ان تمام مسلمانوں کا عقیدہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے قائل ہیں یہ ہے کہ آپ مستقل نئی شریعت کے ساتھ نزول نہیں فرمادیں گے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہو کر رہیں گے[1] اور مرزا صاحب یہاں اس تقریر کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں جس عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ حضور خاتم النبیین کے بعد کوئی ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو غیر تشریعی ہو اور اس طرح تابع شریعت محمدیہ ہو کر رہے کہ ایک اعتبار سے نبی اور ایک اعتبار سے امتی ہو۔

چنانچہ مرزا صاحب خود اسی کتاب میں لکھتے ہیں -

(۴) — یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبریل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے۔ اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔[2]

اس عبارت سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہاں جس عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہے اس کی رو سے کوئی ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو علیحدہ شریعت نہ لائے اور آپ کی امت کو منسوخ نہ کرے۔ کسی غیر تشریعی نبوت کا دروازہ بھی ہرگز کھلا ہوا نہیں۔ مرزا صاحب کی اپنی تصدیق کردہ شہادت یہ ہے کہ:-

(۵) — ختمیت نبوت یعنی یہ کہ سلسلہ خلافت محمدیہ میں اب کوئی بھی نیا یا پرانا زندہ موجود نہیں اور تمام سلسلہ نبوت بنی اسرائیل کے جاہیے حضرت پر ختم ہو چکے ہیں اب کوئی نبی نیا یا پرانا اسرائیلی طور خلافت بھی نہیں آسکتا۔[3]

---

[1] یحکم بشریعتہ ویصلی الی قبلتہ ویکون من امتہ (شرح شفاء جلد ۲ صفحہ ۵۱۹ مطبوعہ مصر) ویکون متابعا لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی بیان احکام شریعتہ واتقان طریقتہ۔ (مرقات جلد ۵ صفحہ ۲۲۲)

[2] ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳ [3] دافع البلاء صفحہ ۱۶ مطبوعہ ۱۹۰۲ء مطبع سیالکوٹ۔

اس تفصیل سے قادیانیوں کے اس مغالطے کی حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ مرزا صاحب نے جہاں جہاں ختم نبوت کا اقرار کیا ہے۔ اس کا معنی صرف یہ ہے کہ کوئی علیحدہ شریعت والا اور حضورؐ کی ملت کو منسوخ کرنے والا نبی نہیں آسکتا۔ یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کوئی غیر شرعی بطور خلافت اور نیابت کے بھی نہیں آسکتا۔

⑥ —— مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں لکھا:۔

اس کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں کیوں کہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔[۱]

⑦ —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا ہر لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔[۲]

⑧ —— آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔[۳]

⑨ — مرزا صاحب نے مشائخ عرب کو جو خط لکھا تھا۔ وہ ان کی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں منقول ہے۔ اس میں وہ اہل عرب کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

کفاکم فخرا ان اللہ افتتح وحیہ من آدم وختم علی نبی کان منکم ومن ارضکم وطنا۔[۴]

ترجمہ: تمہیں یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جس وحی کا آغاز حضرت آدمؑ سے کیا تھا وہ وحی ایسے نبی پر ختم کی گئی جو تم عربوں میں سے تھے اور جن کا وطن تمہاری سرزمین تھی۔

۱؎ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۴۴ سطر ۳ قادیانی مذہب ۲؎ کتاب البریہ ص ۱۸۴ ۳؎ ایام الصلح ص ۱۴۶ ۴؎ آئینہ کمالات ص ۴۲۶

(١٠) — اے لوگو! محمد عربی کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو، خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو، اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے۔[1]

(١٢) — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے بھی اس آیت کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔[2]

(١٣) — جس حالت میں ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے ۔ مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لیے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرما لیں۔[3]

مرزا غلام احمد نے یہاں جس لفظ نبی سے لفظ محدث میں تنزل کیا ہے وہ لفظ نبی کن معنی میں استعمال ہوا تھا؟ تشریعی کے لیے یا غیر تشریعی کے لیے؟ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد نے اسے دوسرے معنی میں ہی استعمال کیا ہوگا۔ اب اس لفظ سے محدث میں تنزل صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ مرزا غلام احمد نبوت حقیقی کو، وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتے ہوں جبھی تو اس نے پہلے جہاں جہاں لفظ نبی استعمال کیا اسے چھوڑ کر اب وہ لفظ محدث کی طرف آ رہا تھا۔

(١٤) — ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

---

[1] آسمانی فیصلہ ص۲۵ [2] کتاب البریہ ص۱۸۴ حاشیہ [3] تبلیغ رسالت جلد ۲ ص۹۵

جیسے کہ قادیانی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور
وحی نبوت کے نہیں بلکہ وحی ولایت کے قائل ہیں۔[۱]

(۱۲) ——— میرا نبوت کا کوئی دعوٰی نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ
رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوٰی کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے
میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ
رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانیوں کا نام کرامات ہے۔[۲]

افسوس کہ جب مرزا غلام احمد نے اسلام کے اس قطعی عقیدہ کو بڑی بے دردی سے تحریف
کا تختہ مشق بنایا اور وحدت قومی کے اس سنگ بنیاد پر بُری طرح تاویل کے ہاتھ صاف کیے اور
الحاد کی ایسی راہ پر چلا کہ پھر واپس آنا نصیب نہ ہوا عقائد جیسے اہم معاملہ میں ذرا سی غفلت شقاوتِ
آخرت میں ابدی رسوائی کا موجب ہو سکتی ہے مگر یہاں کا کھیل بنا کر رکھ دیا۔
آپ مرزا صاحب کے اس قدیمی تحریف کا نقشہ ان کی مندرجہ ذیل تاریخی کروٹوں میں ملاحظہ
فرمائیں۔

ختم نبوت کے قطعی عقیدہ میں انحراف کی پہلی کروٹ

(۱) ——— اللہ تعالیٰ کو شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایاں کہ
سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے۔ بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا
ہو اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کر دے اور ان پر بڑھا دے۔[۳]

یہ سلسلہ نبوت کے بند ہونے کا تو اقرار ہے تشریعی اور غیر تشریعی سب یکجا مذکور ہوں تو
ایک سلسلہ بنتا ہے۔ دونوں قسمیں جدا جدا ہوں تو یہ ایک سلسلہ نہیں ہوتا۔ یہاں سلسلہ نبوت قطع
ہونے کا بیان ہے ——— اگلے دو جملے ختم نبوت کی تشریح نہیں عطف اللباب لکھے ہیں ——— ورنہ

۱؎ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص ۲۷ ۲؎ جنگ مقدس ص ۱۱۸ ۳؎ آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۷

مرزا صاحب پیروی کی عبارت کے پردے میں اپنے لیے لفظ نبی استعمال کر کے پہرا سے نکلنے کے درجے میں ڈھلے آتے تھے۔ تاہم اسے کسی درجے میں ایک نئی کروٹ کہا جا سکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ کھلا لفظ بھی اپنا لیا اور کھلے لفظوں میں کہا۔

(۱) —— میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔[1]

(۲) —— میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔[2]

(۴) —— اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا کوئی نبی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔[3]

(۵) —— میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو اس لیے خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے مگر بغیر شریعت کے۔[4]

(۶) —— اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔[5]

(۷) —— خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔[6]

(۸) —— ہمارا نبی اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد بھی نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے۔[7]

(۹) —— یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔[8]

---

۱ نزول المسیح ص۴۸ ۲ حاشیہ نزول المسیح ص۳ ۳ تجلیات الٰہیہ ص۲۵ ۴ الفضل ۱۲/۲۱ ۵ حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۲۸ ۶ از مرزا غلام احمد ایضاً ص۱۸۱ ۷ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۴ ۸ ایضاً ص۱۸۱

(۱۰) —— میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔[1]

(۱۱) —— اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو ایک جزوی فضیلت قرار دیتا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ سے پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔[1]

یہاں عقیدہ بدلنے کا بالکل صریح اقرار ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ختم نبوت سے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ کچھ اور تھا اور بعد میں اور ہوا۔ مرزا بشیر الدین محمود بھی اس تبدیلی عقیدہ کا ان الفاظ میں اقرار کرتے ہیں۔

الغرض حقیقۃ الوحی کے حوالے نے واضح کر دیا کہ نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔[2]

اگر یہ سوال ہو کہ حقائد کی یہ تبدیلی قرآن اور حدیث کی روشنی میں واقع ہوئی یا اس کی بناء مرزا صاحب کی خود اپنی وحی تھی تو یہ بھی خود خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین کی زبانی سن لیجئے۔

دعوے مسیحیت کی بابت بھی تبدیلی بذریعہ وحی ہوئی اور نبوت کے متعلق بھی سابقہ عقیدہ میں وحی نے ہی تبدیلی کرائی۔[3]

عجیب اور بہت زیادہ تعجب ہے کہ تبدیلی عقیدہ کے اس صریح اقرار کے بعد مرزا صاحب کو یہ کہنے کی کس طرح جرأت ہوتی۔

(۱۲) رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی شریعت کے۔ اس طرح کا نبی کہلانے سے میں نے

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ [2] حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ شائع شدہ ۱۹۰۷ء [3] اخبار الفضل مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۴ء خطبہ جمعہ کالم ۳ صفحہ ۵ [4] الفضل قادیان خطبہ جمعہ حوالہ مذکورہ سابقہ۔

کبھی انکار نہیں کیا... میرا یہ قول کہ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔[1]

یہ امر پیش نظر رہے کہ مرزا صاحب کے عقائد کی تبدیلی کا مدار قرآن و حدیث ہرگز نہیں بلکہ بقول مرزا محمود تبدیلی عقائد کا مدار مرزا صاحب کی خدا داد وحی تھی قرآن و حدیث کا مطالعہ تو مرزا صاحب پہلے کیے ہوئے تھے

عقیدہ ختم نبوت سے انحراف کی دوسری کروٹ

(۱) — سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔[2]

پھر اور سنیے:-

(۲) — خدا تعالیٰ بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور تمام امتوں کے لیے نشان ہے۔[3]

(۳) — اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔[4]

(۴) — پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔[5]

(۵) — یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا۔ اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں ہی اس کا مستحق ہوں۔[6]

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۵ [2] دافع البلاء ص ۱۱ [3] ایضاً ص ۱۰ [4] تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸
[5] حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ [6] تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸

(۱۰) —— جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں، ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔[۱]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد کی وحی پر بھی اسی طرح ایمان لاتے ہیں جیسے قرآن پر اور اسی حیثیت سے وہ مرزا غلام احمد کی وحی کو قرآن کے برابر سمجھتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ وحی واقعی اتنی کھلی اور واضح تھی تو مرزا غلام احمد خود اس کا کئی سال تک انکار کیوں کرتا رہا؟ —— کچھ تو ہو قرار بھی ہو۔

ختمِ نبوت سے انحراف کی تیسری کروٹ

(کبریٰ) صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ۔

یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحبِ شریعت ہونے کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدّث ہیں گو وہ کیسی ہی جنابِ الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔[۲]

(صغریٰ) اپنے نہ ماننے والوں پر فتوے کفر۔

(۱) —— ہر ایک شخص کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے۔[۳]

(۲) —— ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔[۴]

---

[۱] تبلیغ رسالت جلد ۱، صفحہ ۱ [۲] تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ حاشیہ [۳] مکتوب مرزا غلام احمد بنام ڈاکٹر عبد الحکیم مندرجہ تشحیذ الاذہان ۱۹۰۶ء حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ [۴] انجام آتھم صفحہ ۶۲

(۳) ۔ کفر دو قسم پر ہے ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے
اور آنحضرت کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ اور دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود
کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے
اور آخر میں لکھا ہے۔
اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

نوٹ: ان تصریحات سے واضح ہوا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہہ کر اپنے
تریاق القلوب والے قول کے مطابق خود صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ ڈاکٹر عبدالحکیم کو حقیقۃ الوحی ص۱۶۳ میں مرتد بنایا اور مرزا بشیر احمد نے علامہ اقبال مرحوم کے والد مرحوم کو سیرت
المہدی حصہ سوم ص۱۴۳ پر اسلام سے خارج قرار دینے کا اقرار کیا ہے۔ حالانکہ ان بزرگوں کا جرم صرف
اتنا ہی تھا کہ انہوں نے مرزا صاحب کے حق سے اپنے آپ کو پاک کر لیا تھا اور وہ برابر کلمہ گو تھے
اور اہل قبلہ میں سے تھے۔

(۴) —— مرزا بشیر الدین صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

دوسرا سوال آپ کا کفر کے متعلق ہے کہ بعض جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
علماء کے کفر کا فتویٰ لگانے کی وجہ سے غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا ہے اور دوسری
جگہ اپنے نہ ماننے کی وجہ سے انہیں کافر ٹھہرایا ہے۔ ان میں کوئی تناقض نہیں
یہ دونوں باتیں ایک ہی وقت میں جمع ہو سکتی ہیں۔ مومن کو کافر کہنے سے بھی انسان
کافر ہو جاتا ہے۔ اور ماموریت کے نہ ماننے کی وجہ سے بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
امتی نبی تھے۔ امتی نبی کو کافر کہہ کر بھی غیر احمدی کافر ہو گئے اور آپ کو نبی نہ مان
کر بھی کافر ہے

۱؎ حقیقۃ الوحی ص۱۶۳ ۲؎ اخبار الفضل ۲۹ جون۔ [illegible] کالم ۲ ص۳

قادیان کا ترمیم شریعت بل

(۱) —— اسلامی شریعت میں جہاد افضل العبادات، ماضی الی یوم القیامۃ اور عمل حیات مجاہدہ ہے مگر مرزائی قانون میں:-

اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں، اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے لڑائیاں کی جائیں۔[1]

یاد رکھو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔[2]

(۲) —— مرزا غلام احمد سے پہلے جو مسلمان حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے وہ اللہ کے نزدیک گناہگار نہیں، جو مرزا صاحب کے آنے کے بعد اس عقیدہ پر قائم رہیں وہ کافر اور بے دین ہیں۔

(الف) ان الذین خلوا من قبلی لا اثم علیہم وہم مبرؤن۔[3]

ترجمہ تحقیق جو لوگ مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اس عقیدہ کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں اور وہ بالکل بری ہیں۔

(ب) ولا شک ان حیوۃ عیسیٰ وعقیدۃ نزولہ باب من ابواب الضلال و لا یتوقع منہ الا انواع الوبال۔[4]

ترجمہ۔ اور بے شک اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ گمراہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس سے طرح طرح کے عذاب کے سوا کسی اور چیز کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

---

[1] تریاق القلوب ص۳۲۲ [2] تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۱۲۳ [3] استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۳۹ [4] استفتاء ص۳۹

③ —— اسلامی شریعت میں فرضی صدقات زکوٰۃ اور عشر وغیرہ تھے اور ان کے لیے بھی نصاب اور حولان حول یعنی سال گزرنا شرط تھا مگر مرزائی شریعت میں ایک ماہواری چندہ بھی فرض ہے جس کے لیے کوئی نصاب شرط نہیں مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:۔

> ہر شخص کو چاہیے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے مگر چاہیے کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہیے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لیے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے وہ منافق ہے اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا —— المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان[1]

④ —— جیسے صرف توریت، انجیل، زبور، قرآن شریف اور دوسرے صحف پر ایمان لانا ضروری تھا اور ایسا ایمان لانے والا ابدی راحت کا مستحق تھا لیکن مرزا صاحب کی شریعت نے اس فیصلہ کو منسوخ کر دیا اور اب یہ حکم ہو گیا کہ مرزا صاحب کی وحی پر بھی ایمان لانا فرض ہے جس طرح کہ قرآن شریف پر اور دوسری کتابوں پر[2] اور ایسا ایمان نہ لانے والا جہنمی ہے۔[3]

مذکورہ بالا دلائل و شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ صاحب شریعت نبی ہونے کا تھا لیکن چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے لیے دجل و فریب کا لفظ لازمی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے —— کذابون دجالون —— اس لیے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی کہہ دیا، حالانکہ حضورؐ کے بعد ایسا دعویٰ نبوت بھی الحاد و زندقہ اور کفر و الحاد ہے

---

[1] [illegible] [2] دیکھو حقیقۃ الوحی [illegible] [3] دیکھو انجام آتھم

صاحبِ شریعت ہونے کے دعویٰ میں چوتھی دبی کروٹ

مرزا صاحب نے جب باقاعدہ خود پر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اپنے لیے کھلم کھلا نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کیے اور اپنے منکرین کو صریح طور پر جہنمی اور کافر کہا تو اس سے ان کی پہلی تحریرات اور تصریحات کا کھلا تصادم ہوا۔ تبدیلی عقیدہ کے احساس جرم نے ان کے سارے ماحول میں ایک لرزہ پیدا کر دیا اور قادیان کی ساری زمین اس بات سے کانپ اٹھی۔ پھر مرزا صاحب نے عقیدہ ختم نبوت میں ایک چوتھی کروٹ لی اور آیت خاتم النبیین کو اپنے اصلی لغوی معنی پر رکھتے ہوئے کہا۔ واقعی حضور ختمی مرتبت کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اسے اپنے صاحب شریعت نبی اور رسول ہونے کے ساتھ یوں تطبیق دی کہ خود عین محمد اور احمد ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مغائرت کے سارے پردے درمیان سے اٹھا دیئے۔ یہ عقیدہ ختم نبوت میں راہِ الحاد کی ایک نئی راہ تھی۔ مرزا صاحب اس مقام پر یوں رقمطراز ہیں:۔

(۱) — خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کا توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔[1]

مرزائی حضرات اس تقاضے پر غور کریں کہ کیا اس سے وہ تمام تاویلات جو پہلی دو صورتوں کی نبوت کو منظوری دیتا، یا غیر تشریعی نبوت کو اس مہر لگنے سے خارج رکھنا یا افاضت سے نبوت فنا وغیرہ کیا یہ سب غلط انداز فکر نہ [illegible] نہیں ہو جاتے؟ فافہم

---

[1] ایک غلطی کا ازالہ ص

(۲) ـــــ پس اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت میں کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہے اور کوئی نہیں۔[1]

مرزا صاحب نے یہ دلچسپ ترکیب اختیار کی جس سے ممکن ہے کہ اس وقت کے معتقد حالات کچھ سمجھ گئے ہوں لیکن تبدیلی عقیدہ کے سابقہ کھلم کھلا اقرار کرنے کے بعد اس تاویل و تطبیق کی تو کوئی راہ نہیں ملتی۔ تبدیلی عقیدہ کے سابق صریح اقرار کے بعد اب مرزا صاحب کا یہ اعلان خالص غلط بیانی نظر آتا ہے۔

(۳) ـــــ اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہیں معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے۔[2]

اس عبارت میں لفظ مجھے پر غور کریں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی مرزا کی خودی باقی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں فنا نہیں ہو پایا پس یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ حضور کی نبوت حضور تک ہی محدود رہی جبکہ گانہ طور پر نبی بھی کہلا رہا ہے اور پھر بھی فنائیت کا مدعی ہے۔ فیا للعجب۔

عقیدہ ختم نبوت میں پانچویں کروٹ

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔

(۱) ـــــ سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔[3]

ترجمہ خدا کی طرف سے میرا نام نبی صرف مجازی طور پر رکھا گیا ہے حقیقی معنی کے اعتبار سے نہیں۔

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ [illegible] [2] ایضاً صفحہ [illegible] [3] استفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ [illegible]

(۲) ——— جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے[1]

اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے:

اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔[2]

(۳) ——— اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔[3]

(۴) ——— یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔[4]

(۵) ——— یہ صرف لفظ زر ہے عربی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ یا مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح۔[5]

ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ایک بالکل نئی اصطلاح میں نبوت کے دعویدار تھے اور آپ کا ان معنوں میں تشریعی یا غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ ہرگز نہ تھا جس طرح کہ پہلے ایک لاکھ اور کئی ہزار پیغمبر تشریف لاتے رہے۔ ان پیغمبروں کی تشریف آوری خواہ وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی حضور ختمی مرتبت کی تشریف آوری پر قطعاً ختم ہو چکی۔

نبوت کے بارے میں آپ کی بڑی کروٹ

---

[1] انجام آتھم ص ۲۷ [2] ایضاً [3] اربعین نمبر ۲ ص ۱۸ [4] سراج منیر ص ۳ [5] تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸

(۱) میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اس طرح سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد ہی نبی رہے نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔[1]

اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔[2]

(۲) اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم سو یاد رکھنا چاہیے کہ ان معنوں کی رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں۔[3]

(۳) انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں خدا تعالیٰ ظلی طور پر ایک مدت کے وقت میں کسی اپنے بندے کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہی کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے اور اسی ظلی وجود کو قائم رکھنے کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھائی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔[4]

(۴) جو شخص اس نبی جامع الکمالات کی پیروی کرے گا ضرور ہے کہ ظلی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔ پس اس دعا کے سکھلانے میں جو سورۃ فاتحہ میں ہے یہی راز ہے۔[5]

---

[1] ایک غلطی کا ازالہ ص ۸ [2] ایضاً ص ۱۲ [3] ایک غلطی کا ازالہ ص ۶ خزائن جلد ۱۸ ص ۲۱۰ [4] شہادۃ القرآن ص ۲۸ خزائن جلد ۶ ص ۳۵۳ [5] چشمہ مسیحی ص ۴۹ روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۳۸۲

(۵) کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اتارا۔ ہ

اس دعا میں ظلی نبوت کا اشارہ ہے یا صراحت

مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

(۱) قرآن شریف جس کی طرف اشارہ کرتا اور فرماتا ہے اهدنا الصراط المستقیم ۔ ؎

(۲) اس آیت کے معنے یہی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ جس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھہراتا ہے ؎

یہاں مرزا غلام احمد تضاد کا شکار ہے۔ یہاں اشارہ ہے یا صراحت مرزا غلام احمد اس کا فیصلہ نہیں کر سکا۔ ایسی بات جب سرے سے ہے نہیں تو فیصلہ کیسے ہو پائے۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافا کثیرا۔

قادیانیوں کا پوری امت محمدیہ کے بارے میں عقیدہ

جو مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یقینی پیرایے کا مکالمہ و مخاطبہ بند ہے، مرزا غلام احمد اس امت کو ایک لعنتی امت قرار دیتا ہے۔

یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ بند ہے۔ اگر یہ معنی اگر یہ معنی ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی۔ ؎

مرزا غلام احمد نے یہ دل آزار فتویٰ اپنے دور کے مسلمانوں پر ہی نہیں دیا پوری امت کے مسلمانوں پر دیا ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر اب تک اس عقیدہ پر قائم چلی آرہی ہے کہ حضور

ؔ کرامات الصادقین ص۷ ؔ تذکرۃ الشہادتین ص ؔ شہادۃ القرآن ص۳ ؔ ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۸۳

تشریعی کو بھی حضورؐ پر ختم ہونے سے دوسرے انعاماتِ الٰہیہ کی نفی نہیں ہوتی جو قرآن پاک کی رو سے اس امت کے شامل حال ہیں۔

والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم۔ (پ الحدید۔ آیت ۱۹)

یہاں اس امت کے کاملین کو صدیق بننے اور شہید بننے کی خبر دی گئی ہے ان کے ساتھ ہونے کی خبر نہیں دی گئی اور جہاں انعام یافتہ لوگوں میں نبیین کا ذکر کیا گیا۔ وہاں رفاقت اور ساتھ ہونے کو بیان کیا گیا ہے یہ نہیں کہ یہ ایمان لانے والے کاملین نبی بن جائیں گے جو طبقے وار مراتب میں وہ صدیقین، شہداء اور صالحین کے ہیں جو رفاقت والے مدارج ہیں ان میں سب سے اونچا ہے اور حضور خاتم النبیین کے بعد اس درجہ کمال کا کسی کو ملنا بند ٹھہرایا گیا ہے اسے وہ کہ کہنا مرزا غلام احمد کی ہی جرأت ہے اور یہ اس کی امت کو عقیدہ ختم نبوت سے منحرف کی آخری کوشش ہے۔

قادیانیوں کا یہ کہنا کہ اگر یہ مراتب امت کو مل سکتے ہیں تو پھر نبوت کیوں نہیں مل سکتی۔ یہ محض ایک مغالطہ ہے۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے نزدیک امت کے کاملین کو اگر یہ چاروں مراتب مل سکتے ہیں تو تشریعی نبوت جس کا سلسلہ قطعی طور پر بند قرار دیا ہے وہ اس امت کو کیوں نہیں مل سکتی؟

یاد رہے کہ عقائد اس قسم کے قیاسی استدلال سے ثابت نہیں ہوتے اس کے لیے نصوص قطعیہ درکار ہیں یہ صرف احکام ہیں جو ظنی دلائل سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

قادیانی اسی پہلی ڈگر پر

افسوس کہ مرزا صاحب نے اس نئی کروٹ لینے کے باوجود معاملات میں دعویٰ یہی رکھا کہ
ان لفظوں پر تقدیسیہ کے لیے تھا جنہیں رب العزت نے حقیقی طور پر نبوت عطا فرمائی ہو خواہ وہ تشریعی
ہوں یا غیر تشریعی، وحی کی قطعیت اور اس کا دخل شیطانی سے منزہ ہونا۔ اس کا اقرار لازم ہونا اور
اس کا انکار کفر ہونا۔ یہ سب حقیقی وحی کے لوازم تھے نہ کہ مجازی نبوت کے اور پھر مرزائی حضرات کا
ختم نبوت کے مباحث میں ان آیات سے استدلال کرنا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے
کے نبیوں کی آمد اور ان کا سلسلہ نبوت مذکور ہے، یہ خود ایک منہ بولتی شہادت ہے کہ مرزا صاحب
کا اپنی نبوت کو مجازی قرار دینا فقط ایک مغالطہ تھا اور محض ایک وقتی تدبیر تھی۔ ورنہ ان کی نبوت اگر
بقول ان کے واقعی ایک نئی اصطلاح ہوتی تو اس کے اثبات میں ان آیات کا سہارا نہ لیا جاتا جن
میں ان حقیقی نبوتوں کا ذکر ہے جو آنحضرت کی مرتبت سے پہلے تشریعی اور غیر تشریعی صورتوں میں
ظہور پذیر ہوتی رہیں۔

مقام غور

ان اُلجھے ہوئے اور متضاد اقوال سے صاف عیاں ہے کہ اسلام کا عقیدہ ختم نبوت اپنی
جگہ ایسا قطعی اور یقینی تھا کہ جن لوگوں نے اس میں چور دروازے نکالنے کی کوشش کی وہ بھی کسی ایک
قطعی موقف کا سہارا نہ لے سکے اور ان کی فکر ہر نئے مرحلے پر ایک نیا انداز اختیار کرتی گئی یہاں تک
کہ اس تحریک کی مرکزی شخصیت کے متعلق اس کے پیرو خود اس میں ہی مختلف ہو گئے کہ بانی سلسلہ کا
اصل دعویٰ کیا تھا۔ اس سے اسلامی عقیدۂ ختم نبوت کی عظمت کا احساس اور شدید ہو جاتا ہے۔ اور
اسلام کے آفتاب صداقت کی کرنیں اور زیادہ شانِ امتیاز سے پھوٹنے لگتی ہیں۔

مقام افسوس

مقام افسوس ہے کہ عقائد جیسے نازک معاملہ میں جن میں ذرا سی تغافل شعاری اور سہل نگاری ملت میں شدید ترین رسوائی کا باعث ہو سکتی ہے استہزاء اور تمسخر کیا جا رہا ہے کہ ان کا بھی تعین ہو گیا اور پھر بھی نہیں کوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ختم نبوت کا تاج بھی رکھا مگر مرزا صاحب پھر بھی نبی ہو گئے۔ مذہب کیا ہوا ہے کہ بنیادی عقائد بھی بچوں کا کھیل بن کر رہ گئے

فواحسرتا على ضيعة العمر.

مرزا غلام احمد صاحب کا ختم نبوت جیسے بنیادی مسئلے میں اتنے رنگ بدلنا اور نئے پیچ و تاب کھانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآنی مکتب فکر آیت خاتم النبیین کی تفہیم کے لیے کوشاں نہیں بلکہ صرف تحریف کے درپے ہے۔ یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اسلامی عقیدہ ختم نبوت سے انحراف صرف اپنی دعویٰ کی بنا پر کیا ہے قرآن و سنت کی وجہ سے نہیں۔ پس مرزائی حضرات کا اپنے من گھڑت معتقد کو کتاب و سنت پر مبنی قرار دینا اور ان سے ثابت ہونے کا دعویٰ کرنا صریحاً غلط ہے۔ اگر آیت خاتم النبیین کے وہی معنی ہوتے جو قادیانی حضرات کرتے ہیں۔ اور ان آیات کا وہ مفہوم جو مرزائی مبلغین اور مناظرین اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں واقعی وہی معنی ہوتا جو یہ حضرات بیان کرتے ہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی اپنی مزعومہ وحی وصول کرنے سے پہلے بھی تو کسی ایک آیت کے یہ معنی کرتے۔ اس صورت میں مرزا صاحب کے تبدیلی عقیدہ کی بنیاد ان کی اپنی وحی پر نہیں بلکہ کتاب و سنت پر بھی کہی جا سکتی تھی لیکن اب جبکہ مرزا صاحب اپنی نام نہاد وحی سے پہلے قرآن و سنت کی آیات بالصراحت کے انہی معنی میں لیتے اور سمجھتے رہے جو یہ امت محمدیہ چودہ سو سال سے قرآن و سنت کی روشنی میں قرار دیتی چلی آ رہی ہے تو اب قرآن و حدیث کی نئی تعبیرات و تشریحات کی بنیاد قرآن و حدیث نہ ہوں گے بلکہ ان تمام تعبیرات کا تمام تر دارومدار مرزا صاحب کی اپنی وحی پر ہوگا۔ ہے کوئی انصاف پسند مرزائی جو اپنے اس موقف کا اعتراف و اقرار کرے؟

کس قدر ظلم و ستم اور بڑا فتنہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات جن سے طالب روحانی کا رشتہ و نور
پہنچتی ہے انہیں ان کے اصل مقام سے ہٹا کر یعنی مرزا صاحب کی ذات کی طرف منسوب کرنے کی بنا پر
اپنی من گھڑت مرادات کو قرآن و سنت کے ذمہ لگا دیا ہے۔ مطلب ان آیات کا اخذ ہوتا ہے
تو یہ لوگ مرزا صاحب کی پیروی کا مذکرہ کئے بغیر قرآن و حدیث کے معنوں میں اس طرح تحریف کے
و غلط معانی کرنے اور یہ آخری زمانہ کی علامات کو اس طرح غلط انداز سے سمجھے ہوئے ہیں تو تمام انبیاء کے
ذمہ لگاتے ہیں کہ عیسیٰ اور دجال کا سر بیان کرتے ہیں اور علامات کچھ سمجھتے ہیں کہ واقعی علامات
قیامت اپنا پورا ظہور دکھا رہی ہیں۔

قادیانیوں کی ایک تاویل اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ قرآن و سنت کے معانی واقعی وہی ہیں جو مرزا صاحب نے اب تحریر
بیان کئے لیکن مرزا صاحب کو ان کا علم دوسرے تمام علماء کی نسبت پہلے نہ تھا۔ یعنی
انہیں اپنے دعوے نبوت سے پہلے قرآن کے صحیح معنی معلوم نہ تھے تو قرآن تو بیشک نہیں مگر لیجئے
نمونہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ اس وقت بھی ملہم ہونے اور محدث ہونے کا تھا جب وہ
ختم انبیاء کے بعد ہر قسم کے دعوے نبوت کو کفر قرار دیتے رہے تھے اور مسیلمہ کذاب پر وہ
لعنت بھیجتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہونے کے بعد پھر نبی ہونے کا
دعوے کرے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے اونچے روحانی دعووں اور اتنی علمی تحدی کے ہوتے
ہوئے ختم نبوت جیسے بنیادی مسائل میں قرآن و سنت کی حقیقی مرادات ان پر مخفی رہیں اور آپ باوجود
ان سب کے وہ کتاب و سنت کی حقیقت سے بے خبر تھے۔ تو یہ مرزا صاحب کی قیادت کی ایک
مثال نہیں بلکہ قرآن کی توجیہ ہے۔ معلوم قرآن سے صحیح تعلیمات بھی موجود رہیں دونوں کو پڑھا بھی
ہے۔ لہذا مقام محدثیت میں ہم کلام بھی ہو رہا ہے۔ حیرت ہے کہ تمام ایسی وحی پا کر بھی مرزا صاحب
کو قرآن سمجھ میں نہیں آیا ہو۔ وہ ظاہر ہے کہ یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا اور پھر یہ جو ہیں کہ وہ حقیقی مسئلہ کو بھی نہ سمجھے

اور انگریزوں کی سیاسی ضرورت بھی کہ مسلمانوں میں کوئی مرکزی نقطہ وحدت نہ رہے جس پر سارے مسلمان ایک ہو سکیں اور ظاہر ہے کہ وہ مرکزی نقطہ ایک نبوت ہے جس کے گرد امت کا سارا دائرہ گھومتا ہے۔ قادیانیوں کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ ڈالنے کی اسی لیے ضرورت تھی کہ یہ نبوت ہی ہے جو مسلمانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتی ہے۔ ماننے والے ایک طرف ہو جاتے ہیں اور نہ ماننے والے دوسری طرف ـــــ ان میں کسی ایک کو مسلمان سمجھو تو دوسرے کو کافر کہنا پڑے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک قوم ہو کر رہیں۔ امت ایک تبھی رہ سکتی ہے جب نبی ایک ہو۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

قادیانیوں کو مرزا غلام احمد کے اس نئے دعوے نبوت پر جب قرآن کریم کی کوئی آیت نہ ملی اور نہ وہ اپنے اس دعوے کی تصدیق پر کوئی حدیث مرفوع متصل پیش کر سکے اور نہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے انہیں اس عقیدہ کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل ملی تو انہوں نے کچھ بزرگان دین کی بعض پیچیدہ عبارات میں اپنے تنکے ڈھونڈے اور جہاں کسی بزرگ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہاں تشریف لانے پر بحث کی تھی ان عبارتوں کو لے کر بہانے کیا کہ دیکھو یہ حضرت خاتم النبیینؐ کے بعد ایک غیر تشریعی نبی کے آنے کی خبر موجود ہے۔

اس چور دروازے سے قادیانی عقیدہ ختم نبوت پر وار کرنے کے لیے آگے بڑھے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھے کہ اعتقاد ثابت کرنے کے لیے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے جن کی جہت دلالت بھی قطعی ہو اور ان میں دوسرا کوئی احتمال راہ نہ پا سکے۔

ختم نبوت پر مسلمانوں کی بیداری

جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا معجزہ کہیے یا شرف رب العزت کی عنایت جو امت کے مرکزی نقطہ کے بیچ سے ظہور پذیر ہوئی کہ جب نبی قادیان سے اسلام کے تیرہ سو سال کے موروث عقیدہ ختم نبوت کے خلاف فساد کا شگوفہ کھلا تو مسلمان خواہ وہ آپس میں کتنے مختلف اور دست و گریباں کیوں نہ تھے تحفظ ختم نبوت کے نام پر سب آ جمع ہوئے اور اس امت کے مرکزی تحفظ کا استعداد اس شان سے چمکا کہ اس کی روشنیاں دنیا کے کناروں تک دیکھی گئیں اور اب تک مسلمان اس مسئلہ پر برابر جمع ہیں۔

مرزا غلام احمد کے لیے اب کسی ایک طرف رخ کرنا مشکل ہو گیا۔ سو اس نے ایک نیا تجربہ کیا جو سب ہو جانے کا کیا تھا ــــ اسے بہ ذات فرقہ مولویاں (میرا نام قوم[19]) اس میں بھی غلام احمد کے پیش نظر حدیث کی تردید تھی۔ آنحضرت نے جن بہتر فرقوں کی خبر دی تھی تمام علماء خواہ وہ کسی بھی فرقے سے ہوں اس سے متفق ہیں کہ ان میں اب تک کوئی فرقہ مولویاں نہیں ہے اور نہ آئندہ ہو گا۔ بہتر اور تہتر فرقوں کی حدیث پڑھنے والا حیران ہے کہ یہ تہتروں فرقہ تاریخ میں کہاں سے آ نکلا ہے جسے اب مرزا صاحب پیش کر رہے ہیں۔

شیعہ عام مسلمانوں سے زیادہ مجروح حال تھے۔ عام مسلمانوں سے مرزا غلام احمد نے دو حیثیتیں چھینی تھیں ۱۔ مجدد اور ۲۔ مسیح موعود ــ اور شیعوں سے تین ۱۔ مجدد ۲۔ مسیح ۳۔ مہدی ــ شیعوں کا مہدی کا تصور عام مسلمانوں کی نسبت زیادہ جلی ہے۔ وہ ان کے ظہور کے قائل ہیں پیدائش کے نہیں ــ سو وہ مرزا کے دعوے مہدویت پر اور زیادہ پریشان حال تھے۔ علامہ علی حائری نے مرزا غلام احمد کو اور مرزا غلام احمد نے علامہ علی حائری کو وہ سنائیں کہ ہر شریف مسلمان مرزا غلام احمد کی بدزبانی دیکھ کر مرزا سے نفرت کر گئے۔

اب مرزا صاحب کے پیرو دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ مرزائی محمد علی لاہوری کے عقائد پہلے وہی تھے جو دوسرے قادیانیوں کے ہیں لیکن اس نے ختم نبوت کے نازک عنوان اور اس پر مسلمانوں کی عام بیداری کی وجہ سے اپنا پرانا موقف بدل لیا۔ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے

مسلمانوں کی عام بیداری کا مسلمانوں کے دوسرے مسائل پر اثر

پنجاب کے مسلمانوں نے دینی تعلیم میں اپنی دینی قدروں کو باقی رکھنے کے لیے لاہور میں انجمن حمایت اسلام بنائی تھی۔ اس میں کچھ مرزا غلام احمد کے پیرو بھی شامل ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال بھی ان دنوں انجمن کے سرگرم رکن تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور اسی انجمن کے زیر انتظام تھا اور انجمن کی کوششیں مسلمانوں کے کئی کاموں کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری اسی انجمن کے نائب صدر تھے۔

ڈاکٹر علامہ اقبال، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبد القادر قصوری اور مولانا اصغر علی روحی کے مشورہ سے قادیانیوں کے اس انجمن سے اخراج کی تحریک چلی جو کامیاب ہو گئی اور قادیانی اس انجمن کی رکنیت کے نااہل قرار پائے کیونکہ انجمن مسلمانوں کی تھی اور یہ لوگ غیر مسلم تھے۔

تحریک کشمیر بھی ان دنوں دوروں پر تھی۔ مرزا بشیر الدین محمود، ڈاکٹر علامہ اقبال کشمیر کمیٹی کے ممبر تھے۔ ختم نبوت پر مسلمانوں کی اس عام بیداری نے ان حالات پر گہرے اثرات ڈالے۔

مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کے اختلافات

آل انڈیا مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کے گو تاریخی اختلافات تھے مگر جوں جوں ہندو تعصب کے شعلے زیادہ تیز ہو رہے تھے مسلمانوں میں علیحدہ خطہ مانگنے کا احساس زیادہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔ قائد احرار چوہدری افضل حق مرحوم نے مجلس احرار کو نصیحت کی:-

دیکھنا پاکستان کی مخالفت نہ کرنا یہ مسلمانوں سے زخمی ہوئے دل کی آواز ہے۔

مسلم لیگ میں قادیانیوں کا وجود مجلس احرار اسلام کے لیے اوّل برداشت نہ تھا مجلس احرار اسلام حقیقت میں پاکستان کے مخالف نہ تھی صرف قادیانیوں کی مخالف تھی اور اسی وجہ سے وہ مسلم لیگ کے ساتھ شامل نہ ہو سکی۔۔ مگر افسوس کہ اس وقت مسلم لیگ کے قائدین اس مسئلہ پر قابو نہ پا سکے اور مجلس احرار کا تعاون انہیں حاصل نہ ہو سکا۔ جو انگریز کا منشا بھی یہی تھا کہ مسلم لیگ اکیلی رہے۔

تحریک ختم نبوت پاکستان (۱۹۵۳ء)

۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا ہندوستان اور پاکستان دونوں کی بین الاقوامی مصلحت اسی میں تھی کہ وزارت خارجہ میں وہ اشخاص رکھے جو محض انگریزوں کو مقصود ہوں اور وہ ان کے اپنے ہوں۔ کانگریس نے انڈیا کے صوبہ گورنر جنرل کے لیے آخری وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو چنا اور پاکستان نے وزیر خارجہ کے لیے چوہدری ظفر اللہ خان کو۔ یہ دونوں انگریزوں کے آدمی تھے ــــ یہ مصلحت بڑی گہری تھی وقتیہ کیوں نہ ہو لیکن خان لیاقت علی خان کے ناگہانی قتل نے یہ بتا دیا کہ پاکستان میں سیاست کی زمین اندر سے بہت دہک رہی ہے ــــ اور کسی سازش کا لاوا پھٹنے والا ہے ــــ ان حالات میں قادیانیوں کو مسلم لیگ میں لینے کے خطرناک نتائج کھل کر سامنے آگئے ــــ مرزا بشیرالدین محمود نے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی تجویز پیش کر دی مسلمان بہت پریشان تھے۔ اور ضرورت تھی کہ ملک میں قادیانیت کے خلاف کوئی تحریک اٹھے اور چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔ اس کے بغیر پاکستان کی بقا مشکل نظر آ رہی ہے۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میدان عمل میں

حضرت شاہ صاحبؒ نے لاہور میں دعوت کی ایک میٹنگ کی۔ اور حاضرین کو آپ نے دنیا کی عزت کے نام پر نکھرے ہوئے اور میدان میں نکلنے کا مشورہ دیا۔ اس مجلس میں مولانا ابوالحسنات

سید محمد احمد، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا پیر سید فیض الحسن، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، سید مظفر علی شمسی، مولانا سید غلام محی الدین سجادہ نشین گولڑہ شریف کے ساتھ کئی اور سادات کرام بھی شریک ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے مولانا ابو الحسنات اور مولانا محمد داؤد غزنوی پر مشتمل ایک سب کمیٹی تجویز کی جو ملکی سطح پر دورہ کر کے مختلف مکاتب فکر کو اس مقصد کے لیے ہم خیال کریں۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی مگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے اس اجلاس سادات میں شامل نہ ہو سکے۔

حکومت کو متنبہ کرنے کے لیے آپ نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی پر مشتمل ایک کمیٹی نامزد کی جو مرکزی اور صوبائی وزراء اور لیگ کے ارکان اسمبلی سے وفد کی صورت میں ملاقاتیں کرے اور ملک میں پیش آنے والے خطرات سے انہیں آگاہ کرے۔

اس وقت ایک ایسی دستاویز کی ضرورت ہے جو عام فہم انداز میں مسئلہ ختم نبوت کو واضح کر سکے اور پڑھنے والے کو ختم نبوت کے اس معنی و مفہوم پر لا سکے جو امت محمدیہ آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی سے آج تک سمجھتی چلی آ رہی ہے۔ یہ دستاویز عقیدۃ الامۃ حضرت شاہ صاحب کے ارشاد پر اسی مقصد کے لیے لکھی گئی ہے۔ اب مرکزی اور صوبائی سب وزرائے کرام اور ممبران نظام کو بھیجی جا رہی ہے اور اب یہ آپ کی خدمت میں بھی ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ خدا کرے کہ جب اس کا اگلا ایڈیشن سامنے آئے تو نہ چودھری ظفر اللہ خاں وزارت خارجہ میں ہوں اور نہ ہی کوئی قادیانی مرکزی یا صوبائی اسمبلی کا ممبر ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

پاکستان کا تصور مسلمانوں کو ڈاکٹر علامہ اقبال نے دیا تھا اور انجمن حمایت اسلام میں قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی قرارداد بھی علامہ اقبال نے ہی پیش کی تھی ۔۔۔ سو پاکستان کے استحکام اور اس کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ یہاں قادیانی صرف بطور ایک غیر مسلم اقلیت کے رہ سکیں۔ یہ ملک مسلمانوں کا ہے اور اس کی ترتیب حاکمیت میں کوئی غیر مسلم مداخلت نہ ہونی چاہیے۔ اس وقت بیرون ملک پاکستانی سفارت خانے قادیانیوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں انگریزوں کے پولیٹیکل ایجنٹ

بیرونی حکومتیں کسی بھی ملک میں اپنے پولیٹیکل ایجنٹوں کے تقرر بغیر نہیں چل سکتیں جنوبی ہند و بنگال میں انگریز میر جعفر کے بغیر بنگال اور میر صادق کے بغیر سلطان ٹیپو کو شکست نہ دے سکتے تھے لیکن ایسے پولیٹیکل ایجنٹ صرف زمینی کاروائی کرتے تھے اور مسلمانوں کی صفوں میں گھس جاتے تھے تاہم وہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ نکال سکتے تھے۔ اس کے لیے ایک ایسے پولیٹیکل ایجنٹ کی ضرورت تھی جو سلطنت برطانیہ کی حمایت میں سرگرمی کرے۔ آپ مرزا غلام احمد کا یہ بیان پڑھ چکے ہیں۔

"گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کاروائی کر رہا ہوں۔"[1]

قادیانی مبلغین اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب انگریزوں کو اولی الامر میں سے سمجھتے تھے اور قرآن کی رو سے اولی الامر کی اطاعت فرض ہے۔ مگر مرزا صاحب دل سے انگریزوں کے ساتھ تھے ورنہ وہ عیسائیوں کے خلاف تبلیغ کرتے نہ کتابیں لکھتے۔

ہم کہتے ہیں کہ انگریزوں کی حکومت صرف ہندوستان پر تھی مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں تو نہ تھی۔ عرب ممالک مصر و شام میں نہ تھی۔ روم میں نہ تھی۔ پھر مرزا صاحب ان ممالک اسلامیہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کے حق میں یہ پروپیگنڈہ کیوں کر رہے تھے؟

"میں نے صرف اس قدر کام نہیں کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔"[2]

یہ سب کاروائی بحیثیت پولیٹیکل ایجنٹ کے تھی اس کے لیے مرزا صاحب کی یہ بات یاد رکھیں۔

"ہم اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس بابرکت تحریک پر یہ جائز"[3]

"ہمارا مذہب جو حرمت جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے زیادہ اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔"[4]

۱؎ تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۰ ۲؎ تبلیغ جلد ۵ صفحہ ۱۰ ۳؎ ایضاً جلد ۵ صفحہ ۱۱ ۴؎ ایضاً جلد ۵ صفحہ ۱۱

جب انگریزوں کی اتنی خیر خواہی تھی تو آپ نے پھر عیسائیوں کی مخالفت کیوں کی۔ اس کی وجہ خود مرزا صاحب سے ہی سنیئے:

”میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہو گئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زناکار تھا اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور باایں ہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لیے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لیے یہ طریق کافی ہوگا کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عماد الدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے یک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہو گئے۔ کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل پر اس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اس کا وہ جوش نہیں رہتا۔“[1]

---

[1] ماخوذ از درخواست ضمیمہ تریاق القلوب ص ۲۳

معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد عیسائیوں کے رد میں یہ محنت نہ کرتے، بلکہ صرف مسلمانوں کے جذبۂ آزادی کو ختم کرنا پیش نظر تھا تاکہ یہ قوم جہاد کے لیے پھر نہ اٹھے

اور یہی مرزا غلام احمد کا مقصد رسالت تھا۔ یہ رسالت جعلی تھی۔ مگر کئی مسلمانوں کا جذبۂ جہاد ختم کر گیا —

انگریز ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک کھلی کتاب تھے عیسائی پادریوں کی سرپرستی میں خطرناک سیاسی تحریکیں اور خیالات ابھرتے، بہت لوگ ارتداد کے دائرہ میں بکھر گئے ورنہ کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ کوئی خدائی الہام انگریزوں کی خیر خواہی پر بھی کسی مسلمان کو مجبور

اگر یہ گمان کیا جائے کہ مرزا صاحب کو الہامی طور پر گورنمنٹ برطانیہ کے پاؤں مستحکم کرنے کی تاکید کی جاتی تھی۔ اس سے پہلے وہ ان تحریرات پر مجبور تھے تو اس کے لیے یہ جان لینا کافی ہے کہ الہامات کبھی شیطانی بھی ہوتے ہیں۔ ان پر دین کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی نہ عادت ردی کی ٹوکری میں ڈالی جا سکتی ہیں مرزا غلام احمد نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔

واضح ہو کہ شیطانی الہامات کا ہونا حق ہے[1]

بہرحال ان تحریرات سے اس راز کی ایک راہ کھلتی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی وحی کے ذمہ سے ان احادیث شریفہ کو کیوں ردی کی ٹوکری میں پھینکا جو اس بات کی واضح خبر دے رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی غیر تشریعی اور مستقل نبی بھی ہرگز پیدا نہیں ہوگا۔

انگریزی حکومت کے حکم سے یہ آسمانی وحی اترتی رہی ہے اسے آپ بھی پڑھ آئے ہیں۔

پھر نبوت زمینی ہوتی ہے یا آسمانی، اس پر بھی غور کیجیے۔ جب زمین پر خدا کے نائب ہوتے ہیں تو نبوت و رسالت کی سرحدیں قطعاً زمین پر کھلتی ہے فرشتے کیا آسمانی کاروائی کے امین ہیں مگر مرزا صاحب نے بعض موقعوں پر فرشتوں کا کام بھی اپنے ذمہ لے رکھا تھا کہ وہاں بھی انگریزی گورنمنٹ ہی کی بات چلتی ہے۔

---

[1] ضرورت الامام ص ۲۷

جن بزرگانِ دین پر افتراء باندھا گیا
اور ختمِ نبوت کے ایک الگ ہی معنی ان کی طرف منسوب کیے گئے

اُن کی دوسری عبارات کے آئینہ میں اُن کے عقیدہ کو دیکھئے

خدا کے بعد خدا کے بندوں پر جھوٹ

اس بات کے جواب میں کہ قادیانی ختمِ نبوت کے منکر ہیں، قادیانیوں نے عجیب راگ الاپا کہ ہم
نہیں ان بزرگانِ دین نے بھی تو یہی بات کہی ہے ـــــ یہ سراسر جھوٹ ہے
ان کی عبارت کو سمجھنے کے لیے ان کی اور عبارات بھی دیکھئے۔

بزرگانِ دین پر یہ افتراء کیوں بندھے

قادیانیوں نے اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے مسئلہ ختمِ نبوت کو اختلافی مسئلہ ثابت
کرنے کی سرتوڑ کوشش کی ہے اور اس میں امت مسلمہ کے کچھ بزرگوں کو بھی شامل کیا ہے جن کے علم
و تقویٰ پر تاریخ میں کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں۔

عقیدہ ختم نبوت میں بگاڑ پیدا کرنے کی نئی راہ
چند بزرگانِ دین پر افتراء

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

اس میں کسی کو کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتبِ کمالات کی انتہا ہوئی جو منازل کسی صنف میں آخری درجہ پر پہنچے کہتے ہیں کہ وہ چیز اس پر ختم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن پیغمبروں کو رسالت سے نوازا ان کے مختلف مراتب رکھے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض سے اس کی تصریح فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مراتب کی انتہا فرمائی اس ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے۔ اور ختم نبوت مرتبی کے اقرار سے ختم نبوت زمانی کی نفی نہیں ہو جاتی۔ قادیانی مبلغین یہ دونوں ایک کے اقرار کو دوسری کی نفی سمجھتے ہیں۔ وہ خود حضور خاتم النبیین کی ختم نبوت مرتبی کا اقرار کرتے ہیں مگر آپ کی ختم نبوت زمانی کے منکر ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ چور دروازہ ہے جس سے انہوں نے مرزا کو ختم نبوت میں داخل کر رکھا ہے۔

بزرگانِ اسلام میں سے جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مرتبی بیان کی قادیانی مبلغین اس پر اچھل پڑے تو ہماری تائید ہو گئی اور انہوں نے ان بزرگوں کی ان عبارات پر سرسری نظر بھی نہ کی جن میں حضور کی ختم نبوت زمانی کا بھی صریح ذکر موجود تھا۔ وہ سب حضرات ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی کے قائل تھے مرزا غلام احمد کی طرح ختم نبوت زمانی کے منکر نہ تھے۔

پھر بعض بزرگ ایسے بھی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی آمد ثانی کے ذکر میں حضور کے بعد ایک پرانے نبی کا آنا بیان کیا تھا۔ قادیانی مبلغ اسے ایک نئے نبی کے آنے کی خبر سمجھے کہ دیکھو یہاں حضور کے بعد ایک نبی کا آنا تسلیم کیا گیا ہے۔ بہر حال تحریف کے اس ذریعے سے ان دونوں باتوں کو ۔ حضور کی ختم نبوت مرتبی کو اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی آمد ثانی کو خواہ مخواہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کے مقابل لا کھڑا کیا ــــ کئی بدقسمت اس میں الجھ کر رہ گئے اور انہوں نے اسلام کی ایک قطعی بات کو بلا وجہ

نظری بنا کر رکھ دیا ہے۔

آپ حضرات کی وہ تمام عبارات سامنے رکھیں جن میں انہوں نے اپنے عقیدۂ ختم نبوت کی تصریح کی ہے اور پھر ان کی روشنی میں ان کی ایک پیچیدہ عبارت کو حل کریں جس سے قادیانی مبلغین اپنا ختم نبوت کا الحادی عقیدہ کشید کرتے ہیں حقائق کے باب میں ضروریاتِ دین کو تاویل میسّر کرنا کبھی اہلِ حق کا موقف نہیں رہا۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ امتِ مرزائیہ نے اپنی مسیحیت کا علم بے پردہ ڈالنے کے لیے چند ان مقدس ہستیوں کو بھی اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی ہے جن کی شخصیت اور علمی عظمت مسلمانوں میں اپنی جگہ مسلم تھی تاکہ مسئلہ ختم نبوت میں الحاد و زندقہ کی راہ کو ایک شاہراہ کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ حالانکہ ان بزرگوں کا ہمیشہ سے یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی نبی ہونے کا دعوے کرے تو وہ قطعی طور پر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چونکہ ان بزرگان دین پر علم بہتان تراشی کی جاتی ہے اور ان بزرگوں کی بعض نہایت دقیق اور علمی عبارات کو مرزائی مبلغ بہت اُلجھا کر پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنے خاص

جن بزرگانِ دین پر افترا باندھا گیا

اور ختم نبوت کے ایک انکاری معنی اُن کی طرف منسوب کیے گئے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ ختم نبوت

(۱) —— اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔ (مکتوبات حضرت مولانا محمد قاسم ص۱۰۳)

(۲) —— خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لیے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے۔

(جواب محذورات از حضرت مولانا محمد قاسم ص۵)

(۳) —— جب حضرت خاتم النبیین خاتم مراتب علمیہ اور خاتم مراتب نبوت و حکومت ہوئے تو نہ ان کی تعلیم کے بعد کسی معلم تعلیم کا سماع لے کر آئے اور نہ ان کے بعد اور کوئی حاکم خدا کی طرف سے حکم لے کر آئے۔ (آبِ حیات ص[illegible] جواب ترکی بہ ترکی ص[illegible] مطبوعہ دیوبند)

(۴) —— حضرت خاتم المرسلین کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے۔

(جواب محذورات ص۵۰ از حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)

(۵) —— اور صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس سے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے سو حرکت سلسلۂ نبوت کے لیے نقطۂ ذات محمدی منتہیٰ ہے۔ یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لیے ایسا ہے جیسا نقطۂ راس زاویہ۔ تا اشارات بیان حقیقت کو

تو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان، زمین و زمانہ سب پر شامل ہے۔۔۔ مجموعہ حرکات حرکت سلسلۂ نبوت بھی تھی سو یہ بحصول مقصود اعظم یعنی ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حرکت بدل بسکون ہو گئی البتہ اور حرکتیں ابھی اور باقی ہیں، اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ (تحذیر الناس ص [illegible])

(۶) —— خاتمیت منافی ایجاد دین و ایمان ہے۔ نافہمی کا البتہ کچھ علاج نہیں۔

(جواب محذورات ص ۴۲)

(۷) —— آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے۔ چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہو گا وہی شخص سردار ہو گا کیونکہ اس کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔ (تحفۂ نامہ مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسمؒ)

ان تصریحات کی موجودگی میں، ان عبارات کے ہوتے ہوئے مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ [illegible]ت کے قائل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کے پیدا ہونے کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں سمجھتے، کس قدر ظلم اور دیانت کا خون ہے۔

اب ہم اس مغالطہ کو بے نقاب کرتے ہیں جس کے سہارے مرزائی حضرات عوام کے لیے حضرت مولانا مرحوم کا اسم گرامی اپنی جھوٹی نبوت میں پیش کرتے ہیں اور اسے اپنی بہت بڑی فتح تصور کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا کی تصریحات میں ان کے لیے ذرہ بھر گنجائش نہیں۔

حقیقتِ واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں مسئلہ ختم نبوت کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ جب فرماتے ہیں کہ نبوت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہونا اس کی دو قسمیں ہیں۔ ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی۔ ختم نبوت زمانی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر ختم ہونا اس کی دو قسمیں ہیں۔ ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی۔ ختم نبوت زمانی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور ختم نبوت مرتبی کا مفہوم یہ ہے کہ اصلی اور ذاتی نبی صرف آپ ہیں۔ باقی تمام انبیاء کرام کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ نبوت کے تمام کمالات حضور کو بلا واسطہ حاصل ہوئے اور باقی جملہ انبیاء کرام کو جو کمال بھی ملا آپ ہی کے فیضان نبوت کی ایک تاثیر تھی۔ اس اعتبار سے جملہ کمالات نبوت آنحضرت ختمی مرتبت کی ذات پر ختم ہیں اور یہ ختم نبوت مرتبی ہے جو زمان و مکان سے عام ہے۔ اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی دو قسمیں ہیں جو پیغمبر خاتم کی ذات میں جمع ہیں۔ تاہم انہیں علیحدہ علیحدہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے

ـــہ ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی، روحانی ہو جسمانی، ازل سے ابد تک ساری کائنات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ فیضان سے منقسم ہو رہی ہے جیسے سورج کی روشنی سارے عالم کی تجلیات کی اصل ہے۔ تمام جہانوں میں خواہ ماورائے فلکی ہو یا ماطور ارضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام صفات کی اصل وجود اور اصل نبوت ہے۔ بھلا جو ہستی زمان و مکان کی بھی اصل ہو اس کے لیے نقطۂ زمانے کی تقدیم و تاخیر کوئی فرق معیار فضیلت کیسے ہو سکتی ہے بلکہ اس تاخیر زمانی کے ساتھ ساتھ تمام سلسلۂ کائنات کا اختتام بھی آپ کی ذات مقدسہ پر ہونا ضروری ہے اور ختم نبوت زمانی کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اقرار بھی لازم ہے

آنحضرت ﷺ کی شانِ ختمِ نبوت

ختمِ نبوت زمانی

یہ شان آپ کو اس وقت حاصل ہوئی جب جملہ انبیاء کرام یکے بعد دیگرے تشریف لا چکے اور یہ دنیا حکمت خداوندی کے تحت حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر سب انبیاء کے نورِ ہدایت سے اپنے اپنے وقت میں منور ہو چکی۔ یہاں تک کہ سب روشنیاں ماند پڑ گئیں اور آسمانی کتابوں کے چہرے مسخ کر دیئے گئے۔ تب سب سے آخر میں حضور خاتم النبیین تشریف لائے اور آپ نے سب کے لیے لا نبی بعدی کا اعلان فرمایا۔ اب اس ختم نبوت زمانی کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا محال قرار پایا۔

ختمِ نبوت مرتبی

یہ مرتبہ آپ کو اس وقت بھی حاصل تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس جہان میں بھی تمام انبیاء کی روحوں کی استاد تھی اور علوم الٰہیہ کا ان پر فیضان فرماتی تھی۔ آپ اس جہان میں بالفعل نبی تھے اور باقی نبیوں کی نبوت صرف اللہ کے علم میں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح رب العزت کے سامنے ایک نور کی صورت میں تھی جب یہ نور اللہ کی تسبیح کرتا تو تمام فرشتے تسبیح پڑھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتب نبوت ختم تھے اور اس ختم نبوت مرتبی کے ہوتے ہوئے تمام انبیاء کرام یکے بعد دیگرے تشریف لائے۔

قادیانی حضرات کا مغالطہ

مرزائی حضرات مولانا المرحوم کی ان عبارات کو جو ختم نبوت مرتبی کے درمیان میں ہیں

۱؎ مدارج النبوت جلد دوم ۲؎ شفاء جلد ۱ صفحہ ۲ عن ابن عباسؓ

اس سیاق و سباق سے کاٹ کر جو ختم نبوت مرتبی پر دلالت کرے اس طرح پیش کرتے ہیں گویا یہ عبارات ختم نبوت زمانی کے متعلق بیان کر رہی ہیں اور محض اتنے حصے کو ہی حضرت مرحوم کا عقیدہ ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ دے رہے ہیں۔

ختم نبوت مرتبی تو آپ کو اس وقت بھی حاصل تھی جب کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی خلعت نبوت سے سرفراز نہ ہوئے تھے اور اس ختم نبوت مرتبی کے ہوتے ہوئے تمام انبیائے کرام علیہم السلام یکے بعد دیگرے تشریف لاتے رہے معلوم ہوا کہ ختم نبوت مرتبی اپنی ذات کے اعتبار سے اور نبیوں کو رد نہیں کرتا۔ اس بیان میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں :-

> غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا یعنی خاتمیت مرتبی تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا یعنی خاتم باعتبار ختم نبوت مرتبی ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

یہ صرف ختم نبوت مرتبی کے اعتبار سے تھا جیسا کہ سیاق و سباق اور "اگر بایں معنی تجویز کیا جائے" کے الفاظ سے ظاہر ہے لیکن عقیدہ کے لیے صرف یہی ختم نبوت مرتبی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ختم نبوت زمانی کا اقرار کرنا بھی لازم ہے جیسا کہ حضرت مولانا مرحوم نے متعدد مقامات پر اس کا پوری تصریح سے اظہار فرمایا ہے۔ مرزائی حضرات اس ختم نبوت مرتبی کی عبارت کو ختم نبوت زمانی کے انکار میں ظاہر کر کے اور اس کی ابتدائی سطر کو ــــ "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا" ــــ از خود حذف کر کے محض نامکمل عبارت اور غلط مفہوم سے عوام کو مغالطہ دیتے ہیں لیکن اس عبارت کا صحیح منشا اور مطلب وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔

پھر مرزائی حضرات اس تحذیر الناس سے صفحہ ۲۸ کی نامکمل عبارت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں :-

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

یہ عبارت بھی ختم نبوت زمانی کے بیان میں نہیں بلکہ ختم نبوت ذاتی اور مرتبی کے بیان میں ہے یعنی کسی اور نئے نبی کی آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت مرتبی کے خلاف نہیں لیکن عقیدہ ختم نبوت کے لیے فقط ختم نبوت مرتبی کا اقرار کافی نہیں ختم نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی لازم ہے۔ اور اس امر کی تصریح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بار بار فرمائی ہے اور وہ اپنے ختم نبوت زمانی کے عقیدہ کو واشگاف الفاظ میں بیان کر کے ہر پیدا ہونے والے شبہ کی جڑ ہمیشہ کے لیے کاٹ چکے ہیں اور زنادقہ و ملاحدہ کے جتنے کانٹے بھی حضرت مرحوم کے بیانات میں بچھائے جا سکتے تھے الحمدللہ کہ حضرت نے خود ہی انہیں چن چن کر اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی شاہراہ کو ہمیشہ کے لیے صاف اور مصفی فرما دیا ہے۔

فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

تحذیر الناس کی اس پیش کردہ عبارت سے پہلے یہ عبارت ہے جسے مرزائی حضرات مصنف کے مکمل عبارت سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس اصل عبارت پر غور کرنے سے از خود واضح ہو جاتا ہے کہ عبارت مذکورہ ختم نبوت زمانی کے سیاق میں نہیں ختم نبوت ذاتی اور مرتبی کے سیاق میں ہے جسے دجل و فریب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ اصل عبارت جسے مرزائی حضرات یکسر ہضم کرنا چاہتے ہیں یہ ہے۔

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد

ملحوظ: ختم نبوت کی اسی صورت میں ہے یعنی ختم نبوت مرتبی کی صورت میں نہ کہ ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ کی جمیع صورتوں میں کیونکہ ان میں تو ختم نبوت زمانی بھی ہے جس پر ایمان لانا واجب اور لازم ہے۔

خارج ہی کہا پر آپ کی فضیلت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو
جائے گی۔ (تحذیر الناس ص۳۴)

اس کے بعد وہ عبارت ہے جو مرزائی حضرات پیش کرتے ہیں اور اسے ختم نبوت زمانی کا انکار ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ختم نبوت زمانی اپنی جگہ ایک مستقل حقیقت ہے جس پر ایمان لانے کے بغیر فقط ختم نبوت مرتبی پر ایمان لانا کافی نہیں۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان خاتمیت کی جو تفصیل فرمائی اس سے انصاف نہیں کیا گیا، اور نہ اس کی پوری علمی شان کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مسلم عوام کا ایک طبقہ فقط ختم نبوت زمانی پر اکتفا کا وہم ہونے لگا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مرتبی اور آپ کے نبوت سے اتصاف ذاتی کو شبہ کی نگاہ سے دیکھا اور مرزائی حضرات ختم نبوت زمانی کو یکسر چھوڑ کر فقط

ـه بعض ناواقف مسلمان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے اصلی اور ذاتی کے الفاظ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کیے نیز اس سے لازم آتا ہے کہ باقی انبیاء کرام مستقل طور پر نبی نہیں اور ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحاد نوعی نہیں۔ جواباً عرض ہے کہ شیخ ابوعثمان مغربیؒ سے علامہ فاسیؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے تمام الفاظ نقل کیے ہیں۔ فرماتے ہیں — فلم یکن داع حقیقی من لدنہ الی الانتہاء الا عنہ للحقیقۃ الاحمدیۃ الخ۔ اس میں آپ کے اصل نبی ہونے اور نبی الانبیاء ہونے وغیرہ کی تمام تفصیلات مرقوم ہیں۔ دیکھئے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مطبوعہ مصر ص۲۰۔ ثانیاً اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی انبیاء مستقل طور پر نبی نہ ہوں۔ ہر نبی مستقل نبی ہے اور ہر ایک کو نبوت بلا واسطہ بخشش اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نے تحذیر الناس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی جملہ انبیاء کرام کی نبوت کے اتحاد نوعی کو نہایت صراحت کے ساتھ تسلیم فرمایا ہے۔ (دیکھئے تحذیر الناس ص۴) پس باقی انبیاء کے وصف نبوت سے موصوف ہونے کو بالعرض کہنا اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام اپنی پہلی ابتدا میں ہی فائز النبوۃ نہ تھے

ختم نبوت مرتبی کے کیڑے نکالے گئے حالانکہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت ہر دو مفہوموں کا مطالبہ کرتا ہے کہ ختم نبوت زمانی پر بھی ایمان ہو اور ختم نبوت مرتبی کو بھی اپنی جگہ تسلیم کیا جائے۔

یہاں تک تو نبوت کی ہر دو قسموں کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ بیان میں ان عبارات کی تشریح تھی جنہیں مرزائی حضرات مغالطہ دینے کے لیے ماقبل کی عبارت کو کاٹ کر پیش کرتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم عنصری میں تشریف لانے کے بعد اب ختم نبوت مرتبی بھی علیحدہ صورت میں کارفرما نہیں بلکہ اسے ختم نبوت زمانی لازم ہے اس باہمی ربط کو ہم زیادہ تر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہی لفظوں میں پیش کرتے ہیں تاکہ حضرت مرحوم کا موقف اس مسئلہ میں بالکل بے غبار ہو جائے۔

ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی میں باہمی ربط

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے عام طور پر یہی معنی لیے جاتے ہیں کہ آپ سب سے آخر میں تشریف لائے حالانکہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں سمجھی جا سکتی جو شخص سب سے آخر میں آئے ضروری نہیں کہ وہ سب سے افضل ہو لیکن قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو مقام مدح میں بیان کر رہا ہے صرف اطلاع ہی نہیں دے رہا۔ پس ضروری ہوا کہ ختم نبوت زمانی کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا بھی اقرار کیا جائے۔ ورنہ مراتب و کمالات کے لحاظ سے بھی حضور کو خاتم النبیین مانا جائے صرف ختم نبوت زمانی کا اقرار کرنا ایسا ہے جیسے آپ نے عوام کا خیال

بجز ان پر نبوت حضور کے فیضان سے عارض ہوئی۔ اور عارض ہونے کے بعد اس نبوت نے ان کے نفوس قدسیہ کو مستقل طور پر نبی ہونے کا شرف بخشا اور اس میں متصرف حقیقی اللہ رب العزت کی ذات ہی تھی۔ اور حضور پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا کہ آپ پہلے وجود میں آئے ہوں اور نبوت آپ کو بعد میں ملی ہو لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ انبیاء کرام معاذ اللہ عارضی طور پر نبی تھے قطعاً غلط ہے جس کا منشا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم فی کل باب۔

ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات؎ کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سد باب؎ مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ (تحذیر الناس ص۳۔ ص۴)

یہاں اس عبارت کو دیکھیے اور نظر انصاف سے بار بار دیکھیے:-

"تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا" کیا اس میں صریح طور پر ختم نبوت زمانی کا اقرار نہیں۔ اس تصریح کے بعد اس دعوے کی کچھ گنجائش ہے کہ مولانا مرحوم معاذ اللہ ختم نبوت زمانی کے قائل نہ تھے اور کیا اس عبارت کے ہوتے ہوئے اس کے پیچھے حصہ

؎ یہاں پر مطلق فضیلت کا انکار نہیں صرف بالذات فضیلت میں کلام ہے۔ ورنہ اس تأخر زمانی کا باعث فضیلت ہونا اور ختم نبوت مرتبی کے واسطے سے ختم زمانی کی فضیلت لازم آنا تو اپنی جگہ مسلم ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اس علمی انداز تحریر کو بعض لوگوں نے غلط ترجمے کے ساتھ علمائے عرب کے سامنے اس طرح پیش کیا۔ مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اہل الفہم۔ اس غلط ترجمے سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت مولانا المرحوم یہاں تأخر زمانی کی مطلق فضیلت کا ہی انکار کر رہے ہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اس غلط ترجمے کے لیے دیکھیے حسام الحرمین ص۱۰ مصنفہ فاضل بریلوی صفحہ ۳ میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ ولکن تاخیر الزمانی لیس من الفضل فی شیء۔

؎ سد باب مذکور سے مراد جھوٹے مدعیان نبوت کے دعووں کا دروازہ بند کرنا ہے چنانچہ مولانا مرحوم خود فرماتے ہیں کہ "یہ احتمال کہ یہ دین آخری ہے اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے" (تحذیر الناس ص۳)

سے یہ نتیجہ نکالنا کہ نعوذ باللہ تاخر زمانی کو مرحوم کا خیال بتاتا دراصل تاخر زمانی کا انکار تھا کہ ایسا دعویٰ انصاف و دیانت کا خون نہیں۔ ان لوگوں کے علم و شرافت پر حیرت در حیرت ہوتی ہے جو عبارت مذکورۃ الصدر کا پہلا حصہ تو اپنے اشتہارات میں نقل کرتے ہیں لیکن یہ جملہ "کا جو ارتقاء اس سے ارتقاء زمانی کو مع شیء زائد ثابت کرتا ہے اسے یکسر ہضم کر جاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ختم نبوت پر دو طرح سے تقریر فرمائی ہے۔ اولاً یہ کہ ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت ذاتی ہونے[1] کے اعتبار سے آیۃ خاتم النبیین کا مدلول مطابقی قرار دیا جائے اور ختم نبوت زمانی کو اس کے ساتھ لازم کر کے اسے خاتم النبیین کا مدلول التزامی تسلیم کیا جائے۔ ثانیاً یہ کہ ختم نبوت کو مطلق اور عام رکھا جائے اور ختم نبوت زمانی اور ختم نبوت مرتبی کو (بلکہ ختم نبوت مکانی کو بھی) اس کی مختلف قسمیں قرار دے کر سب قسموں کا ختم آیت خاتم النبیین کا مدلول مطابقی قرار دیا جائے۔

اس دوسری تقریر کو ہی مولانا نے اپنا مختار قرار دیا ہے۔ تاہم دونوں تقریروں میں سے جس تقریر کو بھی پیش نظر رکھیں ختم نبوت زمانی کا اقرار ہر جگہ موجود ہے۔ وہ ختم نبوت مرتبی اس کے علاوہ ایک اور فضیلت ہے۔

حضرت مرحوم نے تحذیر الناس ص ۳ کی سطر ۱۸ سے ص ۴ کی سطر ۲ تک حضور کے وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونے کو خاتمیت مرتبی قرار دے کر خاتمیت زمانی کو اس کے ساتھ لازم کیا ہے۔ اس تقریر اول کو ہم حضرت مرحوم ہی کے الفاظ میں ادنیٰ اختصار کے ساتھ

---

[1] ذاتی کے معنی شرح مطالع میں یہ ہیں والخاص ان یکون دائم الثبوت للموضوع و ما لا یدوم هو العرضی السادس ان یحمل للموضوع بلا واسطه و فی مقابله العرضی بس ذاتی کا معنی یہی سمجھنا چاہیے کہ آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ بالفعل نبی نہ ہوں اور پھر نبوت آپ پر عارض ہوئی ہو قطع نظر اس سے کہ آپ کو اپنی نبوت سے اطلاع کب دی گئی اور کب نہیں۔ آپ جب سے ہیں بالفعل نبی ہیں اور باقی تمام انبیاء کی نبوت آپ کے فیض سے عارض ہوتی ہے

جیسا اعتراض کرسکتے ہیں۔

بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ علیہ وسلم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا لہ لحافظون۔ ان کی کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیاناً لکل شئ ہونا غلط ہو جاتا۔ ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔

ماحصل تقریر اول بر معنی خاتم النبیین

آیت خاتم النبیین سے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں ثابت ہیں۔ امر اول دلالت مطابقی سے اور امر ثانی دلالت التزامی سے صرف ختم نبوت زمانی مراد لینے کی آپ نے مخالفت کی ہے۔ اس سے اگر کوئی شخص یہ نتیجہ نکالے کہ آپ ختم نبوت زمانی کے قائل نہیں تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ عاقبت کی روسیاہی سے ڈرے۔

اس کے بعد مولانا نے حضور کی خاتمیت پر دوسری تقریر فرمائی ہے۔

مگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ (تحذیر ص ۹)

پھر حضرت مولانا نے مکانی و زمانی اور مرتبی کو مفہوم خاتمیت کی تین انواع قرار دے کر بلحاظ سے حضور کو خاتم النبیین مانا ہے۔ اس طرح سے خاتمیت زمانی، خاتمیت مکانی اور خاتمیت رتبی تینوں دلالت مطابقی کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱) —— اگر خاتم کو مطلق رکھیئے تو پھر خاتمیت مرتبی، خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں ثابت ہو جائیں گی۔ (جوابات محذورات ص۴۲)

(۲) —— وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی، خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہو جائیں، اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔

(جوابات محذورات ص۴۵)

(۳) —— معنی مختار تو مثبت خاتمیت زمانی ہیں۔ (جوابات محذورات ص۴۸)

(۴) تحذیر کو غور سے دیکھا ہوتا تو اس میں خود موجود ہے کہ لفظ خاتم تینوں معنوں پہ بدلالت مطابقی دلالت کرتا ہے، اور اسی کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔

(جوابات محذورات ص۵۳)

تحذیر الناس میں ارشاد فرماتے ہیں:-

سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں بھی ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر ہوگا ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔[1]

---

[1] تحذیر الناس ص۹

اور پھر محمود شاہ کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

آپ ہی فرمائیں تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوت کو میں نے کب باطل کیا اور کہاں باطل کیا مولانا میں نے تو خاتم کے وہ معنی رکھے جو اہل لغت سے منقول ہیں[1]

ماحصل ہردو تقریر بمعنی خاتم النبیین

اول تقریر تحذیر پر تو خاتمیت زمانی بہ مدلول التزامی خاتم النبیین ہوگا اور دوسری تقریر پر مدلول مطابقی ہو اس خاتمیت زمانی مع شئی زائد ثابت ہوگی[2]

جیسے آفتاب پر سلسلہ فیض نور ختم ہے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فیض نبوت ختم ہو جاتا ہے۔ اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی تھا کہ خاتم بمعنی آخر و منتہٰی ہے۔[3]

پھر واضح ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے عالم تک نوبت سب کاموں کی تحت کے بعد آتی ہے اور اسی لیے اس کا حکم اخیر ختم ہوتا ہے[4]

ان تصریحات کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا کسی صاحب فہم و دیانت کا فعل نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے کہ جو انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہو۔

مقام غور

مرزائی حضرات کے مغالطے کی پوری حقیقت آپ کے سامنے بے نقاب ہو چکی لیکن اس میں ایک یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ حضرات اپنے دعوے کے مطابق حضرت مرحوم کی کوئی عبارت مغالطے کے طور پر بھی پیش نہیں کر سکے۔ مرزائی حضرات کا دعویٰ تو یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف غیر تشریعی نبوت باقی ہے کوئی مستقل شریعت والا نبی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] جوابات محضر عدالت ص۳۳ [2] مکتوبات مولانا محمد قاسم ص۲۱ [3] تحذیر ص۹۵ [4] مباحثہ شاہجہانپور ص۲۵

وسلم سے مرتبے میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ان حضرات نے حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی ختم نبوت مرتبی کی جو عبارات ختم نبوت زمانی کے مقابلے میں پیش کی ہیں اگر انہیں واقعی ختم نبوت زمانی کے متعلق بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے نبیوں کی آمد بھی ممکن ٹھہرتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کے تو نہ ہوں لیکن اپنی مستقل شریعت رکھتے ہوں۔ حالانکہ اس کے مرزائی حضرات خود بھی قائل نہیں۔ اس موقعہ پر تو انہیں بھی یہی کہنا پڑے گا کہ یہ عبارات محض ختم نبوت مرتبی کے باب میں ہیں ختم نبوت زمانی کے متعلق ہرگز نہیں۔ یہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی شان اعجاز ہے کہ اتنے ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود بھی ان لوگوں کو حضرت مرحوم کی ایک عبارت اپنے دعوے کے موافق نہیں مل سکی اور مغالطے کے طور پر بھی وہ ایک ایسی عبارت پیش نہیں کر سکے جہاں دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ہو

وللہ الحمد ظاہراً و باطناً۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) کے والد شاہ عبدالرحیم اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں شریک رہے۔ آپ برصغیر پاک و ہند کے تمام علماء حق کے سرتاج ہیں۔ آپ کا گھرانہ بیت علم الحنفیہ (فقہ حنفی کے علم کا گھر) کے نام سے معروف تھا۔ بلکہ یہ علم کا ایک ایسا شہر تھا جہاں کسی کا اسلام کی شاہراہ سے بھٹک جانا ناممکن تھا۔ اسلام میں ان کے نام پر نہ کوئی دوسری راہ پڑ سکتا ہے نہ کسی تحریف کو کوئی راہ مل سکتی ہے۔ قادیانیوں کا ان کو اپنی حمایت میں پیش کرنا ان کی حماقت ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج برصغیر پاک و ہند میں عقیدہ ختم نبوت بس یہی ہوتا کہ آپ کے بعد صرف نئی شریعت کا دروازہ بند ہے نہ کہ مطلق نبوت کا۔ تابع شریعت محمدی کئی نبی آ سکتے ہیں —

استغفراللہ العظیم

حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا عقیدہ ختم نبوت

(۱) فالنبوۃ انقضت بوفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم[1]

ترجمہ: پس نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تشریح میں ہے۔ حضور نے فرمایا:-

ان ھذا الامر بدأ نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ثم ملکا عضوضا ... الخ

ترجمہ: بے شک اس دین کی ابتداء نبوت اور رحمت کی صورت میں ہوئی۔ پھر خلافت اور رحمت کا زمانہ ہوگا اس کے بعد کاٹنے والا بادشاہی نظام میں نکلے گا۔

اس ارشاد نبوت کی تشریح میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پوری اور ختم ہو گئی اور ایسی خلافت جس میں کہ تلوار اسلام میں نہ چلی ہو حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ختم ہو گئی اور اصل خلافت راشدہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت اور حضرت امام حسنؓ کی دست برداری پر ختم ہو گئی اور اس کے بعد ملک عضوض کا دور شروع ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے جس سیاق میں ختم نبوت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ ہر طرح کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے خواہ نئی شریعت والی ہو خواہ پہلی شریعت سے تعلق رکھنے والی۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۵۱ء طبع دوم

یہاں ھٰذا الامر سے آپ نے اس امت کا عروج و زوال بیان کیا ہے۔ اس کا پہلا دور نبوت اور رحمت کا ہے دوسرا خلافت کا اور تیسرا بادشاہت کا۔۔ اب جو جمہوریت کے چوتھے دور سے گذر رہے ہیں اس کا آغاز مغربی اقوام سے ہوا ہے۔ اس لیے اس کا ہمارے ان تین ادوار سے تسلسل نہیں بصورت حال جو بھی ہو یہ بات یقینی ہے کہ دور نبوت اس امت کا صرف پہلا دور ہی تھا اس کے بعد کوئی اور دور بھی دور نبوت ہوتا تو آپ اس کا یہاں ذکر کرتے۔ انقطاع نبوت کے بعد پھر کبھی نبوت نہیں۔

اس ختم نبوت کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ خلافت راشدہ ہے لیکن نبوت اور خلافت کے مابین اگر کسی بروزی یا انعکاسی نبوت کا کوئی ادنیٰ امکان بھی باقی ہوتا تو حضورؐ اسے یہاں بیان فرماتے کیونکہ مقام ذکر میں عدم ذکر، ذکر عدم کا فائدہ دیتا ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب کا اس موقعہ پر ختم نبوت کا اعلان خود اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت ختم ہو چکی ہے

(۳) ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین لا نبی بعده و دعوته عامة لجميع الانس والجن و هو افضل الانبياء بهذه الخاصة و بخواص اخرى بعد هذه۔ له

ترجمہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا آپ کی دعوت سب انس و جن کو شامل ہے اور آپ اس خصوصیت اور اس جیسی دوسری خصوصیات کے لحاظ سے سب سے افضل نبی ہیں۔

(۴) ومن اصطلاح ایشان معصوم مفترض الطاعت منصوب للخلق ست و وحی باطنی در حق امام تجویز مے نماید پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت

له تفہیمات الٰہیہ جلد ۱ ص [illegible] ونحوه فی ازالة الخفا [illegible] والعقيدة الحسنة ص [illegible]۔

صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفتہ باشند۔

ترجمہ: ان لوگوں کی اصطلاح میں امام زماں معصوم، واجب الاطاعت اور
اصلاح خلق کے لیے مامور ہوتا ہے اور اس کے حق میں یہ لوگ وحی باطنی
جائز قرار دیتے ہیں۔ پس یہ لوگ حقیقۃً ختم نبوت کے منکر ہیں خواہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ہی کیوں نہ کہتے ہوں۔

نوٹ: اس عبارت سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی شخص کو معصوم، واجب الاطاعت اور اصلاح خلق کے لیے مامور مان لینا بھی ختم نبوت کا انکار ہے۔ یعنی ختم نبوت کے انکار کے لیے ضروری نہیں کہ کسی کو صاحب شریعت جدیدہ ہی مانا جائے اگر کسی کو پہلی شریعت کا تابع مان کر بھی معصوم اور مامور من اللہ مان لیا جائے تب بھی ختم نبوت کا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے خواہ ہزار مرتبہ زبان سے حضور کو خاتم الانبیاء کہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تشریعی اور غیر تشریعی نبی کی تقسیم ان معنوں میں کہ کوئی نبی صاحب شریعت ہوتا ہے اور کوئی غیر صاحب شریعت درست نہیں خواہ اس کی شریعت وہی ہو جو اس سے پہلے کی تھی اور خواہ وہ شریعت جدیدہ لائے۔ بہرحال کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے پاس کوئی شریعت ہی موجود نہ ہو اور وہ غیر صاحب شریعت ہو۔ معاذ اللہ یہ بات تو مسلم ہے کہ وحی ہر نبی پر آتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا ہے خواہ یہ حکم ہو کہ وہ شریعت سابقہ کی ہی تعلیم دے اور خواہ اسے احکام جدیدہ دیئے جائیں۔ اس حکم وحی کو ہی شریعت کہا جاتا ہے۔ صاحب شریعت سابقہ نبی کو جب ایسا حکم وحی موصول ہو تو پھر پہلی شریعت اس کی شریعت ہو جاتی ہے۔ اور وہ خود

؎ مرزا غلام احمد نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔ "ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔" (اربعین نمبر۴ ص۶)

قرت حاکمہ اور معیار دین ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ پ المائدہ ع ۳

انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی ونور یحکم بہا النبیون۔

ترجمہ۔ ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا جس کے انبیاء اس کے ساتھ حکم کیا کرتے تھے۔

جب تک یہ نہ مانا جائے کہ ہر نبی صاحب شریعت ہوتا ہے۔ خواہ صاحب شریعت سابقہ ہو اور خواہ صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ اس وقت تک یہ اصول بھی ناقابل تسلیم ہے کہ ہر نبی مطاع ہوتا ہے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ پ النساء ع ۹

پس ضروری ہوا کہ ہر نبی اور رسول کی کچھ تعلیم ہو جس میں اس کی اطاعت کی جائے۔ ورنہ اس کے مطاع ہونے کے کیا معنی۔ اگر وہ تعلیم اس سے پہلے نبی کی تھی تو وہ نبی خود بھی مطاع ہے۔ اس لیے وہ تعلیم اب بھی اس کی شمار ہوگی اور مطاع ہے اس کا حکم نافذ ہوگا۔ اور اگر وہ تعلیم جدید لے کر آئے تو پھر بھی مطاع وہ خود ہی ہوگا۔

بہرحال ہر پیغمبر کے لیے مطاع ہونا ضروری ہے۔ اور ہر مطاع کے لیے صاحب تعلیم ہونا ضروری ہے۔ اور نبی کی ہر تعلیم اس کی شریعت کہلاتی ہے۔ پس ہر پیغمبر صاحب شریعت ہوتا ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے۔

ولکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا۔ پ المائدہ ع ۷

ترجمہ۔ اور تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی۔

شرعہ اور شریعت کا ایک ہی معنی ہے علامہ ابوالسعود لکھتے ہیں۔

والشرعۃ والشریعۃ ھی الطریقۃ الی الماء شبہ بہا الدین لکونہ موصلا الی ما ھو سبب للحیاۃ الابدیۃ کما ان الماء سبب للحیاۃ الفانیۃ [1]

---

[1] جلد ۲ صفحہ ۲۳ مطبوعہ مصر

وصار خاتم ھٰذہ الدورۃ فلذلک لا یمکن یوجد بعدہ نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ[1]

ترجمہ: وہ آپ اس سلسلۂ انبیاء کے خاتم ہو گئے ہیں یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پایا جا سکے۔

یہاں حضرت شاہ صاحب نے آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کرام کے مختلف دور قائم کئے ہیں اور جن انبیاء کو ان مختلف ادوار میں شامل کیا ہے۔ ان میں غیر تشریعی اور تشریعی یعنی شریعت جدیدہ اور شریعت سابقہ والے سب پیغمبر شامل ہیں اس تقسیم کو شاہ صاحب آخری دور کے آخری پیغمبر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس عبارت میں ختم کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے نبیوں کے جمیع ادوار نبوت کے خاتم ہیں۔

علاوہ ازیں دیکھئے حضرت شاہ صاحب نے جس بات کو تفہیمات کی گذشتہ عبارت میں "من یبعثہ اللہ بالتشریع" کے الفاظ میں بیان کیا تھا۔ اس کو یہاں فقط لفظ نبی سے بیان فرمایا ہے۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے ہاں "صاحب تشریع" "مبعوث" اور نبی کے الفاظ سب ہم معنی ہیں اور شاہ صاحب کے نزدیک ہر نبی تشریعی ہے۔ خواہ اس کی شریعت وہی ہو جو اس سے پہلے موجود تھی۔

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب نے کس لطیف انداز میں "نبی" اور صاحب شریعت کو ہم معنی قرار دیا ہے اور کس واضح انداز میں تصریح کی کہ حضور کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے خواہ وہ صاحب شریعت سابقہ ہو اور خواہ صاحب شریعت جدیدہ۔ ہاں آپ نے یہ ضرور فرمایا کہ آپ کے بعد ولایت کا دروازہ کھلا ہے کیونکہ آپ باب نبوت کے خاتم ہیں اور باب ولایت کے فاتح ہیں۔

---

[1] تفہیمات جلد ۲ ص ۱۳

(۵) حضرت پیغامبر ما افضل الفاتحین و افضل الخاتمین و ختم النبوت و فاتح ولایت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا شدہ اند و آنحضرت یکے از اشراط قیامت اند و آنحضرت با قیامت مثل سبابہ و وسطیٰ باہم پیوستہ اند بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فاتح و خاتم کہ ہست در باب ولایت است ؎

ترجمہ: ہمارے نبی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل خاتمین کہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور افضل الفاتحین کہ ولایت کا دروازہ کھولتے ہیں پیدا ہوئے آپ علامات قیامت میں سے ہیں۔ اور حضور قیامت کے ساتھ بھی دو انگلیوں کی طرح متصل ہیں یعنی آپ کے بعد کسی اور نبی کا دور نہیں بلکہ دور قیامت ہے۔ آپ کے بعد جو فاتح و خاتم بھی ہوگا ولایت کے باب میں ہوگا۔ (یعنی اب نبوت مطلقاً بند ہے خواہ شریعت سابقہ کے ساتھ ہو اور خواہ شریعت جدیدہ کے ساتھ)۔

(۶) واعلم ان الدجاجلۃ دون الدجال الاکبر کثیرۃ و یجمعھم امر واحد وھو انھم یذکرون اسم اللہ ویدعون انھم یدعون الی الحق فمنھم من یدعی النبوۃ ؎

ترجمہ: اور جان لو کہ دجال اکبر کے سوا اور بھی بہت سے دجال ہیں جن سب میں ایک امر مشترک ہے۔ وہ یہ کہ وہ خدا کا نام لیتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ ہم مخلوق کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ پس انہی دجالوں میں سے جو حضور کے بعد نبوت کا دعویٰ کریں۔

(۷) حضرت شاہ صاحب اس مضمون میں کہ قطعیات میں تاویل کرنے والا زندیق ہے ایک مثال یہ دیتے ہیں۔

۱؎ تفہیمات جلد ۲ صفحہ ۸۶ ۲؎ ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۶۱

او قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ ولکن معنی ھذا الکلام انہ لا یجوز ان یسمی بعدہ احد بالنبی واما معنی النبوت وھو کون الانسان مبعوثا من اللہ تعالیٰ الی الخلق مفترض الطاعۃ معصوما من الذنوب ومن البقاء علی الخطاء فیما یری فھو موجود فی الائمۃ بعدہ فذالک ھو الزندیق وقد اتفق جماھیر المتاخرین من الحنفیۃ والشافعیۃ علی قتل من یجری ھذہ المجری۔[1]

ترجمہ: یا وہ شخص جو یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی کا نام نہیں دیا جائے گا۔ یہ نہیں ہے کہ خدا کا کوئی مفترض الطاعت اور معصوم فرستادہ نہیں آئے گا تو یہ شخص بلاشبہ زندیق ہے اور ایسے شخص کے بارے میں جمہور متاخرین حنفیہ اور شافعیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

ناظرین کرام! مقام غور ہے کہ جس مقدس ہستی کا عقیدہ ختم نبوت اتنا منضبط اور واضح ہو کہ غیر تشریعی یا ظلی بروزی نبی تو درکنار، بغیر نبی کا نام لئے کسی کو معصوم اور مفترض الطاعۃ سمجھ لینا بھی عقیدہ ختم نبوت کا انکار ہو اسے آیت خاتم النبیین کا محرف قرار دے کر اس بات کا قائل ظاہر کرنا کہ ان کے نزدیک غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے، اگر عدل و انصاف کا خون کرنا اور عاقبت کی رسوائی اور بدبختی مول لینا نہیں تو اور کیا ہے۔ اعاذنا اللہ من التحریفات فی ضروریات الدین۔

شاہ صاحب تو قرآن پاک کے فارسی ترجمے میں آیۂ ختم نبیین کا ترجمہ ہی اس عبارت میں لکھتے ہیں۔

مہر پیغمبران است یعنی از وے بیچ پیغمبر نہ باشد۔

---

[1] المسوی عربی شرح مؤطا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد ۲ صفحہ

حضرت شاہ صاحب کے بیٹے کی شہادت

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ رسالہ قیامت نامہ میں لکھتے ہیں۔

کمالات میں سب سے بہتر کمال جو نبوت اور رسالت ہے وہ دنیا سے منقطع ہوا اور
آپ کی وفات حسرت آیات کی وجہ سے آسمانی وحی اور خبر کا سلسلہ دنیا سے
موقوف ہوا۔[1]

یہ سلسلہ کب موقوف ہوا؟ آپ کی وفات پر۔ اس عبارت میں ختم نبوت کو نبوت اور رسالت کے ختم سے نہیں انقطاع نبوت سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ ختم نبوت سے صرف آسمانی احکام ملنے ہی بند نہیں ہوئے آسمانی خبروں کا ملنا بھی اب موقوف ہو چکا ہے۔ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ اب نہ آسمان سے کوئی نئے احکام آئیں گے اور نہ کسی کو قطعی صورت میں آسمان سے خبریں ملیں گی۔ وحی احکام اور وحی اخبار دونوں سلسلے اب بند ہو چکے ہیں۔

غور فرمائیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرزند اگر ختم نبوت کے بعد بھی اخبار نبوت غیر تشریعی کا جاری ہونا مانتے تو آپ کے بیٹے بالکل یہ بات نہ کہہ سکتے تھے کہ ختم نبوت کے بعد اب اخبار الغیبیہ بھی کسی پر قطعی صورت میں نہیں اترتیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے پوتے کی شہادت

اب آئیے حضرت شاہ صاحبؒ کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی بھی شہادت سنئے کہ اس خانوادہ علمی میں عقیدہ ختم نبوت کس مفہوم میں سمجھا اور سمجھایا جاتا رہا ہے۔

محدث وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے خدا ہم کلام ہوتا ہے مگر وہ نبی نہیں ہوتے حضرت عمرؓ بھی

امت کے محدث تھے جیسے اردو میں محدث ایک طرح کے رسول سمجھے جاتے تھے اور یہ رسالت کا ایک مختلف پیرایہ تھا قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرح کے رسولوں کا بیان ہے۔

اذ ارسلنا الیهم اثنین فکذبوهما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم

مرسلون۔ (پ۲۲ یٰس ع۲ آیت ۱۴)

حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی ایک قرأت اس طرح بھی منقول ہے۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث۔ (پ۱۷ الحج ۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نبی اور محدث نہیں بھیجا کہ ... الخ

غور کیجئے مصنف میں کس کس پیرایہ کی رسالت ہو سکتی ہے تو وہ اخبار غیب اور مکالمہ الٰہیہ کے سوا اور کسی قسم کی ہو گی؟ وحی، کلام تو ہوتے ہی ہیں۔ آپ محدثیت کو وحی غیر تشریعی کہہ لیں تاہم سوال یہ ہے کہ کیا اس امت میں محدثیت کے پیرایہ کی رسالت باقی ہے یا یہ سلسلہ بھی نبوت اور رسالت کے ساتھ حضورؐ کی ذات گرامی پر ختم ہو چکا ہے

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں۔

فالتفاوت بین الانبیاء والمحدثین کالتفاوت بین الرسل وغیرهم من الانبیاء وبین اولی العزم وغیرهم من الرسل وبین خاتم الانبیاء وغیره من اولی العزم ولذلک قد ینسب الرسالة الی المحدثین ایضاً کما قرأ ابن عباس وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث[1]

ترجمہ: انبیاء اور محدثین میں اس طرح کا فرق ہے جس طرح کا فرق رسولوں اور انبیاء میں ہے یا جیسا اولو العزم رسولوں اور دوسرے رسولوں میں ہے یا جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اولوالعزم رسولوں میں ہے۔ اسی لیے کبھی رسالت محدثین کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی قرأت

۱؎ عبقات صفحہ ۱۴۱ مؤلفہ حضرت شاہ شہیدؒ

میں رسول اور نبی کے ساتھ محدث کے الفاظ بھی ہیں۔

اس عبارت کا آخری حصہ ولذلک قد ینسب الرسالة الی المحدثین ایضا اسے قادیانی
مبلغ اپنے حق میں پیش کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ جو بات شاہ صاحب نے کہی ہے وہ پہلے
لوگوں کے بارے میں ہے — اس امت میں کوئی محدث رسول نہیں کہا جا سکتا۔ اب اگر کسی غیبی
خبر پانے والے کو رسول کہہ دیا تو یہ امت کے عقیدہ ختم نبوت سے ایک کھلا تعارض ہوگا اور ایسی
صورت میں ہو سکتا ہے کہ آیت خاتم النبیین ہر نبوت کا دروازہ بند کرتی ہو خواہ وحی احکام ہو یا وحی
احکام غیبیہ اور مکالمات الٰہیہ — حق یہ ہے کہ ہر طرح کی نبوت و رسالت آپ پر ختم ہو چکی ہے
شاہ اسماعیل شہید اوپر والی عبارت کے صرف دوسرے حصہ کی وضاحت کرتے ہیں:

ولما ختمت النبوة بخاتم الانبياء لم يجز نسبة الرسالة الى احد من المحدثين
بعده صلی اللہ علیہ وسلم لئلا يعارض هذا القول كونه خاتما ظاهرا
في بادي الرأي ولذلك قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن المحدثية بقوله
لو كان بعدي نبيا لكان عمر[1]

ترجمہ: جب حضور خاتم الانبیاء پر نبوت ختم ہو چکی تو اب کسی محدث کی طرف رسالت
کا منسوب کرنا جائز نہ ٹھہرے گا تاکہ اس طرح کرنے سے حضور کے خاتم النبیین ہونے
میں ظاہراً بھی کوئی تعارض واقع نہ ہو — اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس امت کے محدث سے ان الفاظ سے نبوت کی نفی کی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی
ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محدثیت پر اب نبوت اور رسالت کا لفظ بولا نہیں جا سکتا۔ نبوت اور
رسالت محدثیت کے معنی میں بھی لی جائے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خانوادہ علمی پر ختم نبوت [illegible]

---

[1] عبقات مؤلفہ حضرت شاہ شہید صفحہ [illegible] طبع ۱۲۸۰ھ

سمجھا اور سمجھایا گیا ہے کہ حضور خاتم النبیین پر غیر تشریعی نبوت گو وہ محدثیت کے پیرایہ میں ہو جس میں صرف اخبار غیبیہ کھلتی ہیں اور محدث مکالمۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوتا ہے یہ سلسلہ بھی بند ہے۔ اب آپ کے بعد آپ کی امت میں نہ کوئی تشریعی نبی پیدا ہوگا نہ غیر تشریعی۔ نبوت ہر پیرایہ میں آپ پر ختم ہو چکی ہے۔

اس پس منظر کے ساتھ جب یہ بات آپ کے علم میں آئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لا نبی بعدی کے معنی لا مشرع بعدی کئے ہیں تو اس سے بہر صورت یہی سمجھئے گا کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص مبعوث نہ ہوگا جس کی کوئی قانونی حیثیت ہو اور شریعت کی رو سے اسے ماننا ضروری ہو یہاں تک کہ اسے نہ ماننے والا جہنمی سمجھا جائے۔

حضرت ملا علی قاریؒ کا عقیدہ

دعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع ؎۱

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا اجماع کے ساتھ کفر ہے۔

(۱) ظاہر ہے کہ یہ اجماع مسیلمہ کذاب کے بارے میں حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں منعقد ہوا تھا۔ حالانکہ مسیلمہ کذاب نے مستقل نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ نمازیں بھی پڑھتا تھا اور اپنی اذان میں حضورؐ کی نبوت کا برابر اعلان بھی کرتا تھا۔ ؎۲

پس ثابت ہوا کہ جس دعوئے نبوت کو ملا علی قاریؒ کفر قرار دے رہے ہیں اس سے مراد غیر تشریعی نبوت کا دعوے ہے کہ اجماع اسی بات پر ہوا تھا۔

(۲) ملا علی قاری کی اس عبارت کا سیاق یہی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو ایک دفعہ کوفہ اور بصرہ میں ایک وقت دیکھا گیا۔ اس پر ابن مقاتل نے کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا یقین کرے وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ معجزات میں سے ہے کرامات میں سے نہیں۔ اس کے بارے میں ملا علی قاریؒ فصول عمادی اور فصول استروشنی سے نقل کرتے ہیں کہ کرامات ایسے معجزات سے نہیں کہ معجزے میں دوسرے کے مقابلے میں منصب پانے کا دعویٰ ہوتا ہے جو یہاں نہیں ہیں یہ کفر نہ ہوگا۔ اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

واقول التحدی فرع دعوی النبوۃ ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع ؎۱

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ فرق یہ ہے کہ ان امور میں دوسرے پر غلبہ کا دعویٰ نبوت

؎۱ ملحقات شرح فقہ اکبر ص۲۰۲ ؎۲ تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۴۴

کے دعویٰ کی ایک شاخ ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا
یہ دعویٰ اجماع کے ساتھ کفر ہے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ خرق عادت امور میں دوسروں پر فضیلت کا دعویٰ جس طرح تشریعی
نبوت میں ہوتا ہے اسی طرح غیر تشریعی نبوت میں بھی ہوتا ہے اور اسی دعویٰ نبوت کو ملا علی
قاری کفر قرار دے رہے ہیں پس ثابت ہوا کہ ملا علی قاری کے نزدیک حضور کے بعد ہر دعویٰ
نبوت خواہ تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی کفر ہے۔

ان واضح تصریحات کی موجودگی میں کسی مرزائی کا یہ افترا کہ ملا علی قاری غیر تشریعی نبوت
کو جاری سمجھتے ہیں کس قدر بددیانتی اور ناانصافی کا خون ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے معانی کو دو امر لازم ہیں۔

(۱) کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے۔

(۲) پہلے نبیوں سے اگر کوئی آجائے تو وہ آپ کی شریعت کا تابع اور امتی ہو کر رہے۔

امر اول کے پیش نظر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد حدیث لا نبی بعدی
کے مخالف نہیں۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فی المعنی انہ لا یبعث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین[1]

ترجمہ: یہی معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا کیونکہ آپ پہلے
نبیوں کے آخر یعنی خاتم النبیین ہیں۔

اور مرقاۃ کے علاوہ حضرت خضرؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے نبیوں کی آمد کے بارے میں
لکھتے ہیں:

فلا ینافی قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ
ولم یکن من امتہ ویقربہ حدیث لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی[2]

---

[1] مرقاۃ جلد ۵ ص ۵۶۴ [2] موضوعات کبیر ص ۵۹

ترجمہ: پس یہ امر آیت خاتم النبیین کے معارض نہیں کیونکہ اس امر یعنی اگر حضرت خضر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی پہلا نبی آجانے کا کا معنیٰ یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کسی ایسے پچھلے نبی کی آمد نہیں ہو سکتی جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے ہو کر نہ رہے۔

ملا علی قاریؒ یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ یا حضورؐ کے بیٹے حضرت ابراہیم جیسے کسی اور بزرگ کو نبی بنا تا تو اسے بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی طرح کا معیار ختم نبوت سے پہلے نبی بنا تا کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اس فرضی صورت میں یہ ضروری نہیں کہ ان بزرگوں کے تشخصات بھی وہی ہوں جو اب تھے۔ یعنی حضرت ابراہیم حضورؐ کے بیٹے بھی ہوں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہوں بنا برفرض نبوت حضرت ابراہیم کا یہ تشخص لازم نہیں یعنی ان کے فرزند رسول ہونے سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر رب العزت انہیں یا حضرت عمرؓ کو نبی بناتے تو یہ بزرگ یقینی طور پر حضرت عیسیٰ، حضرت خضر اور حضرت الیاس کی طرح حضورؐ سے پہلے کے نبی ہوتے اور حضورؐ کے بعد تک موجود رہنے کی صورت میں حضورؐ کے تابع شریعت ہو کر رہتے۔ اور اس طرح کا اگر کوئی پہلا نبی آجائے تو اس کا آنا خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہوگا۔ البتہ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ آپ کی شریعت کے ماتحت رہے اور اس کی اپنی شریعت نافذ نہ ہو جیسے ایک صوبے کا گورنر دوسرے گورنر کے صوبے میں چلا جائے تو وہ گورنر وہاں بھی ہوگا لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہ ہوگی۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے اس خیال سے کہ لا نبی بعدہ کے معنی پچھلے نبیوں کی آمد ہی کے لیے جائیں جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہ السلام کے نام ذکر فرما دیے ہیں اور آخر میں احتیاطاً حضرت عمرؓ کا ذکر کر دیا ہے اور وہ بھی فرضی اور تقدیری طور پر کیونکہ یہ سب حضرات حضورؐ سے پہلے کے نبی ہیں۔ اس مثال سے واضح ہو گیا کہ حضرت مسیح

علیہ السلام کی آمد آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں کیونکہ ختم نبوت کا مطلب یہی ہے کہ آپ
کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

یقین کیجیے کہ ملا علی قاری کی ایسی تشریحات نزول مسیح کے پیش نظر ہیں جنہیں مرزائی
حضرات اپنے خود ساختہ معانی پر محمول کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں بعض لوگوں نے
اس مرزائی کو آیت خاتم النبیین کے خلاف سمجھ کر یہ تاویل کر دی کہ حضرت عیسیٰ بعد از نزول
نبی نہیں ہوں گے۔ اور وہ اس بات کو نہ سمجھے کہ ان کا نبی ہونا اور بات ہے اور ان کی نبوت
کا نافذ ہونا اور بات ہے پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول نبی تو ہوں لیکن ان کی نبوت
نافذ نہ ہو تو یہ مفہوم آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اقول ولا منافاة بين ان يكون نبيا ويكون متابعا لنبينا صلى الله عليه
وسلم في بيان احكام شريعته واتقان طريقته ولو بالوحي اليه كما يشير
اليه قوله صلى الله عليه وسلم لو كان موسى حيا لما وسعه الا اتباعي اي
مع وصف النبوة والرسالة والا فمع سلبهما لا يفيد زيادة المزية فالمعنى
انه لا يحدث بعده نبي لانه خاتم الانبياء السابقين [1]

حضور کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زمین پر زندہ ہوتے تو
انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا یعنی وہ نبوت اور رسالت سے موصوف
ہونے کے باوجود میری اطاعت کرتے۔ چونکہ نبوت اور رسالت کے بغیر موسیٰ
کے مطیع ہونے سے حضور تاجدار ختم نبوت کے مطاع ہونے میں کسی فضیلت کا اظہار
نہیں ہوتا حالانکہ یہ مقام مدح ہے پس واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد
ثانی پر ان کا نبی ہونا آیت خاتم النبیین اور حدیث "لا نبی بعدی" کے
خلاف نہیں کیونکہ ان دونوں کا صحیح مطلب جو امت نے سمجھا ہے یہی ہے کہ آپ کے

---

[1] مرقات جلد ۵ ص ۱۱۵

بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

ملا علی قاریؒ تو یہ سمجھا رہے ہیں کہ کسی پچھلے نبی کا امتی نبی بن کر آنا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن مرزائی حضرات اسے اس تحریف کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ حضرت ملا علی قاریؒ حضور کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کے پیدا ہونے کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یاد رکھیے حضور تاجدار ختم نبوت کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو ممکن سمجھنا خواہ غیر تشریعی ہی کیوں نہ ہو کفر، ارتداد اور زندقہ و الحاد ہے۔ ملا علی قاریؒ ایک دوسرے مقام اہل کذب و تلبیس کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

(۴) وقد یکون فی هؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل هذه الخزعبلات او یطلب تغییر شیء من الشریعة ونحو ذلک[1]

ترجمہ: اور کبھی ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو واجب القتل ہوتا جیسے وہ شخص جو دعویٰ نبوت کرے اس طرح کی خرافات کے ساتھ یا شریعت کی کسی شے کے بدلنے کے ساتھ۔

پیش نظر رہے کہ محض لغزش کا ارتکاب ہرگز قتل کی نوبت نہیں آتا۔ اگرچہ یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے لیکن یہاں تو ملا علی قاری نے باوجود عدم تغیر شریعت قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ مطلق ارتکاب خرافات پر نہیں، بلکہ اس کی اصل بنا دعوئے نبوت ہے۔

پس واضح ہو کہ حضرت ملا علی قاریؒ کے نزدیک وہ دعوئے نبوت بھی موجب قتل ہے جس میں شریعت نہ بدلی جائے صرف خرافات ہی ہوں اور وہ بھی موجب قتل ہے جس میں شریعت کے احکام تبدیل کیے جائیں۔ پھر شمائل ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

انه خاتمهم ای جاء آخرهم فلا نبی بعده ای لا ینبأ احد بعده فلا ینافیه نزول عیسیٰ علیه السلام متبعا لشریعته مستمدا من القرآن والسنة[2]

---

[1] مرقات شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۸۳ [2] جمع الوسائل شرح شمائل جلد ۲ صفحہ ۴۲

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ انبیاء کو ختم کیا اور سب سے آخر میں تشریف لائے پس آپ کے بعد اور نبی نہیں آئے گا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی پس یہ حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منافی نہیں جو آپ کی شریعت کے تابع ہو کر اور قرآن و سنت سے مستفید ہونے کی صورت میں نزول فرمائیں گے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حضرت ملا علی قاریؒ جب یہ کہتے ہیں کہ تابع شریعت ہو کر کسی نبی کا آنا آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے ہرگز خلاف نہیں۔ اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ کسی پہلے نبی کا آنا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف لانے سے پہلے کی نبوت ملی ہوئی ہے۔ اسلامی عقیدۂ ختم نبوت کے ہرگز خلاف نہیں کیونکہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کسی کو نبوت دی نہیں جائے گی جیسے کہ لا ینبأ احد بعدہ کے الفاظ اس پر ناطق ہیں۔

پس اگر تابع شریعت محمدیہ ہو کر کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو ملا علی قاریؒ جائز سمجھتے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حدیث لا نبی بعدی کے ساتھ اس طرح تطبیق نہ دیتے پھر اسی شرح شمائل میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

واضافۃ الی النبوۃ لانہ ختم بہ بیت النبوۃ حتی لا ید خل بعدہ احد

پھر شرح شفاء میں ملا علی قاریؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۶) وانہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ و یحکم بشریعتہ و یصلی الی قبلتہ و یکون من جملۃ امتہ یعنی حضور خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی پس یہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے مخالف نہیں کیونکہ آپ کو نبوت حضورؐ سے پہلے

لہ شرح شفاء جلد ۲ ص

نبی ہوئے ہیں اور وہ آپ کے بعد نازل ہوں گے۔ آپ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے آپ کے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے اور آپ کی امت میں شمار ہوں گے[1]

اور آخر میں لکھتے ہیں:-

امت کا اجماع ہے کہ اس کا مفہوم ظاہر پر محمول کیا جاتا ہے اور یقین کیا جائے کہ بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے اس کا ظاہر مفہوم ہی شریعت کا مقصود ہے اور جو فرقے اس کے منکر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں[2]

(۷) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی شرح میں کہ (ختم بی النبیون) مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا حضرت ملا علی قاری ارشاد فرماتے ہیں:-

(ختم بی النبیون) ای وجودھم فلا یحدث بعدی نبی ولا یشکل بنزول عیسی علیہ السلام وترویجہ دین نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی اتم النظام وکفی بہ شبہۃ او شرح فائدۃ[3]

(۸) قال السیوطی ای الوحی منقطع بموتی ولا یبقی ما یعلم منہ ما سیکون الا الرؤیا[4]

یعنی حدیث کا مطلب بقول سیوطی یہ ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میری وفات پر وحی منقطع ہو جائے گی اور آئندہ واقعات کے جانا جانے کی صورت سوائے رؤیائے صالحہ کے اور کوئی باقی نہ رہے گی۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور رؤیائے صالحہ کے مابین نفلی بروزی ظلی یا غیر تشریعی کسی قسم کی کوئی نبوت اور تبعیت کی طرح کا کوئی منصب باقی نہیں۔ اگر ہوتا تو بیان کیا ہوتا کیونکہ یہ اس کا موقع بیان تھا۔

---

[1] شرح شفا جلد ۲ ص ... [2] ایضاً [3] مرقات جلد ۵ ص ... [4] ایضاً ص ... [5] ایضاً جلد ۵ ص ...

حضرت مجدد الف ثانی کا عقیدہ ختم نبوت

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ سرہندیؒ کا عقیدۂ ختم نبوت

حضرت امام ربانیؒ نے مکتوبات میں یہ تحقیق بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کاملین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات سے حصہ ملتا ہے اور یہ حضرات کاملین حضرات مراتب کے مطابق کمالات نبوت سے بھی فیضیاب ہوتے ہیں حضرت امام ربانیؒ کے ہاں یہ کمالات نبوت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو بھی بدرجہ اتم حاصل ہے اور مقام محمدی کی کامل تجلی ظہور وراثت اور کمال متابعت ان کاملین امت پر ہوئی ان کاملین امت نے حسن کمال پیروی اور محبت کی علامات ربانی اور بہت بڑی نسبت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع کمالات کو اپنے اندر اس طرح جذب کیا کہ اصل و ظل اور اصالت و تبعیت کے سوا کوئی فرق محسوس باقی نہ رہا۔ بایں ہمہ ان حضرات میں سے کسی نے ظلی نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ بروزی طور پر کوئی نبی اور رسول ہوا۔ کمالات نبوت سے بہرہ ور ہوئے اور مقام محمدی کی کامل تجلی کے باوجود یہ حضرات ہرگز ہرگز نبی و رسول نہ ہوئے۔ کیونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ہر اعتبار سے ختم ہو چکی تھی۔[۱]

حضرت امام ربانیؒ اپنے مکتوبات میں کئی مقامات پر کاملین امت کے لیے ان کمالات نبوت کا حصول ثابت کرتے ہیں اور ان کے کامل مصداق کے طور پر بار بار حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کا نام پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانیؒ کے ہاں کمالات نبوت کے حصول کو نبوت کا حصول ہرگز لازم نہیں کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ بالاتفاق نبی و رسول نہ تھے۔ ان حضرات قدسی صفات کے لیے کمالات نبوت کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے ہرگز منافی نہیں۔ کمالات نبوت اور لوازم نبوت میں جوہری فرق ہے جو بات ختم نبوت سے متضاد ہے وہ منصب نبوت کا حصول ہے کیونکہ حضور خاتم النبیین کے بعد کسی نبی اور رسول کا پیدا ہونا قطعاً محال ہے

قادیانی مغالطہ

قادیانی حضرات مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لیے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا مذکورہ بالا نظریہ وہاں سے نقل کرتے ہیں جہاں اس کی پوری تفصیل موجود نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ ان کمالات نبوت کا حصول حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے لیے مذکور ہے قادیانی حضرات اس مختصر اور مجمل عبارت سے یہ نتیجہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ کمالات نبوت کے حصول سے نبوت ملنے کی گنجائش نکل آئے حالانکہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا نام لے کر یہ مرتبہ دوسرے کئی مقامات پر واضح کر چکے ہیں۔ اب ہم پہلے حضرت امام ربانی کی وہ مختصر عبارت نقل کرتے ہیں جسے مرزائی حضرات اپنی تائید کے لیے پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد اسی مضمون کی وضاحت حضرت امام ربانی کی دوسری عبارتوں سے پیش کریں گے۔ ہم اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ حضرت امام ربانیؒ کی اصل مراد پر مطلع ہو کر ہم قادیانی مبلغین کے علم و دیانت کی داد دیں۔

قادیانیوں کی پیش کردہ عبارت

حضرت شیخ سرہندیؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

حصول کمالات نبوت مر تابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتحیات منافی خاتمیت او نیست علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام فلا تکن من الممترین[1]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداروں کے لیے کمالات نبوت کا حصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ اس ارشاد کا صاف مطلب یہ ہے کہ کمالات

[1] مکتوبات جلد ۱ صفحہ ۴۳۲ مکتوب ۲۷۱ مطبع نول کشور

نبوت جیسے مبشرات، رؤیائے صالحہ، سمت حسن، تؤدت اور اقتصاد وغیرہ ان کمالات نبوت کا حصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ یہ مقام نبوت کے عکس و اجزاء اور عکوس و ظلال ہیں۔ دوسرے کمالات نبوت سے اصل نبوت کا حصول لازم نہیں آتا۔ یہ کمالات نبوت قادیانی جس مقام نبوت کو وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہر اعتبار سے ختم ہو چکا ہے۔ انبیاء کرام کو یہ کمالات نبوت بے توسط ملتے ہیں۔ یہاں شائبہ ظلیت نہیں اور غیر انبیاء کو یہ کمالات انبیاء کے کمال متابعت اور وراثت کے توسط سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ کو یہ کمالات نبوت حاصل ہوئے۔ اور یہ وہ نبی و رسول ہرگز نہ تھے۔

قادیانی مبلغین حضرت امام ربانیؒ کی مذکورہ بالا عبارات کو پیش کرنے میں دو فریب کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت کے پورے مکتوب گرامی کو کبھی پیش نہیں کرتے

(۱) قادیانی مبلغ حضرت امام ربانیؒ کی کمالات نبوت کی اس بحث میں یہ ظاہر ہونے نہیں دیتے کہ ان کی مراد حصول کمالات نبوت کا یہ مقام حضرت صحابہ کرامؓ کو حاصل تھا۔ کیونکہ یہ حضرات قدسیہ بالاتفاق پیغمبر نہ تھے پس ان کے آگے سے اس قادیانی مغالطے کو کوئی راہ نہیں ملتی کہ کمالات نبوت کے حصول سے انسان مقام نبوت پر بھی فائز ہو جاتا ہے۔

(۲) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ہاں ان دوسرے کمالات نبوت کا یہ مقام خود ان کی اپنی ذات گرامی کو بھی حاصل تھا۔ حالانکہ وہ خود پیغمبر اور رسول ہرگز نہ تھے۔ پس اس ذکر سے بھی یہ قادیانی مغالطہ بالکل بے نقاب ہو جاتا تھا کہ انسان کمالات نبوت کے حصول سے مقام نبوت بھی پالیتا ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حضرت امام ربانیؒ کا یہ مکتوب گرامی مولانا امان اللہؒ کے نام ہے۔ حضرت امام صاحبؒ اس خط کے آخر میں مذکورہ صدر دونوں باتوں کی تصریح فرماتے ہیں۔ قادیانی حضرات اگر اسے بھی ذکر کر دیں تو ان کی بات نہیں بنتی۔

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں :۔

باید دانست کہ حصول این موہبت در حق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بے توسط است و در حق اصحاب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحیات کہ بہ تبعیت و وراثت باین دولت مشرف گشتہ اند بتوسط انبیاء است علیہم الصلوات والبرکات و بعد از انبیاء واصحاب ایشان علیہم الصلوات والتسلیمات کم کسی باین دولت مشرف گشتہ اند وست ہر چند جائز است دیگرے را بہ تبعیت و وراثت باین دولت مشرف ساز ند ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

بالجملہ کہ این دولت در کبار تابعین نیز پرتوے انداختہ است و در اکابر تبع تابعین نیز سایہ افگندہ بعد از ان رو باستتار آوردہ تا آنکہ نوبت بالف ثانی از بعثت آں سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات رسید دریں وقت نیز آں دولت بہ تبعیت و وراثت ہم بظہور آمدہ و آخر را باول مشابہ ساختہ ؎

گر پادشہ بدر پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن [1]

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ اس انعام ; وصول کمالات نبوت ; کا حاصل ہونا انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں بغیر کسی توسط کے ہوتا ہے اور صحابہ کرام جو متابعت اور وراثت کے طور پر اس مقام سے مشرف ہوئے ہیں ان کے حق میں (وصول کمالات نبوت) انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کے واسطے

---

[1] اس موہبت سے کیا مراد ہے۔ اس کا ذکر چند سطر پہلے بایں طور پر موجود ہے " اے فرزند حصول کمالات نبوت مربوط بموہبت محض است و منوط بہ مکرمت صرف کسب و عمل را در حصول ایں دولت عظمیٰ ہیچ مدخلے نیست۔ (مکتوبات، ص ۲۴۳) [2] مکتوبات شریف، ص ۲۴۴

ہے۔ انبیاء اور صحابہ کرامؓ کے بعد ایسے افراد بہت کم ہیں جو اس مقام پر فائز ہوئے ہوں اگرچہ جائز ہے کہ کسی دور کو بھی متابعت اور وراثت سے اس دولت (دصول کمالات نبوت) سے بہرہ ور فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس دولت نے کبار تابعین پر بھی اپنا پرتو ڈالا ہے۔ اور اکابر تبع تابعین پر بھی اس دولت کا سایہ پڑا رہا ہے اس کے بعد اس دولت نے اپنا چہرہ پردے میں رکھا یہاں تک کہ حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰت التسلیمات کی بعثت کے بعد الف ثانی (دوسرے ہزار کا دور) آپہنچا اس وقت بھی یہ دولت (وصول کمالات نبوت) حضور کی متابعت اور وراثت سے منصۂ ظہور پر آئی ہے اور آخر کو اول کے قریب کر دیا ہے۔[1]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی اس تصریح سے واضح ہے کہ کاملین امت کے لیے جن کمالات کا حصول حضرت امام ربانی تسلیم فرما رہے ہیں وہ کمالات نبوت حضرت صحابہ کرامؓ کبار تابعین اکابر تبع تابعین اور الف ثانی میں خود حضرت مجدد الف ثانیؒ کو بھی حاصل ہوئے ہیں جب کہ یہ حضرات قدسیہ بالاتفاق پیغمبر نہ تھے تو ثابت ہوا کہ ان کمالات کے حصول کا اجرائے نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ قادیانی حضرات کی ایک چال ہے کہ وہ حضرت امام ربانی کی عبارت اس تفصیل کے بغیر ایک مجمل اور نامکمل صورت میں پیش کر کے عوام کو فریب دے رہے ہیں۔

یہ تو مکتوب گرامی کے آخر کا حصہ تھا حضرت امام تو اس خط کے وسط میں بھی تصریح فرما چکے ہیں کہ :-

بایں راہ رفتہ است از انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واز اصحاب ایشاں بہ تبعیت ووراثت ایشاں علیہم وعلی اصحابہم الصلوٰۃ والتحیۃ۔[2]

ترجمہ۔ کمالات نبوت پر اس راہ سے انبیاء کرام بھی چلے اور ان کی متابعت اور

---

[1] مکتوبات حضرت امام ربانی مکتوب ۳۰۱ جلد اول صفحہ ۴۳۲ ۔ [2]

وراثت سے صحابہ کرام بھی ان کمالات نبوت تک پہنچے ہیں۔

اب اس مکتوب گرامی کا حصہ دوم بھی ملاحظہ فرمایئے اور قادیانی علم و دیانت کی داد دیجئے :-

ایں قرب بالاصالۃ نصیب انبیاء است و ایں منصب مخصوص بایں بزرگواران علیہم الصلوات والبرکات و خاتم ایں منصب سید البشر است علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتحیۃ بعد از نزول متابع شریعت خاتم الرسل خواہد بود[1]

ترجمہ۔ وہ قرب الٰہی جو انبیاء کو حاصل ہوتا بالاصالۃ انبیاء کا ہی حصہ ہے اور یہ درجہ انہی بزرگوں سے خاص ہے اور اس منصب کے خاتم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول فرمانے کے بعد حضور خاتم النبیین کی ہی شریعت کے تابع ہوں گے۔

اب ہم حضرت امام ربانی کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں جو حضرت کے اس نظریہ کی کہ کاملین امت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال متابعت اور وراثت سے کمالات نبوت ملتے ہیں۔ پوری وضاحت کرتی ہیں۔ ان سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے۔ کہ قادیانی حضرات کا حضرت امام ربانی کے اس نظریہ سے اجرائے نبوت کی گنجائش نکالنا محض دھوکا اور فریب ہے اور ایک ایسا سراب ہے جس کے قریب آکر انہیں مایوس ہونے کے سوا چارہ نہیں۔ مرزائی حضرات استدلال کی دنیا میں اس قدر تہی ہیں کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثل ان پر صادق آتی ہے بعید سے بعید احتمالات پیش کرتے ہیں۔ مگر چنے والے کے مطابق ابھی تک ایک دلیل اور ایک حوالہ بھی ان کے ہاتھ نہیں لگا۔ اب حضرت مجدد الف ثانی کے ان ارشادات پر غور کیجئے۔

---

[1] مکتوبات دفتر حصہ

مکتوب گرامی بنام مرزا حسام الدین

کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بجہت کمال متابعت و فرط محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را بجذب مے نمایند و بکلیت برنگ ایشان منصبغ مے گردند حتی کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان و تابعان الا بالاصالۃ و التبعیۃ و بالاولیۃ و الآخریۃ مع ذلک ہیچ تابعے اگرچہ از تابعان افضل الرسل باشد بمرتبۂ ہیچ نبی اگرچہ ادون انبیاء باشد نرسد لہذا حضرت صدیقؓ کہ افضل بشر است بعد از انبیاء سرے او ہمیشہ زیر قدم پیغمبری مے باشد کہ پایان تر جمیع پیغمبراں است۔[1]

ترجمہ۔ انبیاء کرام کی کامل اتباع کرنے والے کمال متابعت و فرط محبت بلکہ اللہ تعالیٰ کی محض عنایت و موہبت سے اپنے متبوع انبیاء کرام کے جمیع کمالات کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور کلی طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں حتی کہ متبوع و تابع میں اصالت و پیروی اور اولیت اور آخریت کے سوا اور کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ لیکن اس کے باوجود کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا لیکن اس کے باوجود کوئی اتباع کرنے والا خواہ وہ حضور افضل الرسل کی متابعت کرنے والوں میں سے ہی کیوں نہ ہو کسی نبی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ وہ سب سے چھوٹے درجے کا نبی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ جو انبیاء کے بعد افضل بشر ہیں۔ ان کی انتہا اس پیغمبر کے قدم سے نیچے ہے جو سب سے نیچے درجے کے پیغمبر تھا۔

حضرت امام ربانیؒ کے اس ارشاد سے یہ دو باتیں پوری طرح واضح ہیں۔

---

[1] مکتوبات جلد (۱) مکتوب ۲۴۸

مکتوب گرامی بنام ملا محمد مرادؒ

لوازم کمالاتیکہ در نبوت درکار است ہمہ را عمرؓ دارند اما چوں منصب نبوت بخاتم الرسل ختم شدہ است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بدولت منصب نبوت مشرف نگشت۔[1]

یعنی کمالات نبوت جو نبوت کے لیے ضروری ہیں سب حضرت عمرؓ کو حاصل تھے لیکن چونکہ منصب نبوت حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا تھا اس لیے وہ (حضرت عمرؓ) منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ فی نفسہٖ کمالات نبوت تو رکھتے تھے لیکن نبی ہرگز نہ تھے کیونکہ کمالات نبوت کو منصب نبوت لازم نہیں اور کمالات نبوت کا حصول حضورؐ کی شان خاتمیت سے متصادم نہیں۔ ہاں وہ منصب نبوت نہ پا سکے کیونکہ حضورؐ پر ہر طرح کی نبوت ختم ہو چکی تھی۔

مکتوب گرامی بنام میر محمد نعمانؒ

شرکت در نبوت و مساوات با انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کفر است۔[2]

خواہ وہ کتنا بڑا شخص کمالات نبوت سے فائز ہو اس کا نبوت میں شریک ہو جانا اور انبیاء کرام کے ساتھ برابر آ جانا یہ عقیدہ کفر ہے۔

حضرت امام ربانیؒ کے ہاں حضور اکرمؐ کے بعد غیر تشریعی نبوت بھی باقی نہیں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ شرائع سابقہ میں اولوالعزم پیغمبروں کی بعثت کے بعد ایک ہزار سال تک ایسے انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے رہتے جو ان پیغمبر (اولوالعزم

---

[1] مکتوبات جلد دوم مکتوب ۳۶ صفحہ ۱۰۰ نولکشور [2] ایضاً جلد ۲ مکتوب ۴۷ صفحہ ۱۱۰

پیغمبروں کی شریعت کی ترویج و تقویت کرتے رہتے۔ جب اس پیغمبر کی شریعت کا دورۂ دعوت ختم ہو جاتا اور دوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت چونکہ ہر نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے آپ کی امت کے علماء کو انبیاء (غیر تشریعی) کا حکم دے کر حضور کی شریعت کی ترویج و تقویت ان کے سپرد کی گئی۔ اس کے باوجود ایک اولوالعزم پیغمبر (حضرت عیسیٰ) کو آپ کا تابع قرار دیا گیا تاکہ وہ بھی آپ کی شریعت کی ترویج و تقویت کرے۔

حضرت امام ربانی کی اس تصریح سے یہ حقیقت بکمال واضح ہے کہ وہ اگلے سابقہ غیر تشریعی انبیاء کے قائم مقام اس امت کے علماء ہی کو پیش کر رہے ہیں اور جس طرح پہلے اولوالعزم پیغمبروں کی شریعت کی ترویج و تقویت اس دور کے غیر تشریعی انبیاء کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ترویج و تقویت اب ان کے قائم مقام علمائے امت محمدیہ کے سپرد ہے۔ اس امت میں اب کوئی غیر تشریعی نبی ہرگز مبعوث نہیں ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی رہ کی اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب غیر تشریعی نبوت بھی ہرگز باقی نہیں۔ حضرت امام کی اصل عبارت یہ ہے۔

بعد از ہزار سال از ارتحال پیغمبران اولوالعزم ہا تا انبیاء کرام و رسل عظام مبعوث مے شدند کہ تقویت شریعت آں پیغمبران فرمایند و اعلاء کلمہ او نمایند و چوں دورۂ دعوت شریعت او تمام مے شد پیغمبر اولوالعزم دیگر مبعوث مے گشت و تجدید شریعت خود مے فرمود و چوں شریعت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات از نسخ و تبدیل محفوظ است علماء امت او را حکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید ملت را بایشاں تفویض فرمودہ و مع ذلک یک پیغمبر اولوالعزم را متابع او ساختہ ترویج شریعت او نمودہ است قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون بدانند کہ بعد از ہزار سال بعد از ارتحال خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات و

والسلام مر اولیائے امت را کہ طفیلی آیند ہر چند قوی باشند و اکمل بود تا

تقویت ایں شریعت بروجہ اتم نمایند۔[1]

ان حقائق و تصریحات کی روشنی میں حضرت امام ربانیؒ کو اجرائے نبوت کا قائل قرار دینا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جن کے دل فکرِ آخرت سے بالکل خالی اور ان کی آنکھوں پر جہالت اور بددیانتی کے اتنے دبیز پردے پڑے ہیں کہ انہیں آسانی سے ہٹایا نہیں جا سکتا ہے

ختم اللّٰہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم غشاوۃ. واللّٰہ علیٰ ما نقول شہید۔

مولانا رومؒ کا عقیدۂ ختمِ نبوت

حضرت مولانا رومؒ (۱۲۷۳ء) کا بھی عقیدۂ ختمِ نبوت وہی ہے جو اس امت میں چودہ سو سال سے بجا طور پر چلا آ رہا ہے کہ جو شخص حضرت خاتم النبیینؐ کے بعد نبوت کا دعوے کرے اسے پکڑ کر جیل میں ڈال دو۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ آپ اس سے پوچھیں کہ جناب مولانا آپ یہ کہیں کہ کیا آپ مستقل تشریعی نبی ہیں یا غیر تشریعی نبی ہو کر آتے ہیں؟

کیا اس سے پہلے یہ پوچھیں گے اور پھر کوئی اور کارروائی کریں گے؟ ــــ نہیں ــــ بلا تفصیل اسے پکڑ لیں اور جیل میں ڈال دیں ــــ صرف اتنا معلوم کریں کہ کیا اس کا دماغی توازن درست ہے؟ وہ کہیں پاگل تو نہیں۔ اگر پاگل ہے تو بس یہی حکم ہے۔

حضرت مولانا رومؒ کے زمانے میں ایک شخص نے دعوئے نبوت کیا ــــ اس کا کیا حشر ہوا اسے مولانا سے سنیئے۔ حضرت نے جو لکھا اس سے اس کے حشر اور انجام پر کھلی تصریح نہیں کیا معلوم ہو آپ کا موقف اور عقیدہ بھی یہی تھا۔ ورنہ کچھ تو گنجائش رکھتے، وہ بس یہ نہ کہتے

آں یکے می گفت من پیغمبرم   از ہمہ پیغمبراں فاضل ترم

گردنش بستند بردندش بشاہ   کیں ہمی گوید رسولم از الٰہ

---

[1] مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۶۱ ص ۱۳

خلق بردے جمع چوں مور و ملخ — کہ چہ مکراست و چہ تزویر و چہ فخ [۱]

ترجمہ۔ وہ کہتا تھا میں پیغمبر ہوں اور میں تمام پیغمبروں سے زیادہ علم و فضل والا ہوں۔ لوگوں نے اسی وقت اس کی گردن دبوچی — باندھا اور اسے حاکم کے پاس لے گئے اور کہا یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔ لوگ بھی گرد و پیش چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع ہو گئے کہ یہ کیا مکر و فریب اور دھوکہ ہے۔

عوام کی یہ صورت بتا رہی ہے کہ ان کے ذہن میں یہ کوئی تصور نہ تھا کہ اس طرح کا نبی آ سکتا ہے اور اس طرح کا نہیں۔ وہ ختم نبوت پر ایک ہی نظریہ رکھتے تھے کہ حضور کے بعد جو بھی نبوت کا دعوےٰ کرے وہ مکر و دھوکہ اور جعل سازی کا مرتکب ہے۔

نبوت کی یہی بھول بھلیاں ذہن میں ہوں تو لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ حضرت کس قسم کے نبی ہو کر آئے ہیں۔ ان کا بس ایک ہی نظریہ تھا کہ جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اس کی گردن دبوچ لو۔ اگر لوگوں کے اس عمل میں کوئی بنیادی غلطی ہوتی تو حضرت مولانا روم اس پر ضرور کچھ تنبیہ فرماتے — معلوم ہوا اس باب میں کسی کے لیے کوئی رعایت نہیں۔

قادیانی مناظر اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کا دعوے نبوت پہلے ہی تشریعی تھا اس لیے لوگ بگڑ کے اس کے درپے ہو گئے۔ اس سے اس کے دعویٰ کی قسم پوچھنے کی اب کیا ضرورت تھی۔ اس نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔

ورز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم — میں پہلے سب پیغمبروں سے بہتر ہوں۔

ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب چودہویں صدی کے ایک مدعی نبوت نے یہ کہا تو آپ نے اسے تشریعی نبوت کا مدعی کیوں نہ سمجھا اور اس کی جوتوں سے مخالفت کیوں نہ کر دی؟

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفان نہ کمترم ز کسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین [۲]

---

[۱] مثنوی معنوی دفتر ... [۲] نزول المسیح ص ۹۹

ترجمہ: انبیاء اگرچہ بہت سے ہو گئے لیکن مرتبہ میں بعض ان میں کسی سے کم نہیں
میں یقیناً ان میں سے کسی سے کم نہیں ہوں۔ جو ایسا کہتا ہے وہ خبیث کہتا ہے اور
وہ لعنتی ہے۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بہ منبرم[1]

ترجمہ: یہ میں ہوں جو بشارات سابقہ کے تحت آیا ہوں۔ عیسیٰ ابن مریم کہاں ہے
کہ میرے منبر پہ پاؤں رکھے وہ میرے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔

بر سر مطلب آمدم

مولانا روم کا عقیدہ ختم نبوت ان کے اس شعر سے بھی ظاہر ہے۔ آپ بھی سن لیں۔

یا رسول اللہ رسالت را تمام تو نمودی ہمچو شمس بے غمام[2]

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! آپ نے رسالت کو اس طرح تمام کیا (سلسلہ نبوت
کو اس طرح ختم فرمایا) جس طرح سورج بغیر بادلوں کے پوری طرح روشن ہو۔

یہ رسالت کے ظہور کی بات نہیں رسالت کا اتمام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر
تمام نبوتیں اور رسالتیں ختم ہیں۔ ختم نبوت کا تاج آپ کے سر پر ہے۔ آپ نے جس معنی نبوت کا قصد
بیان کیا ہے اس کے دعویٰ نبوت کو یہ سرِ عام مکر و تزویر کہا ہے اور اس میں کوئی استثناء نہیں
رکھا۔ اگر آپ کے ہاں حضور کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو آپ یہاں ضرور اسے
بیان کرتے۔ اہل علم کا موقع بیان پر کسی چیز کو بیان نہ کرنا اس کی نفی کا فائدہ دیتا ہے۔

رہا اپنے شیخ کو فنا فی الرسالۃ کے آئینہ میں نبی کہہ دینا تو یہ شیخ کو مقام نبوت میں نہیں
لے آتا۔ نہ اس سے شیخ کے لیے نبوت ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایک خالص مجاز کی تعبیر ہے جو مریدین
اور ارشاد گروہ کسی شیخ کے حق میں ذکر کر دیں لیکن ایسی کسی مثال سے یہ شیخ نے بھی کہہ دیا ہو کہ ہاں میں

---

[1] ملفوظات ص ۱۴۱ [2] مثنوی شریف مع ترجمہ ص ۳۹

سو اس شعر میں پیر کے لیے نبی وقت کا لفظ محض ایک مجازی تعبیر ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح فردوسی انوری اور سعدی کو بھی اپنے قصیدہ اور غزل کا پیغمبر کہا گیا ہے۔

سہ کس پیغمبران سخن اند — ہر چند لا نبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را — فردوسی و انوری و سعدی

قادیانیوں کو اگر پیر کو نبی وقت کہنے پر اصرار ہے تو انہیں چاہیے کہ پیر کو آسمان کی سیڑھی بھی ساتھ ساتھ کہا کریں اور اسے بھی حقیقت کہیں جس طرح انہوں نے مولانا روم کے اس نبی وقت کہنے کو حقیقت سمجھ رکھا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:۔

من نجویم زین سپس راہ اثیر — پیر جویم پیر جویم پیر پیر
پیر باشد نردبان آسمان — تیر پراں از کہ گردد از کمان

ترجمہ: میں اس کے بعد آسمان کی راہ نہ ڈھونڈوں گا میں کامل کی تلاش کروں گا۔ پیر ہے جو آسمان کی سیڑھی بنتا ہے تیر بھی اڑتا ہے جب وہ کمان سے نکلے۔

یہ بات کسی صاحب علم سے مخفی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت خود ایک قیامت کی خبر تھی کہ آپ کے بعد اب دنیا کا خاتمہ ہوگا کوئی اور نبی آنے کا نہیں — پھر لوگ جب آپ سے پوچھتے کہ قیامت کب آئے گی تو آپ فرماتے کہ بس اس کا علم تو صرف اللہ رب العزت کے پاس ہی ہے۔ مولانا روم باقی امت کی طرح حضور کو ہی اس دور کا پیغمبر مانتے تھے۔

زو قیامت را ہمی پرسیدہ اند — کای قیامت تا قیامت راہ چند
باز بان حال مے گفتے بسے — کز محشر حشر را پرسد کسے[1]

ترجمہ: حضور سے لوگوں نے قیامت کے بارے میں پوچھا۔ اے دور آخر کے نشان! قیامت اب کتنے فاصلہ پر ہے؟ آپ زبان حال سے یہی جواب دیتے تھے کہ کیا محشر سے بھی کوئی حشر کا سوال پوچھتا ہے کہ کب بپا ہوگا۔

---

[1] مثنوی، دفتر ششم ص ۸۶

یہ محشر جس طرح دنیا کا ایک آخری اجتماع ہے میں اسی دنیا کا ایک آخری پیغمبر ہوں مجھ سے اس دنیا کے آخر کا کیا پوچھتے ہو۔ یہ حضور کے سب آخر زمانہ ہونے کی ایک اور وضاحت ہے۔

ختم نبوت زمانی کا یہ عقیدہ ختم نبوت مرتبی کے عقیدہ سے متصادم نہیں بلکہ بقول حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی یہ اسی کا منطقی لازم ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جس طرح ختم نبوت مرتبی کو بیان کیا ہے مولانا روم بھی اس کے قائل تھے۔

بہر این خاتم شدست او کہ بجود   مثل او نے بود و نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست   نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست[1]

ہم پچھلے صفحات میں اس کا بیان کر آئے ہیں۔

سو جس طرح مولانا روم کا ختم نبوت مرتبی کا بیان ان کے عقیدہ ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ختم نبوت مرتبی کا بیان بھی ان کے عقیدہ ختم نبوت زمانی کے خلاف نہیں ان کے قول میں عموم ختم نبوت سے صرف ختم نبوت زمانی مراد لیتے ہیں محققین کے نزدیک ختم نبوت صرف ختم نبوت زمانی نہیں ختم نبوت مرتبی بھی ہے۔ مولانا روم ہوں یا مولانا قاسم ہوں دونوں کے قائل ہیں جیسا کہ آپ ابھی دیکھ آئے ہیں

یہ قادیانی ہیں جو ان دونوں میں تعارض کے قائل ہیں ہم کہتے ہیں ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے اس کے بغیر ختم نبوت مرتبی کا عقیدہ قائم نہیں رہ سکتا اور ان دونوں میں ہرگز کوئی تصادم نہیں۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔

حضرت مجدد الف ثانی کا یہ ارشاد ہمیشہ ذہن میں رکھیں۔

احکامیکہ بعد از انقراض زمان وحی بطریق استنباط مجتہداں حاصل گشتہ اند
درمیان صواب و خطا مترددند[2]

اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انقراض وحی کے بعد صرف اجتہاد کی راہ ہی باقی ہے

---

[1] مثنوی [illegible]   [2] مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۵۵

محی الدین ابن عربیؒ کا عقیدۂ ختم نبوت

الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن العربی (۶۳۸ھ) کا عقیدۂ ختم نبوت

① فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوۃ الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰہیۃ والنواہی فمن ادعاھا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فھو مدع شریعۃ اوحی بھا الیہ سواء وافق بھا شرعنا او خالف۔[1]

ترجمہ: پس نبوت کے ختم ہوجانے کے بعد اولیاء کے لیے صرف معارف باقی رہ گئے ہیں اور اوامر و نواہی کے دروازے بند ہوچکے ہیں۔ پس اگر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دعوے کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی حکم دیا ہے یا کسی بات سے منع کیا ہے تو وہ مدعی شریعت ہے۔ خواہ اس کی وحی شریعت محمدیہ کے موافق ہو اور خواہ مخالف، وہ مدعی شریعت مردود ہے۔

اس عبارت نے واضح کردیا کہ:

① شیخ اکبرؒ کے نزدیک مدعی شریعت صرف وہی نہیں جو شریعت محمدیہ کے بعد احکام جدیدہ پیش کرے بلکہ وہ مدعی نبوت جس کی وحی بالکل شریعت محمدیہ کے موافق ہو وہ بھی مدعی شریعت ہے، اور یہ دعوے بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔

② آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس طرح نئی شریعت کا دعویٰ ختم نبوت کا انکار ہے، شریعت محمدیہ کی موافق وحی کا دعوے بھی ختم نبوت کا انکار ہے [illegible]۔

③ شیخ اکبرؒ کے نزدیک تشریعی نبوت سے مراد وہ نبوت ہے جسے شریعت نبوت کہے، خواہ وہ نبوت شریعت جدیدہ کی مدعی ہو اور خواہ شریعت محمدیہ کی موافقت کا دعویٰ کرے۔ غیر تشریعی نبوت سے مراد وہ کمالات نبوت اور کمالات ولایت ہوں گے جن پر شریعت نبوت کا اطلاق نہیں کرتی اور وہ نبوت نہیں کہلاتے۔

---

[1] فتوحات مکیہ جلد ۱ صفحہ ۳۹

عارف باللہ امام شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر میں شیخ اکبرؒ کی مندرجہ بالا عبارت کو نقل کرتے ہوئے اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:۔

فان کان مکلفاً ضربنا عنقه والا ضربنا عنه صفحاً[1]

یعنی اگر کوئی شخص نبوت کا دعوے کرے خواہ موافق شریعت محمدیہ ہو کہ وہ خواہ مخالف شریعت محمدیہ ہو، تو اگر وہ مکلف ہوگا یعنی عاقل بالغ اور پاگل وغیرہ نہ ہوگا تو ہم اسے اس کی سزا میں قتل کریں گے ورنہ چھوڑ دیں گے۔

ایسی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی بدبخت سیاہ باطن کا یہ کہنا کہ شیخ اکبرؒ کے نزدیک وہ نبی پیدا ہوسکتا ہے جو موافق شریعت محمدیہ ہو، اگر یہ دیدہ دانستہ کتر و بیونت اور تحریف فی الدین نہیں تو اور کیا ہے؟ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ شرح فصوص الحکم میں شیخ اکبرؒ کی ایک عبارت کا حل ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:۔

وقد انقطعت النبوة والرسالة بنبوة نبینا ورسولنا محمد صلی الله علیه وسلم بحیث لم یبق احد یتصف بذلک الی یوم القیمة[2]

ترجمہ: اور تحقیق نبوت اور رسالت ہمارے نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ختم ہوچکی ہے، اس طرح سے کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو اب وصف نبوت کے ساتھ موصوف کیا جائے گا۔

(۲) پھر شیخ الاکبرؒ نے فتوحات کے باب ۴۶۲ میں لکھا ہے:۔

اعلم انه لم یبق لنا خبر الٰہی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولا تشریع ابداً انما لنا وحی الالهام قال تعالیٰ ولقد اوحی الیک

والی الذین من قبلک ولم یذکر ان بعده وحیاً ابداً وقد جاء فی الخبر

الصحیح فی عیسٰی علیه السلام وکان ممن اوحی الیه قبل رسول اللہ صلی

---

[1] الیواقیت جلد ۲ ص [illegible] [2] شرح فصوص الحکم ص [illegible]

اللہ علیہ وسلم بانہ اذا نزل آخر الزمان لا یوحنا الا بما ہی بہ بعث وسلفنا بہ۔

ترجمہ: تم جان لو کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کوئی خبر نہیں دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی ایسی وحی ہوگی جسے شریعت دگو تسلیم کرے، بجز سوائے اس کے نہیں کہ ہمارے لیے وحی الالہام ہے، رب العزت نے ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف۔ اور یہ ذکر نہیں فرمایا کہ کبھی آپ کے بعد بھی وحی ہوگی۔ ہاں یہ ضرور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہوگی اور ان کی طرف وحی حضور سے پہلے کی جا چکی ہے۔ وہ جب آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو ہماری شریعت اور ہمارے طریقہ کے مطابق ہی ہماری قیادت کریں گے

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حضور پر نبوت کے ختم ہونے کو دو چیزیں لازم ہیں، ایک تو یہ کہ آپ کے بعد کسی کی طرف نئے سرے سے وحی نہ آئے اور دوسرے یہ کہ جن پر وحی حضور سے پہلے آ چکی ہے ان میں سے اگر کوئی دوبارہ آئے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہو کر آئے۔ یہی دوسرے مفہوم کے متعلق شیخ اکبر کی وہ عبارت ہے جسے مرزائی لوگ مفہوم اول کے متعلق قرار دیتے ہیں:۔

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی ای لا نبی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی[1]

ترجمہ: تحقیق رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے، پس میرے بعد کوئی رسول نہیں کوئی اور نبی بھی، ایسا نہیں ہوگا جو میری شریعت کے خلاف رہے بلکہ جب بھی ہوگا امتی نبی ہو کر رہے گا

---

[1] الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۳۵

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کی مذکورہ بالا عبارت ہم نے علامہ شعرانی کے حوالے سے لکھی ہے۔ اصل کتاب الفتوحات المکیہ میں یہ عبارت مختلف الفاظ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شعرانی نے شیخ اکبر کی باتوں کو کہیں کہیں اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ نیچے ہم یہ عبارت شیخ اکبر کے اصل الفاظ سے پیش کرتے ہیں۔

(۲) اعلموا ان لنا من الله الالهام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد کان الوحی قبله ولم یجئ خبر الٰہی ان بعده وحیا کما قال ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ولم یذکر وحیا بعده وان لم یلزم هذا وقد جاء الخبر النبوی الصادق فی عیسیٰ علیه السلام وقد کان ممن اوحی الیه قبل رسول الله انه علیه السلام لا یؤمنا الا بنا ای بسنتنا فله الکشف اذا نزل والالهام کما لهذه الامة ولا یتخیل فی الالهام انه لیس خبرا الٰہیا[1]

ترجمہ: جان لو کہ اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف الہام ہے وحی نہیں۔ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر منقطع ہو چکا ہے۔ آپ سے پہلے بے شک وحی کا سلسلہ موجود تھا۔ اور ہمارے پاس کوئی الٰہی خبر نہیں پہنچی کہ آنحضرت کے بعد بھی کوئی وحی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک (پ۲۴ الزمر آیت ۶۵ ع۷)

ترجمہ: اور وحی کی گئی تیری طرف اور تجھ سے پہلوں کی طرف کہ اگر تم نے شریک مان لیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہوگا نقصان میں۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضور کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ

---

[1] الفتوحات جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ باب ۳۵۳

علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی خبر پہنچی ہے اور آپ بے شک
ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوت ملی کہ آپ جب اس
امت کی قیادت کریں گے تو ہماری شریعت کے مطابق عمل کریں گے — آپ
جب نازل ہوں گے تو آپ کے لیے مرتبہ کشف بھی ہوگا اور الہام بھی جیسا کہ یہ
مقام امت کے اولیاء اللہ کے لیے ہے — الہام میں یہ بات خیال میں نہیں آتی
کہ یہ الٰہی خبر نہیں ہے الہام کا سرچشمہ بھی تو وحی کی ذات ہے

دیکھیے یہاں کس صراحت سے اس امت کے لیے مسدود وحی بند بتلایا گیا ہے۔ اگر حضور کے بعد کسی قسم
کی کوئی وحی جاری ہوتی تو شیخ اکبر ابن عربی اس کے بیان اس طرح مطلقاً بند ہونے کو بیان نہ کرتے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی آمد ثانی پر اگر کوئی وحی اترے تو وہ الہام کے معنی میں ہوگی وحی اصطلاحی نہ ہوگی جو
صرف نبیوں پر آتی ہے وہ نئی شریعت کے ساتھ ہو یا پہلی شریعت کے ساتھ — وحی آخر وحی ہے کسی
قسم کی ہو اور اب یہ مسدود وحی ابن عربی کے ہاں قیامت تک کے لیے مسدود ہے۔ وحی کے یہ دو قسم
پیرائے ہم ابن عربی کے الفاظ میں پہلے نقل کر آئے ہیں۔

سواء وافق بها شرعنا او خالف۔[1]

ترجمہ۔ وحی شریعت ہے ہماری شریعت کے مطابق ہو یا اس سے مختلف۔

ابن عربی اسی عبارت کے بعد لکھتے ہیں۔

(۴) وإنما في غير زماننا قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكن محجوبا
ولذلك قال العبد الصالح لم حصر وما فعلته عن امري فان زمانه اعطى
ذلك وهو على شريعة من ربه . وكذلك عيسى عليه السلام اذا
نزل فلو حكم فينا الا بسنتنا عرفه الحق به على طريق التعريف لا على
طريق النبوة وان كان نبيا فتحفظوا شواما من فوائد هذا الموطن

---

[1] فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۹۰

فجزء الاسم فقد ذهب وبقيت حيث وقف صلى الله عليه وسلم عند ما قال
وما اطلق وما عبر فيكون على بقية من امرها ؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ سچا خواب اجزائے نبوت میں سے
ایک جزو ہے تو لوگوں کے واسطے نبوت میں سے صرف یہ جزو رؤیا وغیرہ
باقی رہ گئے ہیں لیکن اس کے باوجود نبوت کا لفظ اور کسی پر بولا نہیں جا
سکتا یعنی نبوت میں ایک خاص وصف معین ہونے کی وجہ سے اس نام یعنی
نبی کی بندش کر دی گئی ہے اور ہمیں توجہ ہے کہ یہ وصف خاص نہیں بچے مبشرات
اور سچے خواب سے نہیں روکا گیا۔ اگرچہ اس پر لفظ نبی نہ بولا جائے گا۔ ہم ادب
کے پہلو سے بات کرتے ہیں اور وہیں ٹھہرتے ہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ٹھہرے بعد اس کے کہ ہم نے جان لیا جو آپ نے فرمایا کہ جس چیز کو باقی رکھا اور
کس کو بند کیا۔ اس طرح ہم اپنے معاملہ میں ایک واضح راہ پر رہ گئے۔

یہاں جس چیز کو نبوت کہا گیا ہے وہ نبوت نہیں نبوت کا فقط جزو ہیں۔ امت میں یہ نبوت
جاری و ساری ہے لیکن اس سے اس کا حامل نبی نہیں کہلاتا۔ اب اس لفظ (نبی) کا کسی پر آنا بند
ہے نہ اس نبوت کا کوئی قانونی وزن ہے جس نبوت کا قانونی وزن تھا وہیں وہی ہے جو نبی مان
کر بنی جائے کسی نئی شریعت کے ساتھ ہو یا کسی پہلی شریعت کے ساتھ ——— اور ظاہر ہے کہ جس نبوت
میں تشریعی (قانونی وزن) ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے

یوں سمجھئے کہ وہ نبوت جو اس امت میں جاری و ساری ہے اور جسے خواب جنہیں حدیث
میں مبشرات کہا گیا ہے، وہ ولایت اور نبوت کے مابین ایک بنیادی وسیلہ ہے۔ اس نبوت اور جس

۱؎ فتوحات مکیہ جلد ۱ ص۵۲۸

نبوت کا قانونی درجہ ہو۔ یہ دو مختلف علیحدہ حقیقتیں ہیں پہلے اسی کو نبوت کہا گیا ہے جو قانونی درجے میں ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہوا۔ اور ان صوفیہ کے ہاں نبوت کی ایک اور قسم ہے جس کا قانونی درجہ نہیں۔ ذرا سے ماننا کسی پر لازم کیا گیا ہے اور اسے نبوت کہنے پر بھی سب علماء کا اتفاق نہیں اسے یہ حقیقت میں نبوت سے ایک نیچے کا مقام ہے۔ فتوحات کے باب ۷۵ میں دیکھیں :-

بین الولایة والنبوة برزخ   فیه النبوة حکمها لا یجهل

لکنها قسمان ان حققتها   قسم بتشریع وذالک الاول

عند الجمیع وثم قسم آخر   مافیه تشریع وذالک الانزل

یہ دوسری قسم جو اپنے حامل کو نبی نہیں بناتی بلکہ یہ ایک مقام عمل ہے جو کہ بعض افراد میں بھی پایا امتیوں میں ظاہر ہوتی ہے مولانا روم کے اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے ؎

فکر کن در راہ نیکو خدمتی   تا نبوت یابی اندر امتی

ان حضرات کی اس تعبیر کو صرف اشارے ہی سمجھنا اور ان کے ان تفصیلی بیانات کو جو انہوں نے اس موضوع پر دیئے کہ حضور خاتم النبیین کے بعد اب کوئی ایسا نبی آ سکتا ہے جو پہلی شریعت کا پابند ہو اور وہ جو اس شریعت کے ساتھ پہلے یکسر نظر انداز کرنا یہ وہ راہ دجل ہے جو قادیانی مبلغین نے ان حضرات کو اپنا ہمنوا ظاہر کرنے میں اختیار کر رکھی ہے اور یہ سراسر غلط ہے۔

شیخ اکبر ابن عربی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مطلق انقطاع نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو اس پر تنبیہ فرمائی کہ یہ وہ نبوت و رسالت ہے جس کا حامل نبی اور رسول کہلا سکے۔ یہ حضور پر ختم ہو چکی۔ آپ نے یہ دفاعی تجزیہ بھی ساتھ فرما دیا :-

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا نبی ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قالوا وما المبشرات قال رؤیا المسلمین جزء من اجزاء النبوة[1]

ترجمہ: بے شک نبوت اور رسالت منقطع ہو چکا۔ اب میرے بعد کوئی نبی اور

---

[1] فتح الباری جلد [illegible] ص [illegible] و جامع الترمذی جلد [illegible] ص

دیجے سکے گا ہاں مبشرات باقی ہیں صحابہؓ نے پوچھا مبشرات کیا ہیں تو آپ نے فرمایا مسلمانوں کے سچے خواب نبوت کا ایک جزو ہیں۔

(٩) شیخ ابن عربی لکھتے ہیں۔

ولقيت النبوة بمعقول وانه على هذا الذي ذكرناه الا انه لا يطلق على نفسه من ذلك اسما كما اطلق في الولاية فسمى نفسه وليا وما سمى نفسه نبيا مع كونه اخبرنا وسمع دعاءنا واخبرنا من الوجهين بهذه المثابة ولهذا قال صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت وما انقطعت الا من وجه خاص انقطع منها اسم النبي صلى الله عليه وسلم والرسول ولذلك قال فلا رسول بعدي ولا نبي ثم ابقى منها المبشرات وابقى منها حكم المجتهدين وازال عنهم الاسم واثبت الحكم وامرهم لا يطلق بالحكم الالهي ان يسأل اهل الذكر فيفتونه بما اداه اليه اجتهادهم ..... واشكل في هذه الامة شرع حكم بما هو عند الله مع علمنا انهم دون مرتبة الرسل المرسلين عند الله في النبوة والرسالة من حيث عينها وحكمها ما نسخت وانما انقطع الوحي الخاص بالرسول والنبي من نزول الملك على اذنه وقلبه وتحجير لفظ اسم النبي والرسول فلا يقال في المجتهد انه نبي ولا رسول۔[١]

ترجمہ: نبوت اس چیز سے تو اُٹھ گئی نہیں جو ہم نے ذکر کی ہے ہاں اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے لیے کوئی نام نہیں لیا جیسا کہ اس نے ولایت سے اپنا نام ولی رکھا اور اپنے آپ کو ولی کہا اور اپنے کو نبی نہیں کہا۔ حالانکہ اس نے ہمیں خبریں بھی دیں اور ہماری دعائیں بھی سنیں، نبوت خبریں دینا اور خبریں لینا ہی تو ہے۔ بایں ہمہ اس

١۔ الفتوحات ۔ جلد ۲ ص ۲۵۲

لیے اسے قطعی اختتام پذیر فرمایا) پس یہ نبوت دونوں پہلوؤں سے اسی وجہ

بند ہے کہ اس کا حامل نبی نہیں ہو سکتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا

کہ رسالت اور نبوت والے کا سلسلہ منقطع ہے اور یہ منقطع نہیں ہوا مگر خاص اسی

جہت سے کہ اب اس کا پانے والا نبی اور رسول کا نام نہیں پا سکتا (اس بات

کو کھولنے کے لیے) آپ نے اس اعلان کے بعد فرمایا۔ فلا رسول بعدی ولا

نبی --- پھر آپ نے نبوت سے صرف مبشرات کو باقی رکھا اور مجتہدین کے استنباط

کو بھی باقی رکھا اور ان پر (مجتہدین پر) اسم نبی منع نے دیا اور ان کے استنباط

کردہ احکام کے ذریعہ نبوت کو باقی رکھا اور جس شخص کو کسی مسئلہ میں حکم نبی

کا پتہ نہ ہو اسے کہنے کہ وہ اہل ذکر سے پوچھے وہ اسے اپنے اجتہاد سے (حکم

شریعت کا) فتویٰ دیں ۔۔۔ اور اس امت میں ان میں سے ہر ایک جنہیں مبشرات

ملیں یا استنباط کردہ مسائل (ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت مقررہ

ہیں) باوجودیکہ ہمیں علم ہے کہ ان اولیاء اللہ اور مجتہدین کا مقام رسولوں کے مرتبہ

سے نیچے ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے پس نبوت اور رسالت

اپنے سر چشمہ اور حکم کے اعتبار سے منقطع نہیں صرف وہ وحی منقطع ہوئی ہے جو

نبی اور رسول سے خاص ہوتی ہے جس میں اس کے کانوں اور دل پر فرشتہ اترتا

ہے۔ نبی اور رسول کا نام اب ہر ایک سے روک دیا گیا ہر مجتہد کے بارے میں

(باوجودیکہ اس سے شریعت کا حکم ملتا ہے) نبی اور رسول کا لفظ نہیں بولا جا سکتا۔

کیا اس چشمہ جاری کا نام نبوت رکھا جا سکتا ہے

جب یہ قسم نبوت جس کے حامل کو نبی نہیں کہا جا سکتا اس امت میں جاری و ساری ہے

لہ الفتوحات جلد ۲ صفحہ [illegible]

جو اس درجہ نبوت کو بخصف من الصلت کے طور پر قیامت تک لیتے رہیں گے یہاں ان کی نسبت زیادہ فاصلے پر آ گئی جائے گی — لیکن جو اولیائے کرام یہاں وہ اسے اللہ تعالیٰ سے پا لیتے ہیں۔ اسی طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو خود خدا نے آپ سے لے لیا اور ان اولیاء کو وہ دولت پہنچادی سو وہ اولیاء کرام بھی اتباع الرسل ٹھہرے لیکن ان کی نسبت اب منقطع ہو چکی۔

ابن عربی کے ہاں نبوت اور رسالت دونوں سلسلے بند

④ وباب النبوة قد سد كما سد باب الرسالة اعني نبوة التشريع وما بقي جاميد بنا الا الوراثة الى يوم القيمة يقول رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي[1]

ترجمہ۔ آپ نے نبوت کے دروازے کو بھی بند کیا جیسا کہ رسالت کے دروازے کو — اس سے مراد قانونی درجے کی نبوت ہے اور ہمارے ہاتھ لیے ہوئے سلسلہ وراثت کے جو قیامت تک رہے اور کچھ نہیں۔ آنحضرت فرماتے ہیں رسالت اور نبوت دونوں سلسلے بند ہو چکے اب میرے بعد کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔

یہاں پر نبوت تشریع کی اصطلاح یاد رکھیں۔ شیخ ابن عربی کے ہاں یہ نبوت ولایت کے مقابلے کا لفظ ہے۔ نبوت ولایت اور نبوت شرائع دو متقابل اصطلاحیں ہیں۔ نبوت ولایت کے حامل کو نبی کہا جا سکتا ہے۔ حضور کے بعد کسی آنے والے کے لیے لفظ نبی وارد ہوا ہے تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے — کسی نئے پیدا ہونے والے کے لیے اس لفظ کو روک دیا گیا ہے۔ شیخ ابن عربی لکھتے ہیں۔

---

[1] الفتوحات جلد ۲ صفحہ ۱۲۴

لا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا وھو راجع الیہ کعیسیٰ اذا نزل۔

حضرت عیسیٰ بھی اگرچہ نبی ہیں مگر وہ یہاں کبھی دیکھے بھی گئے ہوں تو وہ یہاں نماز حضورؐ کے طریقہ پر ہی پڑھیں گے نبوت یا رسالت اب کسی نئے آنے والے کے لیے نہیں یہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا۔

شیخ ابن عربی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

(۸) فهذا الحديث من اشد ما جرعت الاولياء مرارته فانه قاطع للوصلة بين الانسان وبين عبوديته ... فابقى علينا اسم الولي وهو من اسمائه سبحانه وكان هذا الاسم قد نزعه من رسوله وخلع عليه اسم العبد والرسول ولا يليق بالله ان يسمى نفسه بالرسول .... ولما علم رسول الله صلى الله عليه وسلم ان في امته من يجرع مثل هذا الكاس وعلم ما يطرأ عليهم في ذوقهم من الالم لذلك رحمهم فجعل لهم نصيبا ليكونوا بذلك عبيدا لعبيد فقال للصحابة ليبلغ الشاهد الغائب فامرهم بالتبليغ فينطلق عليهم اسم الرسل التي هي مخصوصة بالعبيد .... فالصحابة اذا نقلوا الوحي على لفظه فهم رسل رسول الله والتابعون رسل الصحابة وهكذا الامر جيلا بعد جيل الى يوم القيمة۔

ترجمہ: پس یہ حدیث ان گھونٹوں میں بہت سخت ہے جن کی تلخی اولیاء ماسبق نے محسوس کی یہ اس وصل کو توڑنے والی ہے جو انسان اور اس کی عبودیت میں قائم تھا ... پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ولی کا نام باقی رکھا اور وہ نام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ نام آپ سے یعنی رسول

ہ الفتوحات جلد ۲ صفحہ ۱۸۵

سے لے لیا اور اس پر نبوت اور رسالت کے اسماء اتار دیئے اور اللہ کی
شان کے خلاف نہیں کہ وہ اپنے آپ کو رسول کہے (مگر اپنے آپ کو وہ ولی
کہتا ہے) اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ آپ کی امت میں جو اس
پیالے کے کڑوے گھونٹ پئیں گے تو آپ نے جان لیا کہ ان کے دلوں پہ
اس دعوے کیا گزرے گی تو آپ کے دل میں ان کے لیے نرمی پیدا ہوئی پس
آپ نے ان کے لیے نبوت میں سے ایک حصہ ٹھہرایا تاکہ وہ آپ کی امت کے
اولیاء میں اس سے چند دن کے بندے ہو جائیں. آپ نے صحابہؓ کو کہہ دیا کہ جو
حاضر ہے وہ میری یہ بات ان تک پہنچا دے جو مجھ سے غائب ہیں. یعنی آپ
نے تبلیغ پہ مامور فرمایا تاکہ ان پر رسولوں کا نام آسکے جو اس کے ان بندوں کے
لیے خاص تھا.... سو صحابہؓ جب اس وحی خاتم النبیین کو بلفظہ نقل کریں تو وہ رسول
رسول اللہ (حضورؐ) کے رسول ہوئے اور تابعین کرام صحابہؓ کے رسول ٹھہرے اور
اس طرح اسلام کا یہ امر قیامت تک طبقہ بطبقہ چلتا رہے گا.

(۱) پھر آگے فتوحات کی تیسری جلد میں لکھتے ہیں۔

ولهذا لم يكشف رسول الله بانقطاع الرسالة فقط لئلا يتوهم ان النبوة
باقية في الامة فقال عليه السلام ان النبوة والرسالة قد انقطعت
فلا نبي بعدي ولا رسول فما بقي احد من خلق الله من يأمره الله بأمر
يكون شرعا يتعبد به فانه ان امره بفرض كان الشارع قد امره به فالآمر
الشارع وذلك وهم منه وادعاء نبوة قد انقطعت. ؎

ترجمہ. اس لیے حضورؐ نے صرف انقطاع رسالت کے اعلان پہ اکتفا نہیں کی تا کہیں
یہ وہم نہ گزرے کہ نبوت کا منصب امت میں باقی ہے. آنحضرتؐ نے فرمایا نبوت

؎ الفتوحات جلد ۳ صفحہ [illegible]

اور رسالت دونوں منقطع ہیں۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہو گا نہ کوئی رسول آئے گا۔ اب انسانوں میں کوئی شخص ایسا نہ ہو گا جسے اللہ تعالیٰ کسی کام کا حکم دے اور وہ کام اس کے لیے ضروری ٹھہرے وہ اگر کسی فرض کی تلقین کرے گا تو شارع علیہ السلام اسے پہلے ہی اس کا امر کر چکے ہیں۔ سو یہ امر کرنا تو شارع کا حق ہے اور کوئی اسے خدا کی طرف سے کہے تو یہ ایک وہم ہے اور اس چیز کا دعویٰ ہے جو منقطع ہو چکی۔

شیخ اکبر ابن عربی کا مکاشفہ

(۱۰) شیخ اکبر ابن عربی لکھتے ہیں۔

"میں اپنے دور کے واصلین کے ساتھ باب النبی پر پہنچا تو میں نے اسے کھلا پایا اس پر کوئی دربان یا پہرے دار نہ تھا میں وہاں ٹھہرا تاکہ میں وراثت نبوی کی نعمت پاؤں ـــــ اور میں نے ایک نگنہ چبوترہ سا دیکھا میں نے اس پر دستک دینے کا ارادہ کیا مجھے آواز آئی بس یہ وہ ہے جس کے دستک دینے کا نہیں۔ پوچھا یہ چبوترہ یہاں کیوں رکھا گیا ہے۔ اس پر مجھے بتایا گیا۔"

ھذہ الخوخۃ التی اختص بھا الانبیاء والرسل علیھم السلام ولما اکمل الدین اصلقت ومن ھذا الباب کانت تخلع علی الانبیاء ۔ خلع انفراکم[1]

ترجمہ: یہ وہ خوخہ ہے جو انبیاء و رسل کے لیے ہی خاص رہا ہے جب دین مکمل ہو گیا تو اسے بند کر دیا گیا اسی دروازے سے انبیاء کو خلعتیں ملا کرتی تھیں

پھر میں نے اس دروازے پر غور کی نگاہ کی ـــــ میں نے اسے ایک وجود شفاف دیکھا ـــــ جس میں سے پیچھے تک کا نظارہ موجود تھا ـــــ میں نے اس کشف کی وہ جشنِ فہم پایا جس سے شرائع کے

---

[1] فتوحات ج ۳ ص ۱۳۶

وراثت اور ائمہ مجتہدین اپنا حصہ پاتے ہیں یا پس اسی کھڑکی پر بیٹھ گیا اور جو کچھ اس دروازے کے پیچھے تھا اسے دیکھتا رہا پھر اس کے پیچھے سے معلومات کی صورتیں برسنے لگیں ہیں روشن ہو گئیں جیسی کہ وہ ہیں۔ یہ فتوحات کا وہ سرچشمہ ہے جسے علماء اپنے باطن میں کھلا محسوس کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے ہوتے کہ کہاں سے ان پر یہ فتوحات آرہی ہیں مگر یہ کہ بذریعہ کشف وہ جان لیں جیسا کہ ہم نے جان لیا۔

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

(11) فالنبوة العامة لا تشريع معها والنبوة الخاصة التي بابها تلك الخوخة هي نبوة الشرائع فبابها مغلق والعلم بما فيه متحقق فلا رسول ولا نبي فشكرت الله على ما منحني من العلم في السر والعلن فلما انفلت من الباب الاول الذي يصل اليه الا الكون الذي منه تخرج اخلاق البشر رأيت منه شكر الشاكرين كالصور التي تجلت لنا خلف الخوخة فكان محمد صلى الله عليه وسلم حين سابقة النبوة البشرية لقوله معرفا اذا انا كنت نبيا وآدم بين الماء والطين وهو عين ختم النبيين

ترجمہ: پس نبوت عامہ جس میں کوئی تشریع نہیں اور نبوت خاصہ جس کا دروازہ وہ کھڑکی تھی یہ نبوت شرائع ہے (وہ پہلی شریعت کے ساتھ یا نئی شریعت کے ساتھ) سو اس کا دروازہ بند ہو چکا اور اس باب میں جو کچھ ہے وہ علم حقیقت بن چکا۔ پس اب نہ کوئی رسول ہے نہ نبی دونوں کا سلسلہ منقطع ہوا، بعد ازیں میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جیسا کہ شاکرین شکر کرتے آئے کہ اس نے ظاہر اور باطن میں مجھ پر کیا کیا احسانات فرمائے۔ اس پہلے دروازے سے جب میں آیا جس کی طرف سالک پہنچتے ہیں اس سے میں نے دیکھا کہ راہ سلوک کے مسافروں پر تجلیات اتر رہی ہیں اور یہ اسی طرح کی صورتیں تھیں جو میں نے اس کھڑکی کے پیچھے دیکھی تھیں۔ پس حضرت

۱۔ فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۳

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس نبوت بشریہ کا صفت لے جانے والا چشمہ ہیں جیسا
کہ آپ نے ہم سے اپنا تعارف کرایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم کا جسم
ابھی پانی اور مٹی میں تھا اور آپ کا وہ وجود ختم نبوت کا سرچشمہ ہے۔

شیخ اکبر نے حضور کے اس وجود باجود کو جو آپ کے خلعت بشری پہننے سے پہلے کا ہے ختم نبوت
کا سرچشمہ قرار دیا ہے ختم نبوت مرتبی کے اس سرچشمہ سے نبوت کی نہریں بہتی رہیں اور انبیاء کرام اپنے
اپنے وقت میں تشریف لاتے رہے یہاں تک کہ حضور کی رسالت نے خلعت بشری پہنی اور آپ
زمانا سب سے آخر میں تشریف لائے اب آپ کو جو خاتم النبیین کہا گیا ہے وہ اس نبوت زمانی کے
اعتبار سے ہے اور اسی کو اسلام کا وہ عقیدہ ختم نبوت سمجھا جاتا ہے جو ضروریات دین میں شمار کیا
گیا ہے۔

(۱۴) آپ اپنی دوسری کتاب فصوص الحکم میں اپنے اس عقیدہ کو یوں پیش کرتے ہیں:۔

حقیقت نبوت آپ سے ہی شروع ہوئی اور آپ پر ہی ختم ہوئی آپ نبی تھے اور
آدم جب آب و گل میں تھے پھر اپنی نشاۃ بشری اور خلعت عنصری کے لحاظ سے آپ
خاتم النبیین ہیں (کہ سب سے آخر تشریف لائے)۔[1]

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) نے اپنے عقیدہ ختم نبوت کی جو وضاحت کی ہے اس کا
حاصل یہ ہے کہ حضور کی نبوت کے فیضان سے اس امت میں کمالات نبوت باقی ہیں مبشرات (سچے خواب)
بھی کمالات نبوت میں سے ہیں اور محفوظ الہامات بھی کمالات نبوت میں سے ہیں شریعت کے نصوص فی
سے اجتہاد و استنباط سے نئے نئے مسئلوں کی دریافت اور شریعت محمدیہ کی جہانگیری یہ بھی کمالات
نبوت میں سے ہے۔ جو ائمہ مجتہدین پر آتے رہے ہاں صرف نبی ان میں سے کسی پر نہ آئے گا نہ سچے خواب
دیکھنے والوں کے لیے نہ کشف کے کاملین کے لیے اور نہ ائمہ مجتہدین کے لیے۔ اس امت سے یہ لفظ
اب ہمیشہ کے لیے روک دیا گیا ہے۔

---

[1] فصوص الحکم فص حکمت فردیہ فی کلمۃ محمدیہ ص ۲۱۴

(۱۲) پھر ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

کمن یوحی الیہ فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیاً فتفطن لعموم رحمۃ اللہ فما تطلق النبوۃ الا لمن اتصف بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوۃ التی حجرت علینا وانقطعت فان من [illegible] بالوحی الملکی فی التشریع وذلک لا یکون الا لنبی خاصۃ۔[1]

ترجمہ۔ جیسے کسی کو بابت مبشرات کی وحی کی جائے اور وہ مبشرات اجزائے نبوت میں سے ہیں اگرچہ صاحب مبشرہ نبی نہیں ہو جاتا۔ پس رحمت الٰہیہ کے عموم کو سمجھ تو نبوت کا اطلاق اسی پر ہو سکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے متصف ہو۔ وہی نبی ہے اور وہی نبوت ہے جو ہم سے روک دی گئی ہے اور منقطع ہو چکی ہے کیونکہ نبوت کے اجزا میں سے تشریع بھی ہے جو وحی ملکی سے ہوتی ہے اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔

ان عبارات سے واضح ہوا کہ شیخ نے کمالات نبوت اور مبشرات کو نبوت بغیر تشریع قرار دیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے انہیں نبوت نہیں کہا۔ یعنی جو نبوت بغیر تشریع ہو وہ نبوت نہیں کہلاتی۔ بلکہ نبوت کا اطلاق اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب تمام اجزائے نبوت جن میں تشریع بھی داخل ہے (فان من جملتہا التشریع) کسی میں موجود ہوں۔ پس کامل نبوت باقی نہیں۔

---

[1] فتوحات جلد ۲ صفحہ ۲۵ عن انس رضی اللہ عنہ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا نبی ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات قالوا وما المبشرات قال رؤیا المسلم جزء من اجزاء النبوۃ۔ (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۳) پس مبشرات سے مراد مومنوں کے سچے خواب ہیں

سے وصح فی الحدیث انہ من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ

(فتوحات جلد ۲ صفحہ ۴۹۵)

www.sirat-e-mustaqeem.com

صرف بعض اجزائے نبوت باقی ہیں جنہیں نہ شرعاً نبوت کہا جا سکتا ہے نہ عرفاً جیسے مبشرات یا رویائے صالحہ جو نبوت کا جزء ہے اسے نبوت کہنا حماقت اور پاگل پن ہے خصوصاً جب کہ شیخ اکبر کی اپنی اصطلاح یہ ہے کہ جب تک جزو تشریع ساتھ نہ ہو اس وقت تک نبوت کا اطلاق جائز نہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ[1]

پس اگر غیر تشریعی نبوت کو باقی بھی کہا جائے تو اس کا معنی یہی ہوگا کہ سچے خواب اور مبشرات باقی ہیں جو نہ نبوت کہلا سکتی ہیں اور نہ ان کا صاحب نبی کہلا سکتا ہے کیونکہ حضورؐ پر نبوت ختم ہونے سے یہ نام یعنی نبی رسول ہٹا دیا گیا پھر شیخ اکبرؒ فتوحات میں تشہد کی بحث میں لکھتے ہیں:-

(۴) اعلموا ان اللہ تعالیٰ قد سد باب الرسالات من کل مخلوق بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم القیمۃ۔

ترجمہ: تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے لیے ہر شخص سے باب رسالت بند کر دیا۔

(۵) پھر فتوحات کے چودھویں باب میں لکھا ہے:-

اعلموا ان اللہ تعالیٰ قد ختم ظہور الاولیاء بانقطاع النبوۃ والرسالۃ بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم وذالک لفقدھم الوحی الربانی الذی ھو قوت ارواحھم[2]

ترجمہ: تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت منقطع فرما کر اولیاء اللہ کی کمر توڑ دی ہیں اور وہ اس طرح کہ وحی خداوندی جو اُن کی روحانی خوراک ہو سکے مفقود کر دی گئی ہے۔

(۶) پھر فتوحات کے باب ۲۳ میں لکھتے ہیں:-

---

[1] فتوحات جلد ۲ ص ۴۹۹ [2] الیواقیت جلد ۲ ص ۳۷ [3] ایضاً جلد ۲ ص ۳

لما أغلق الله باب الرسالة بعد محمد صلى الله عليه وسلم تحرقت

الأولياء مرارته لانقطاع الوحي [١]

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے۔

فرحمهم الحق بأن أبقى عليهم اسم الولي۔ [٢]

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باب رسالت کو بند کر دیا تو انقطاع وحی کے غم میں اولیاء اللہ تعالیٰ کے کلیجے پھٹنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ولی کے نام کو اُن کے لیے باقی رکھ لیا۔

(14) واعلم أن الملك يأتي النبي بالوحي على حالين تارة ينزل بالوحي على قلبه وتارة يأتيه في صورة جسدية من خارج فيلقي ما جاء به إلى ذلك النبي على أذنه فيسمعه أو يلقيه على بصره فيبصره فيحصل له من النظر مثل ما يحصل له من السمع سواء وقال رأى الشيخ الأكبر أن هذا الباب أغلق بعد موت محمد صلى الله عليه وسلم فلا يفتح لأحد إلى يوم القيامة لكن بقي للأولياء وحي الإلهام الذي لا تشريع فيه [٣]

یعنی جاننا چاہیے کہ نبی کے پاس وحی دو طرح سے آتی ہے کبھی تو فرشتہ وحی لے کر نبی کے دل پر اترتا ہے اور کبھی جسدی صورت میں خارج سے وحی لے کر آتا ہے اور اس وحی کو اس کے کانوں پر یا اس کی آنکھوں پر القا کر دیتا ہے جسے وہ پیغمبر خود سنتا یا خود دیکھتا ہے شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول کا یہ دروازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بند کر دیا گیا ہے پس اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لیے نہیں کھل سکتا لیکن اولیاء کرام کے لیے وحی الہام کا القا جس میں کوئی دینی احکام نہیں ہوتے رہ گیا ہے

---

١ الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۳۸ للشعرانی ٢ ایضاً صفحہ ۳۸ ٣ ایضاً صفحہ ۳۸

(۱۸) لا نبی بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا وھو راجع فی کیفی اقاول۔

ترجمہ: حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا مگر یہ کہ وہ آپ کی نبوت کے تحت آئے گا جیسے حضرت عیسیٰؑ جب آئیں گے اپنی بات کو ان چھوڑ دے جو پہلے اپنی بات علیحدہ رکھتا ہو اور اب چھوڑ دے۔

سو شیخ اکبر ابن العربی کا عقیدہ ختم نبوت بھی وہی ہے جو جمہور امت کا ہے کہ حضورؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اور جو اس کا مدعی ہو خواہ وہ کسی مدعی موافق شریعت محمدیہ ہی کیوں نہ ہو وہ جھوٹا مدعی نبوت ہے۔ (کما نقل عنہ شیخ الاسلام العلامۃ العثمانی فی الفتح ص۔ من المجلد الاول)

حضرت عیسیٰ کی حیثیت ان کی آمد ثانی پر

سابقہ تاریخ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو ان کی آمد ثانی پر نبی کہا جا سکے گا لیکن ان کی اس نبوت کی کہیں دعوت ہوگی اور نہ آپ کی اس نبوت سابقہ کے مطابق کوئی عمل ہوگا حتی کہ آپ خود بھی اپنی اس پہلی شریعت پر عمل نہ کریں گے۔ یہ اس لیے کہ اب یہ دور دور محمدی ہے۔ اب نیا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور پہلا کوئی آ جائے تو وہ اپنی نبوت پر عمل پیرا نہ ہوگا۔

عقیدہ ختم نبوت کے دو پہلو ہیں۔ ۱۔ نیا کوئی نبی پیدا نہ ہو اور ۲۔ پہلا کوئی نبی آ جائے تو وہ اپنی شریعت پر عمل نہ کر سکے حضورؐ کی شریعت کے ماتحت رہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے خاتم النبیین (فارسی) میں اسی کو عقیدہ ختم نبوت قرار دیا ہے۔

قادیانی لوگ شیخ اکبر ابن عربی کا نام محض اپنے دجل و فریب کے طور پر اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں ورنہ شیخ اکبر کی ان عبارات میں جو ہم نے بیان کی ہیں قادیانیوں کے لیے کوئی قدم دھرنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔

حضرت امام عبد الوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت علامہ شعرانیؒ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ کے شاگرد ہیں اور ان کی بیشتر تصنیف الیواقیت والجواہر زیادہ تر حضرت شیخ کے فیوضات پر ہی مبنی ہے۔ چنانچہ شیخ کی کئی عبارات ہم نے الیواقیت والجواہر کی نقل سے پیش کی ہیں۔ بناءً علیہ ان کے عقیدہ ختم نبوت پر علیحدہ تبصرہ ضروری نہ تھا۔ لیکن چونکہ بعض اہل دجل و باطل اسے مستقل عنوان کے ماتحت پیش کرتے ہیں اس لیے چند تصریحات اس عنوان سے بھی پیش کی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان کا منبع فیض بھی حضرت شیخ اکبر ہی کا ہے۔

(۱) من قال ان الله تعالیٰ امرہ بشیء فلیس ذلک بصحیح انما ذلک تلبیس لان الامر من قسم الکلام وصفته وذلک باب مسدود دون الناس[۱]

ترجمہ: جو شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بات کا حکم دیا ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ شیطانی فریب ہے کیونکہ حکم قسم کلام سے ہے اور اس کی ایک صفت ہے اور یہ دروازہ لوگوں کے لیے بند ہو چکا ہے۔

(۲) اعلم ان الوحی لا ینزل به الملک علی غیر قلب نبی اصلا ولا یامر غیر نبی بامر الٰہی جملة واحدة فان الشریعة قد استقرت وتبین الفرض والواجب والمندوب والحرام والمکروہ والمباح فانقطع الامر الالٰہی بانقطاع النبوة والرسالة ومابقی احد من خلق الله تعالیٰ یامرہ الله بامر یکون شرعا یتعبد به ابدا۔[۲]

ترجمہ: اور تم جان لو کہ فرشتہ وحی لے کر اس دل پر نہیں اترتا جو نبی نہیں اور نہ ہی غیر نبی کو کسی امر الٰہی کے لیے ایک جملہ بھی کہتا ہے کیونکہ شریعت قائم ہو چکی

---

[۱] الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۳۸ [۲] دیکھیے الفتوحات جلد ۳ صفحہ ۲۸

اور فرض و واجب و مستحب و حرام و مکروہ و مباح سب واضح ہو چکے پس نبوت اور رسالت کے ختم ہونے کے ساتھ امر الٰہی منقطع ہو چکا اور مخلوق خداوندی میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جسے اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کا حکم دے جسے شرعی طور پر ہمیشہ کے لیے ماننا ضروری ہو۔

اس عبارت میں یامرہ اللہ بامر سے مراد کوئی نیا حکم دینا نہیں یہاں امر کلام کرنے کے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بات کرے جس بات کو شرعی حیثیت حاصل ہو ورنہ الہام بے شک خدا کا کلام ہے جو وہ کاملین سے فرماتا ہے مگر اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہوتی یعنی وہ تمام لوگوں کے لیے حجت نہیں ہے۔ علامہ شعرانی کی کتاب الیواقیت پر غور فرمائیں اس میں لأن الأمر من قسم الکلام کے الفاظ صاف طور پر موجود ہیں۔ اس میں یہ مطلب پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر علامہ کا یہ عقیدہ تشریعی نبوت کا ختم ہوتا تو آپ یہاں فرماتے لأن الأمر من قسم الشرع

آپ لکھتے ہیں لأن الأمر من قسم الکلام وصفته معلوم ہوا کہ حضرت کی مراد ایسے مخاطبۂ الٰہیہ کا انکار ہے جس کی امت میں کوئی قانونی حیثیت ہو اور اس کو ماننے کے لیے کسی دوسرے کو مجبور کیا جا سکے ظاہر ہے کہ یہ مقام صرف نبوت کا ہے علامہ شعرانی کے عقیدۂ ختم نبوت کو سمجھنے کے لیے آپ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں۔

یتعبد به ابدا میں بھی اس کلام کو ہمیشہ کے لیے قانونی حیثیت دینا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقام صرف نبی کی بات کا ہو سکتا ہے۔ وہ نئی شریعت لائے یا پہلی شریعت کا ہی ذکر کرے۔ اس کی بات ہر صورت میں ایک قانونی درجہ رکھتی ہے اور یہ باب نبوت ختم نبوت کے بعد ہمیشہ کے لیے مسدود ہے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں ان ذالک باب مسدود دون الناس

ان سات بزرگوں کی طرف سے ہم نے ان کی اپنی عبارت سے ان کی صفائی دے دی۔ اب بھی کسی کو ان میں سے کسی بزرگ کی کوئی عبارت مشتبہ نظر آئے تو اسے ان کی ان دوسری عبارات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے یہی دیانت کی ایک راہ ہے ودونه خرط القتاد۔

آپ حیران نہ ہوں کہ ایسی واضح تصریحات اور باطل شکن عبارات کے ہوتے ہوئے قادیانیوں کو ان آئمہ دین پر اس افترا پردازی اور بہتان تراشی کی کیسے جرأت ہوئی اس لیے کہ تاجدار ختم نبوت نے اپنے بعد کے ہر مدعی نبوت کو کذاب کے علاوہ دجال سے بھی ذکر فرمایا ہے اور دجال کا کام یہی ہے کہ دھوکہ و فریب میں آخری بازی لگا دے۔ حضور تاجدار ختم نبوت نے ارشاد فرمایا۔

لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريبا من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله. (الحديث)[1]

ترجمہ۔ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب ایسے دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں جو اپنے آپ کو خدا کا رسول کہیں گے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی تفہیم یوں فرماتے ہیں۔

وليس المراد بالحديث من ادعى النبوة مطلقا فانهم لا يحصون كثرة لكون غالبهم ينشأ لهم ذلك عن جنون او سوداء وانما المراد من قامت له شوكة.[2]

ترجمہ۔ اس حدیث سے مراد مطلق ہر مدعی نبوت نہیں اس لیے کہ آپ کے بعد مدعی نبوت تو بے شمار ہوئے کیونکہ بے بنیاد دعوی عموماً جنون یا سوداء سے ہی پیدا ہوتے ہیں بلکہ یہاں وہ مدعیان نبوت مراد ہیں جن کو شوکت و عروج بھی حاصل ہو۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۹ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۷ [2] فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۷۶

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوئے۔

① بعض مرزائی مسلم عوام کی تاریخی ناواقفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس حدیث کا جواب یہ دیا کرتے ہیں کہ وہ تیس مدعیان نبوت مرزا غلام احمد سے پہلے گزر چکے ہیں پس یہ ان تیس میں داخل نہیں، جواب الجواب یہ ہے کہ تیس کل مدعیان نبوت کی تعداد نہیں بلکہ ان مدعیان نبوت کی تعداد ہے جن کو شوکت وعروج حاصل ہوگا۔

باقی رہا یہ امر کہ جھوٹے مدعی نبوت کو شوکت وعزت کیسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ سو معلوم ہے کہ قرآن پاک کی رو سے یہ کوئی امر ممتنع نہیں، قرآن عزیز میں جہاں فلاح کی نفی ہے۔ وہاں آخرت کی فلاح مراد ہے اور پھر اس عدم فلاح کے لیے دعوے نبوت کی کوئی تخصیص نہیں۔

فلاح نہ پانا، مفتری لازم نہ ہونا، یہ صرف انہی کے ساتھ خاص نہیں جو اللہ رب العزت پر افترا کر کے نبوت کے جھوٹے دعوے کریں، بلکہ قرآن کی رو سے کوئی کافر بھی کسی فرد فلاح کا مستحق نہیں۔ قرآن عزیز میں ہے۔

انہ لا یفلح الکافرون (پ۱۸، المومنون: ۱۱۷)

ترجمہ۔ بے شک کافر فلاح نہیں پائیں گے۔

اس آیت کی رو سے کوئی کافر خواہ وہ مجوسی ہو یا عیسائی، دہریہ ہو یا یہودی، ہرگز فلاح نہیں پائے گا۔ اب اس فلاح نہ پانے اور کامیاب نہ ہونے کو کسی خاص قسم کے کافروں سے مخصوص کرنا اور یہ کہنا کہ جو شخص نبوت کا جھوٹا دعوے کرے وہ فلاح نہیں پائے گا یہ محض سینہ زوری اور تحکم ہے۔ قرآن عزیز اس خیال کی تائید نہیں کرتا۔ وہ شخص جو خدا پر افترا باندھے اور وہ شخص جو خدا کی آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلاتے دونوں کو ایک ہی لڑی میں پرویا گیا ہے اور پھر دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ایسے ظالم ہرگز فلاح نہیں پائیں گے، قرآن پاک کہتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیتہ انہ لا یفلح الظالمون (پ الانعام ع۳ آیت: ۲۱)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے۔

پھر دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔

فمن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا او كذب بآياته انه لا يفلح المجرمون۔ (پ یونس آیت ۱۷)

ترجمہ۔ پس اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے خدا پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کی تکذیب کی۔ بیشک گنہگار یقیناً فلاح نہیں پائیں گے۔

ان آیات کریمہ میں "مفتری علی اللہ" اور "مکذب بآیات اللہ" دونوں کو ایک ہی حکم میں داخل کیا گیا ہے۔ پس عدم فلاح اور ناکامی کو مفتری علی اللہ سے خاص کرنا فہم قرآن سے محرومی ہے۔

فلاح نہ پانے سے یہ مراد لینا کہ وہ عمر طبعی پوری نہ کریں گے یا دنیا میں کسی قسم کی عزت نہ پائیں گے یہ نظریہ غلط اور قرآنی ہدایت کے خلاف ہے جن لوگوں نے تاریخ عالم کے نشیب و فراز دیکھے ہیں اور نیکوں اور بدوں کی دنیوی تاریخ ان کی نظر سے اوجھل نہیں۔ انہیں یقین ہے کہ ان آیات قرآنیہ میں کامیابی سے مراد دنیا کی کامیابی نہیں۔ بلکہ آخرت کی فوز و فلاح مقصود ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے تمام ساحروں سے خطاب فرمایا تھا:۔

قال لهم موسىٰ ويلكم لا تفتروا على الله كذبا فيسحتكم بعذاب وقد خاب من افترىٰ۔ (پ طٰہٰ ع ۳ آیت ۶۱)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا کہ تمہارے حال پر افسوس ہے خدا تعالیٰ پر تم افتراء نہ باندھتے اگر ایسا کرو گے تو خدا تمہیں کسی عذاب سے برباد کر دے گا۔ بے شک جس نے خدا پر افتراء باندھا وہ نامراد اور خاسر رہا۔

اس آیۂ شریفہ میں فرعون اور اس کے ماننے والوں سب کو مفتری علی اللہ کہا گیا ہے۔ اور پھر سب کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ یقیناً نامراد رہیں گے۔ فرعون نے چار سو برس تک حکومت کی اور اس مدت دراز میں اسے کبھی سر درد تک نہ ہوئی۔ مگر بایں ہمہ وہ قرآن کی رو سے خائب و خاسر اور محروم الفلاح تھا۔ مرزا صاحب اس آیت کا آخری جملہ وقد خاب من افتری تو پیش کرتے ہیں مگر پوری آیت نقل نہیں کرتے۔ تا کہ اس حقیقت سے پردہ نہ اُٹھ جائے کہ خدا پر افترا باندھنے والے چار سو برس تک بھی بڑی کامیابی سے زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ محض دنیوی زندگی ہے حقیقی زندگی میں یہ لوگ ایک آن واحد کے لیے بھی فائز الفلاح نہیں۔

(۲) بعض مرزائی حضرات کہا کرتے ہیں کہ اگر ہمارا دعویٰ مسیح خدا تعالیٰ کی طرف سے منظور نہ ہوتا تو کبھی کا بیت چکا ہوتا۔ اور اسے کچھ عروج حاصل نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تاجدار ختم نبوت نے جن تیس مدعیان نبوت کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ ان کی علامت ہی یہ ہے کہ انہیں کچھ شوکت و عروج بھی حاصل ہوگا۔

ثانیاً تاریخ کی معتبر روایات اس پر شاہد ہیں کہ کئی مدعیان نبوت اپنے خاندان کے ساتھ صدیوں برسر اقتدار رہے۔

انتہائے مغرب میں برغواطہ قوم کا ایک شخص صالح بن طریف گزرا ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ پر ایک قرآن اُترتا ہے۔ اس قرآن کی بعض سورتوں کے نام یہ تھے۔ سورۃ الدیک۔ سورۃ الحمر۔ سورۃ آدم۔ سورۂ ہاروت و ماروت۔ سورۃ غرائب الدنیا وغیرہ وغیرہ۔ صالح کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں مہدی اکبر ہوں جس کی خبر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ دعوے نبوت کے ساتھ اسے یہاں تک فروغ ہوا کہ اپنے پورے علاقے کا بادشاہ بن گیا۔ سینتالیس سال کے قریب اس نے حکومت کی اور اپنی تمام سیاسی اور مذہبی جماعت کا سربراہ رہا۔ اس کے بعد سرداری اس کے بیٹے الیاس کو ملی۔ اس نے پچاس سال کے قریب حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یونس برسر اقتدار آیا جس نے اپنے دادا صالح بن طریف کے

مذہب کو بہت ترقی دی اور چوالیس برس کے قریب حکومت کی صالح بن طریف کے زمانے میں خلافتِ بغداد پر ہشام بن عبدالملک کا قبضہ تھا مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

زعم انہ المہدی الاکبر الذی یخرج فی آخر الزمان وان عیسٰی یکون صاحبہ ویصلی خلفہ وان اسمہ فی العرب صالح وفی سریانی مالک وفی عجمی عالم وفی عبرانی روبیا وفی البربری ورہیا ومعناہ الذی لیس بعدہ نبی۔[1]

ترجمہ۔ اس کا دعوٰی تھا کہ وہی مہدی اکبر ہے جو قربِ قیامت میں ظاہر ہوگا اور حضرت عیسٰی اس کے ساتھی ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے عرب میں اس کا نام صالح تھا سریانی میں مالک عجمی میں عالم عبرانی میں روبیا اور بربری میں وریا تھا اور اس کا معنی ہے الذی لیس بعدہٗ نبی کہ اس کے بعد اب کوئی اور نبی نہ ہوگا۔

یونس کے بعد صالح کا پوتا ابو غفیر برسرِ حکومت آیا وہ معاذ بن الیسع بن صالح بن طریف تھا۔ اس کے متعلق فاضل ابن خلدون لکھتے ہیں۔

واشتدت شوکتہ وعظم امرہ۔

ترجمہ۔ اسے عظیم شوکت حاصل تھی اور اس کی حکومت بلند پایہ تھی۔

ابو غفیر کے بعد ابو الانصار برسرِ اقتدار آیا جس نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو بہت فروغ دیا۔ اس کے بعد ابو منصور عیسٰی کا دور آیا جو برغواطہ قوم کا ساتواں بادشاہ تھا۔ اس نے بھی دعوٰئے نبوت کیا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

وادعی النبوۃ والکہانۃ واشتد امرہ وعلا سلطانہ ودانت لہ قبائل المغرب۔[2]

---

[1] ابن خلدون جلد ۶ صفحہ ۱۰۳ مصر [2] ایضاً جلد ۶ صفحہ ۱۰۳

ترجمہ۔ اس نے بھی نبوت اور علم غیب ذاتی کا دعویٰ کیا۔ اس کی حکومت اور سلطنت
بہت شہروں کی تھی اور مغرب کے تمام قبائل اس کے آگے سرنگوں تھے۔
اس کے بعد بھی اس خاندان کا سلسلہ نہایت ذلت سے ختم ہوا۔
ان حقائق سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ دعویٰ کہ مفتری کے سلسلہ کو بقا نہیں
ہوتی یا ضروری ہے کہ وہ ۲۳ یا تیئیس سال کے اندر اندر ہلاک ہو جائے بالکل غلط ہے۔

مقام غور

علاوہ ازیں یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ کسی مدعی نبوت کا لازمی طور پر قتل ہونا اگر اس کے جھوٹا
ہونے کی دلیل ہو تو پھر وہ پیغمبران کرام جو کہ مقام شہادت پر فائز ہوئے اور انہیں ان
کے مخالفین نے قتل کیا ان کی صداقت کیونکر مشتبہ نہ ہو جائے گی۔ جب لازم ممکن نہیں تو ملزوم
بالبداہت خود بخود باطل ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ۳۲ برس کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

قتل یحییٰ قبل رفع عیسیٰ علیہ السلام[1]

ترجمہ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اٹھائے
جانے سے بہت پہلے۔

ایسا ہی تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳ الاخبار الطوال صفحہ ۲ تاریخ کامل جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ قرونت البیہ صفحہ
۲۴۲ تفسیر فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۲۱۱ بحر محیط جلد ۶ صفحہ ۲۴۹ تفسیر جمل جلد ۳ صفحہ ۱۲ کشاف صفحہ ۹۱ درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۶۲
اور تفسیر مدارک جلد ۲ امام نووی میں مذکور ہے مرزا غلام احمد کو بھی اعتراف ہے کہ یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے[2]

(۴) اس حدیث نے اس امر کو بھی مشتبہ کر دیا ہے کہ تیس مدعیان نبوت آنحضرتؐ کے بعد نبی
ہونے کا دعوے کریں گے۔ اس لیے کہ ان کے لیے حدیث میں لفظ دجال وارد ہے

---

[1] تفسیر ابی السعود جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۴۳ [2] ملاحظہ عشرہ کاملہ

ہے اور دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملاوے۔

سو مرزا غلام احمد اپنے لیے جس نبوت کا مدعی ہے اس میں سرے سے انگریزوں کی شوکت کا اقرار ہے۔ آزاد سلطنت کا اسے ایک سانس نصیب نہیں ہوا۔ جو مرکز و گورنمنٹ کا مرزا اور خلیفہ کا مسند ہے اس کا قادیان کا وطن ہے پھر پاکستان بننے پر قادیان کا یہ مذہبی نبوت پاکستان میں منتقل ہوا۔ یہ لوگ اب مسلمانوں کے جھنڈے تلے چلے آئے ہیں یہاں بھی کسی سلطنت کی طرف جائیں گے ترکی غلامی ہی ان کی قسمت میں ہے۔ حجاز و نجد جیسی شوکت اس کو نصیب کہاں۔

آخر میں نہایت درد مندی اور اخلاص کے ساتھ ان تمام حضرات کی خدمت میں جو مرزا غلام احمد کے دامن کے ساتھ کسی وجہ سے وابستہ ہیں۔ اس خدائے قہار و جبار کا واسطہ دے کر جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے اور جس کے حضور شدید اور قہر و غضب سے کوئی بد عقیدہ اور بد مذہب خلاصی نہ پا سکے گا درخواست کرتا ہوں کہ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ جماعت کی محبت و عقیدت سے خالی الذہن ہو کر اور قادیانی سلسلے کے مغالطوں اور ملمع سازیوں سے الگ رہ کر اپنے ایمان پر نظر ثانی کریں۔ اور سوچیں کہ جس طرح وہ امت مسلمہ سے یہاں کٹ چکے ہیں کہیں اسی طرح میدان آخرت میں بھی ان کا یہ حشر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

لعمری لقد نبہت من کان نائماً

واسمعت من کانت لہ اذنان

خادم شریعت مطہرہ

خالد محمود عفا اللہ عنہ

امرتسری ثم سیالکوٹی

مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۵۲ء

۱؎ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳

ضمیمہ ۱

کتاب ہذا کے پچھلے ایڈیشنوں میں صرف ان سات بزرگوں کی تصدیقات آپ کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔ ان حضرات کے عقیدۂ ختمِ نبوت کی اسلامی تشریحات آپ کے سامنے آچکی ہیں۔ انہی حضرات کی عبارات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور غلط معنی پہنا کر قادیانی اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں۔ اس ایڈیشن میں ہم کچھ اور بزرگوں کا دفاع بھی پیش کرتے ہیں۔ قادیانی مصنفین مغالطہ دہی کے انداز میں انہیں بھی اپنا ہمنوا ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

(۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:۔

لا یبقی بعدی من النبوۃ الا المبشرات۔[1]

ترجمہ: میرے بعد کچھ بھی نبوت باقی نہیں رہی۔ ہاں صرف مبشرات رہ گئے ہیں (اور وہ اچھے خواب ہیں جنہیں ہر آدمی دیکھ سکتا ہے)۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمالاتِ نبوت میں سے صرف سچے خوابوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جزو کے بقا سے کل کا بقا ہرگز لازم نہیں آتا۔ حضور اکرم صلی ... صرف مبشرات کا بقا بطریق حصر بیان فرمارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ظلی بروزی غیر تشریعی یا انعکاسی کسی قسم کی کوئی نبوت باقی نہیں۔ اگر ان میں سے کسی انداز نبوت بھی باقی ہوتا تو حضورؐ بطریق حصر صرف سچے خوابوں کو بیان نہ فرماتے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ خود چونکہ اسے بیان کر رہی ہیں سو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبوت نہیں صرف سچے خواب ہیں۔

---

[1] مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۹

(۲) پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی روایت کرتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔

انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء [1]

ترجمہ: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مسجدوں میں سے آخری مسجد ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی اور نبی کا پیدا ہونا ممکن ہوتا تو حضورؐ کی مسجد مساجد انبیاء میں سے آخری مسجد کیسے ہوتی چونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس حدیث کو بیان کر رہی ہیں معلوم ہوا کہ ان کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضورؐ آخری پیغمبر ہیں۔

مغالطہ مرزائیہ

مرزائی حضرات اس مقام پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا۔

قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ [2]

ترجمہ: لوگو یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

جواب: اولاً اس کی سند صحیح نہیں علامہ طاہرؒ نے یہ روایت کہاں سے لی ہے اس کا حوالہ مطلوب ہے۔ اس کی سند پیش کیجئے تاکہ اس کے راویوں کی پڑتال ہو سکے کہ واقعی یہ ارشاد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا بھی ہے یا نہیں۔ جب تک اس کی سند نہ ملے اس وقت تک کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان ہے۔ ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔

ثانیاً تکملہ مجمع البحار میں اس بے سند قول سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان موجود ہے اس کے بعد یہ عبارت ہے جو مرزائی حضرات پیش کرتے ہیں صاحب کتاب نے اسے یوں نقل فرمایا ہے۔

---

[1] کنز العمال جلد ۶ [2] تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵

عن عائشۃؓ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ و ھٰذا ناظراً الی نزول عیسٰی وھٰذا ایضاً لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ[1]

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے یہ جو منقول ہے کہ تم خاتم الانبیاء تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ اس طرح حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا کوئی نبی اس طرح دوبارہ نہیں آسکتا کہ حضورؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

تکملہ مجمع البحار کی پوری عبارت سے یہ صاف واضح ہو گیا کہ حضرت صدیقہؓ کے اس ارشاد کا (بشرطیکہ یہ حضرت صدیقہؓ کا ہی ارشاد ہو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی کسی نئی غیر تشریعی نبوت سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں۔ یہ قادیانیوں کی بد دیانتی ہے کہ اسے ھٰذا ناظرا الی نزول عیسٰی کی عبارت حذف کرکے اپنی تصنیفات میں پیش کرتے ہیں۔

نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے علمی تبصرہ کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے اس کے صفحہ ۱۵ پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول اسی حوالہ سے اس طرح درج ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ امام محمد طاہر اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں: "یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں ہے۔ لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔" یہ خیانت اور بد دیانتی کی انتہا ہے کہ علامہ طاہر تو اسے بتا رہے ہیں کہ نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق بتا رہے ہیں کہ کسی پچھلے نبی کی آمد لا نبی بعدی کے خلاف نہیں بشرطیکہ وہ حضورؐ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے اور قادیانی مصنفین اسے کسی نئے پیدا ہونے والے شخص کے لیے نبوت کی شرط بتا رہے ہیں۔

---

[1] تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ طبع ہندی۔ المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۹ ص ۱۱۰ میں یہ روایت موجود ہے۔

علامہ راغب اصفہانیؒ اور امام ابن حیان اندلسیؒ

قادیانی علماء نے جہاں اور بہت سے بزرگان دین پر یہ افتراء باندھ رکھا ہے کہ وہ حضورؐ کے بعد غیر تشریعی نبی پیدا ہونے کے قائل ہیں ان میں علامہ راغب اصفہانی اور ان کے ساتھ علامہ ابن حیان اندلسی صاحب تفسیر بحر محیط بھی اسی ظلم کا شکار ہیں۔ قادیانی مبلغ ان کی بھی عبارات خلاف مراد مسلم پیش کر کے قادیانی علم و دیانت کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ پیشتر اس کے ہم اس فریب سے پردہ اٹھائیں قارئین سے التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھیں:۔

من یطع اللہ والرسول — فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم

شرط — جزاء

من النبیین والصدیقین والشہدآء والصالحین۔ پ ۵ سورۃ نساء ع ۹

(بیان انعام یافتہ لوگوں کا)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔

ان لوگوں کا بیان جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یہ ہے۔

النبیین والصدیقین والشہدآء والصالحین۔

آیت ہذا میں اس امر کی بشارت ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے روز جزاء میں نبیوں کے ساتھ صدیقوں کے ساتھ شہیدوں کے ساتھ اور صالحین کرام کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے نزدیک یہ معیت اسی طرح کی ہوگی جیسے خدام بادشاہوں کے ساتھ شامل مجلس رہتے ہیں۔

(۲) قادیانی مبلغ کہتے ہیں کہ نیک لوگوں کا اس منعم علیہ گروہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی ویسے ہی ہو جائیں جیسے کہ باپ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی باپ ہو

گیا ہے۔ فیا لعجب) یعنی نبیوں کی معیت اور حضوری میں جگہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی نبی ہو جائیں پس خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے بھی نبی ہو سکتے ہیں۔ قادیانی لوگ یہاں مع کو ترین کے معنی میں لیتے ہیں لیکن من النبیین والصدیقین کو وہ بھی منعم علیہ گروہ کا ہی بیان سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی یہ انعام یافتہ لوگوں کی ہی تفسیر ہے من یطع اللہ والرسول کے متعلق نہیں۔

(۲) علامہ راغب اصفہانی کی اپنی کسی کتاب میں اس امر کی تصریح نہیں کہ من النبیین و الصدیقین منعم علیہ گروہ کا بیان نہیں بلکہ یہ من یطع اللہ والرسول کے متعلق ہے۔ ہاں علامہ ابن حیان اندلسی نے تفسیر بحر محیط میں علامہ راغب کی طرف اس بات کی نسبت کی ہے کہ وہ من النبیین کو من یطع اللہ کے متعلق کرنا جائز سمجھتے ہیں[1] اس لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوں گے۔

> نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین میں سے جو لوگ خدا اور اس کے اس خاص پیغمبر کی اطاعت کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں ان لوگوں کے ساتھ کر دیں گے جن پر خدا نے انعام کیا۔

اس صورت میں انعام یافتہ لوگوں سے مراد ملاء اعلیٰ کے قدوسی افراد ہوں گے اور یہ اسی طرح ہے جیسے حضورؐ نے آخر وقت میں الرفیق الاعلیٰ کہہ کر ملاء اعلیٰ کی معیت کو اختیار فرمایا۔ اس صورت میں من یطع اللہ والرسول پر عمل پیرا ہونے والوں کا نبیوں کے ساتھ ہونے کا ذکر ہی نہیں رہتا (جیسا کہ مسلمانوں کی رائے ہے) یا نبیوں میں سے ہونے کا (جیسا کہ قادیانیوں کی رائے ہے)

---

[1] تفسیر بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷

[2] وحیان الراغب ان یتعلق من النبیین بقوله ومن یطع اللہ والرسول ای من النبیین ومن بعدهم ویکون قوله فاولئک مع الذین انعم اللہ علیهم اشارۃ الی الملاء الاعلیٰ ثم قال وحسن اولئک رفیقا ویبین ذلک قول النبی حین الموت اللهم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ

هذا ظاهر (بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷)

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ من النبیین والصدیقین متعلق کردہ کی تفسیر ہی نہیں یہ تعبیر جس طرح جمہور مسلمانوں کے موافق نہیں، اسی طرح یہ مرزائیوں کی پیش کردہ تفسیر کے بھی یقیناً خلاف ہے پس مرزائیوں کا علامہ راغب کو اپنا ہمنوا کہنا علم و دیانت کے ساتھ ایک کھلا مذاق ہے۔ اور خود اپنے ساتھ ایک بڑا دھوکہ ہے۔

(۴) علامہ راغبؒ کے جائز کردہ احتمال سے بے شک تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ من یطع اللہ والرسول پر عمل پیرا ہونے والے بعض افراد انبیاء بھی ہوں گے۔ یہ معنی گو اس آیت میں مراد نہ ہوں لیکن دوسری قسم کی آیات کے پیش نظر یہ بات اہل اسلام کے خلاف نہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام من یطع اللہ والرسول پر عمل پیرا ہونے والوں میں سے ہیں۔ ان معنوں کی رو سے اگر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے بعض انبیاء کا اشارہ ملتا ہے تو یہ معنی مرزائیوں کو اس وقت تک مفید نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ من یطع اللہ والرسول کا مصداق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا ہونے اور نئے سرے سے فائز نبوت ہونے والے افراد قرار نہ دیں۔ کیونکہ بعض پچھلے پیغمبروں کا اس اطاعت پر گامزن ہونا خود اہل اسلام کے ہاں بھی مسلم ہے اور ظاہر ہے کہ مرزائی عقیدے کی حمایت میں اس آیت میں کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا۔

پس جب مرزائیوں کے "علامہ راغب سے استدلال کرنے" کے خلاف بعض پچھلے نبیوں کے حضورؐ کی اطاعت کرنے کا احتمال موجود ہے اور یہی پہلو اہل اسلام کے ہاں معتبر ہے تو مرزائیوں کا استدلال اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے قاعدے سے بالکل باطل ہو جاتا ہے۔

(۵) علامہ راغبؒ کی طرف نسبت کردہ یہ ترکیب گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی اور اطاعت مصطفویؐ کے پیش نظر ہمارے عقائد کے معارض نہیں لیکن نحوی لحاظ سے اس میں بہت الجھاؤ ہے فاء جزاء کے ماقبل (من یطع اللہ والرسول) کا بیان جزاء آنے کے بعد نہیں آ سکتا۔ اگر کوئی ان

تعمر هند فعمرو ذاهب کے بجائے اور مبتدا کی صفت ضاحکہ کو یوں بیان کرے۔

ان تعمر هند فعمرو ذاهب ضاحكة۔

تو ضاحکہ کو جزاء آنے کے بعد ہند کی صفت بنانا جائز نہ ہوگا۔ علامہ راغبؒ کی جلالتِ شان کے پیشِ نظر ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ انہوں نے فاء جزاء کے بعد من النّبیین کو فاء جزاء کے ماقبل سے متعلق کرنا جائز کہا ہو۔ ضرور اس نسبت میں کوئی غلطی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات ان کی اپنی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ باقی رہا تفسیر بحر محیط کا اسے نقل کرنا تو اگر نقل عندہ کی نقل پر اعتماد ہو سکتا ہے تو اس کے علم پر بھی اعتماد ہونا چاہیئے۔ جس بزرگ نے یہ بات علامہ راغب کی طرف منسوب کی ہے وہی اسے نحوی اور معنوی لحاظ سے غلط قرار دیتے ہیں۔

علامہ راغبؒ کی بات کا غلط قرار دیا جانا

تفسیر بحر محیط میں اس احتمال کو نقل کر کے علامہ ابن حیان اندلسیؒ لکھتے ہیں:-

هذا الوجه الذي هو ظاهر فاسد من جهة المعنى ومن جهة النحو[1]

(۱) علامہ ابن حیان اندلسی اس ترکیب میں علامہ راغب کے ہمنوا نہیں۔ مرزائی مبلغ محض فریب دینے کے لیے انہیں اکٹھا پیش کرتے اور تفسیر بحر محیط کے نام سے مغالطہ دیتے ہیں۔ بحر محیط کی اصل

---

[1] تفسیر بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷

عہ قاضی محمد نذیر صاحب نے اپنے رسالہ علمی تبصرہ (شائع کردہ نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ) کے صفحہ ۹ پر فاضل اندلسی اور علامہ راغب کی عبارت کو گڈمڈ کر کے پیش کیا ہے۔ پہلی تین سطریں فاضل اندلسی کی ہیں جو علامہ راغب کی ترکیب کے خلاف ہیں۔ اس کے بعد علامہ راغب کی تعبیر ہے۔ قاضی محمد نذیر صاحب ہر دو عبارات میں فرق نہیں کر سکے اور نہ انہیں یہ پتہ چلا ہے کہ یہ دونوں تعبیریں ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ قاضی صاحب نے دوسری جو بات کہی ہے کہ علامہ راغب کی بات نقل کرتے ہوئے آگے ان کی نئی ترکیب نحوی کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس ترکیب سے وہ

عبارت یہ ہے جس میں اس کا پورا رد موجود ہے۔

هذا الوجه الذي عنده ظاهر فاسد من جهة المعنى ومن جهة النحو أما من جهة المعنى فان الرسول هنا هو محمد صلى الله عليه وسلم اخبر الله تعالى ان من يطيعه ويطيع رسوله فهو مع من ذكر ولو كان من النبيين متعلقا بقوله ومن يطع الله والرسول لكان قوله من النبيين تفسيرا لمن في قوله ومن يطع فيلزم ان يكون في زمان الرسول او بعده انبياء يطيعونه وهذا غير ممكن لانه قد اخبر الله تعالى ان محمدا هو خاتم النبيين وقال هو صلى الله عليه وسلم لا نبي بعدي واما من جهة النحو فما قبل فاء الجزاء لا يعمل فيما بعدها۔[1]

ترجمہ: یہ بات جو اس کے ہاں واضح ہے معنوی اور نحوی ہر لحاظ سے غلط ہے معنوی لحاظ سے اس طرح کہ رسول سے مراد یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کی اور اس کے اس رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا جن کا ذکر کیا گیا ہے اگر من النبیین متعلق ہو من یطع اللہ والرسول کے تو من النبیین سے مراد من یطع کی تفسیر ہوگی اور لازم آئے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے بعد بھی کچھ اور انبیاء ہوں جو آپ کی پیروی کرتے رہیں اور یہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور حضور نے لا نبی بعدی فرمایا

غور بھی فرمائیے تیسری بددیانتی قاضی صاحب نے یہ کی ہے کہ فاضل اندلسی نے آگے جو اس کی پرزور تردید کی ہے اسے یکسر چھوڑ دیا ہے بحر محیط کی تردید نقل کرنے کے بغیر مولوی صاحب کی اس بات کو بحر محیط کے حوالے سے نقل کرنا یہ شان دیانت مرزائی علم کلام کو ہی زیبا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

[1] البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷

اور اس ترکیب کا نحوی لحاظ سے غلط ہونا اس وجہ سے ہے کہ فا جزائیہ سے پہلے کی بات فا جزائیہ کے بعد عمل نہیں کرتی۔

اس عبارت کی موجودگی میں تفسیر بحر محیط کو اپنی تائید میں پیش کرنا قادیانی علم و دیانت کو ہی زیبا ہے۔

اس مرحلہ بحث کی تنقیح کے بعد ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ علامہ راغب کی طرف منسوب یہ ترکیب علمی لحاظ سے اتنی کمزور ہے کہ علامہ راغب کی جلالت قدر کے باعث ان کی نسبت میں بھی تامل ہے۔ مرزائیوں کو چاہیے کہ اس بحث کے اصل مآخذ تلاش کریں اور علامہ راغب کی کسی اپنی کتاب سے یہ نحوی قاعدہ دکھائیں۔

ثانیاً یہ ترکیب گو علمی لحاظ سے صحیح نہیں مگر ہو بھی تو مفید نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں میں سے ہیں اس سے علامہ راغب کو اجرائے نبوت کا قائل ثابت کرنا فریب اور بددیانتی کی انتہا ہے۔

ثالثاً اس ترکیب سے خواہ مخواہ اجرائے نبوت کا امکان پیدا کرنا دوسرے احتمال سے ثابت نہیں ہوتے اور استدلال احتمال ثانی کے ہوتے ہوئے بھی تکمیل نہیں پاتا، علامہ راغب کے اپنے تحریر کردہ بیان کے بھی خلاف ہے۔

علامہ راغبؒ کا عقیدہ ختم نبوت

علامہ راغب اپنی کتاب مفردات القرآن میں لفظ ختم کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں:-

خاتم النبیین لانه ختم النبوة ای تممها بمجیئه۔[1]

ترجمہ حضور خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا ہے یعنی اپنی آمد سے سلسلہ نبوت کو مکمل کر دیا ہے۔

---

[1] مفردات القرآن ص

دونوں ترکیبوں کے اختلاف کا حاصل

پہلی صحیح ترکیب کا حاصل

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے ان خاص بندوں کی اطاعت کریں گے وہ آخرت میں اپنے درجوں کے مطابق نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحین کی رفاقت پائیں گے[1]

دوسری غلط ترکیب کا حاصل

نبیوں صدیقوں شہداء اور صالحین جو بھی خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ ان سے آگے کے لوگ ہیں۔ اوپر کے لوگ۔

دوسری صورت میں یہ چاروں اقسام کے لوگ انعام یافتہ لوگوں کی تفسیر نہیں بنتے۔ انعام یافتہ افراد سے مراد اعلیٰ کے لوگ ہوں گے۔ امام راغب نے گو بقول ابن حیان اندلسی اس دوسرے احتمال کو روا رکھا ہے مگر امام راغب کا اپنا موقف یہ ہرگز نہیں ہے ان کے ہاں یہ چاروں اقسام انعام یافتہ لوگوں کی ہی تفصیل ہیں۔ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں۔

قال الراغب ممن انعم عليهم من الفرق الاربع في المنزلة والثواب النبي بالنبي والصديق بالصديق والشهيد بالشهيد والصالح بالصالح۔

ترجمہ: امام راغب کہتے ہیں جن لوگوں پر انعام ہوا ان چار اقسام میں سے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت کریں گے وہ منزلت اور ثواب میں ان کے ساتھ ہوں گے۔

---

[1] مرزا غلام احمد نے یہاں اس ترکیب کو بیان کیا ہے اس کے پیچھے یہ مراد ملحوظ نہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول برحق کی طاعت کرنے والے کسی ایک نبی کے ساتھ ہوں گے یا نبیوں کے ساتھ۔ ایک صدیق کے ساتھ ہوں گے یا صدیقین کے ساتھ؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہاں نبی کے ساتھ نبی ہوگا۔ مدینہ والی پاک ہستیوں کی ہوگی۔ صدیق کے ساتھ صدیق ہوگا اور وہ ساری صدیقوں کی ہوگی جہاں ان کا طاعت کرنے والوں کو اتارا جائے گا وہ ٹھکانہ ۔۔ جائے گا حضرت اور طالب کا یہی معنی ہے۔ مومن چار طبقوں کی رفاقت پانے والے کچھ نبیوں کے ساتھ ہوں گے کچھ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے کچھ شہداء کے ساتھ ہوں گے اور کچھ صالحین کی رفاقت پانے والے ہوں گے۔

النبی بالنبی والصدیق بالصدیق والشہید بالشہید والصالح بالصالح میں رفاقت کا بیان

منصب نبوت پر فائز لوگوں کا بیان ہے جو اللہ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت کریں گے وہ ان حضرات کی رفاقت پائیں گے جہاں نبی نبی کے ساتھ جمع ہیں صدیق صدیق کے ساتھ جمع ہیں شہداء کرام کی جگہ ہیں اور صالحین کرام کی جگہ۔ حضور کی اطاعت کرنے والوں کو ان میں سے ہر طبقے کی رفاقت میں جگہ دی جائے گی۔ یہ نہیں کہ وہ ان کے ساتھ بیٹھے ہی ان میں سے ہو جائیں گے
صحابہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے سالہا سال بیٹھے ان میں سے کوئی نبی ہو پایا تو وہاں نبیوں کے پاس جگہ پانے والے نبیوں میں سے کیسے ہو جائیں گے۔ منصب اپنی جگہ ہے اور معیت اپنی جگہ ــــ منصب تو معیت میں بھی ہو تو آتا نہیں ہو جاتا۔

یہاں ہم اس وقت اس فرق سے بحث نہیں کر رہے بتانا صرف یہ ہے کہ علامہ راغب کے ہاں من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین، انعم اللہ علیھم کی ہی تفسیر ہے۔ من یطع اللہ والرسول کا بیان نہیں ــــ یہ علیحدہ بات ہے کہ انہوں نے اس دوسرے احتمال کو بھی راہ دی ہے۔ وگرد واقعی انہوں نے کہیں ایسا لکھا ہو گر وہ اس نئے قاعدے کی حمایت میں کوئی نحوی مثال پیش نہیں کر سکے جہاں شرط کا بیان جزاء کے بیان کے بعد ہوا ہو۔ علامہ ابن حیان اندلسی نے اگر ان پہ اعتراض کیا ہے تو نحو سے ایک مثال پیش کر کے ان قاعدہ ... راغب کے بعد

تھا مگر اس شرط کا بیان نہیں ہو سکتا ـــــ ۔ اگر ہو سکتا ہے تو نہیں ۔ اس قسم کی کوئی مثال پیش کرنی چاہیئے۔

پھر اسی صفحہ پہ پیچھے سے چھٹی سطر دیکھئے ۔

قال الراغب قسم الله المؤمنين في هذه الآية اربعة اقسام وجعل لهم اربعة منازل بعضها دون بعض وحث كافة الناس ..... الخ

ترجمہ: راغب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنین کی چار قسموں میں تقسیم کی ہے اور ان کی چار منزلیں ٹھہرائی ہیں ان میں بعض دوسری بعض سے نیچی ہیں اور پھر تمام لوگوں کو رغبت دی کہ ان میں سے کسی کی رفاقت پائیں۔

یہاں بھی امام راغب نے ان چار طبقوں کو انعم اللہ علیہم کی تفسیر قرار دیا ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ امام راغب کے نزدیک من النبیین والصدیقین ... من یطع اللہ والرسول کا بیان ہے۔ ان کا موقف یہی ہے جو ہم نے یہاں نقل کیا ہے۔

رہی یہ بات کہ انہوں نے ایک دوسرے احتمال کو بھی جگہ دی ہے لیکن اس بات سے بھی کسی قادیانی کو انکار نہ ہوگا۔ راغب نے اس احتمال کی تائید میں کوئی نحوی مثال پیش نہیں کی۔

قادیانیوں کا اس غلط ترکیب پر اصرار کیوں؟

قادیانی چاہتے ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے اس نبی خاتم کے تابعداروں میں کچھ نبیوں کو بھی لے آئیں۔ ان کے خیال میں یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ اس امت میں بھی نبی پیدا ہوں جو حضور کی تابعداری کریں۔ ہم کہتے ہیں یہ اس طرح بھی تو ہو سکتا ہے کہ پچھلے نبیوں میں سے کوئی پھر آجائیں (حضرت عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اور حضرت خضر سمندروں سے) اور وہ حضور کے امتی ہو کر یہاں رہیں ـــــ جب یہ بات اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہے تو کسی نئے نبی پیدا ہونے کو راہ دینے کی کیا ضرورت ہے ـــــ [illegible]

عقیدہ ختم نبوت نہیں ٹوٹتا کیونکہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے قائل ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ وہ حضور کی پیروی کریں گے اپنی شریعت کی نہیں اور اسی طرح وہ من یطع اللہ و الرسول میں جگہ پا سکیں گے۔ کاش کہ قادیانی اس بات کو سمجھ پائیں۔

ابن حیان اُندلسی کا عقیدہ ختم نبوت

علامہ راغب کے مذکورہ قول کی روشنی میں اگر کبھی نئے پیدا ہونے والے نبی کو من یطع اللہ والرسول کا مصداق ٹھہرایا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ تشریعی نبی نہیں غیر تشریعی نبی ہو گا اور حضور کی اطاعت کرے گا ــــ اس عقیدے کو علامہ ابن حیان اُندلسی نے اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ٹھہرایا ہے اور اس پر آیت ختم نبوت اور حدیث لا نبی بعدی پیش کی ہے ــــ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابن حیان اُندلسی کے عقیدہ ختم نبوت میں حضور کی اطاعت کرنے والا نبی بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ وہ راغب کے پیدا کردہ احتمال کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہ ٹھہراتے۔

فیلزم ان یکون فی زمن الرسول او بعدہ انبیاء یطیعونہ وھذا غیر ممکن لانہ قد اخبر تعالیٰ ان محمداً ھو خاتم النبیین وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی

ترجمہ:

سو لازم آتا ہے کہ حضور کے زمانے میں یا آپ کے بعد کچھ انبیاء ہوں جو آپ کی اطاعت میں ہوں اور یہ غیر ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور حضور نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔

علامہ ابن حیان اُندلسی ۷۵۴ ھ میں فوت ہوئے۔ یہ ساتویں صدی کی آواز ہے جو

یہ سب آپ کی گستاخی ہے۔ اس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک ہم مسلمانوں کا بلا کسی مسلکی امتیاز کے یہی عقیدہ تھا کہ آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کا اجمالی مفہوم یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی پیدا نہیں ہو سکتا جو حضور کی شریعت کے تابع ہو کر رہے اور دعوے کرے کہ مجھے حضور کی اتباع سے نبوت کی یہ نعمت ملی ہے ——

ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحي الي ولم يوح اليه شيء میں مطلق وحی کے دعوے کو افتراء علی اللہ کہا گیا ہے یہ نہیں کہ تشریعی نبوت کا دعوے تو افتراء علی اللہ ہو اور اس سے نبوت ملنے کی راہ من یطع اللہ والرسول میں کھلی رکھی گئی ہے۔ اعاذنا اللہ من الالحاد

بات علامہ صاحب کے عقیدے ختم نبوت کی تھی اور اس پر ہم پہلے گذارش کر آئے ہیں۔

مع کو من کے معنی میں لینے کا قادیانی حیلہ

علامہ صاحب کے پیدا کردہ احتمال میں جب قادیانی پھنس نہیں سکتے تو وہ اس بات پر آجاتے ہیں کہ عربی میں مع کبھی من کے معنی میں آجاتا ہے۔ پھر وہ اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

جو لوگ خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان انعام یافتہ لوگوں میں سے ہو جائیں گے جنہیں نبی کہتے ہیں صدیق کہتے ہیں شہید کہتے ہیں اور صالح کہتے ہیں۔

مع کے اصل معنی ساتھ کے ہی ہیں جب تک قرینہ صارفہ نہ ہو من کے معنی میں نہیں لیا جاتا اور یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں —— اس کے علاوہ یہ بھی تو دیکھئے کہ قرآن کریم نے یہاں خود اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ یہاں مع رفاقت کے معنی میں ہے

فاولئك مع الذين انعم الله عليهم ... وحسن اولئك رفيقا (پ ۵، النساء ۶۹)

ترجمہ: اور اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے

پس جب یہاں رفاقت کی تصریح ہو گئی اب اس کے خلاف دوسرے معنی کی تلاش نظر و فکر کے فریب کے سوا کچھ نہیں۔

علامہ اثیر ابن حیان اندلسی نے یہ جو لکھا ہے واجاز الراغب سریہ علی وجہ الالزام ہے یعنی راغب کی تفسیر سے لازم آتا ہے کہ النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین کا تعلق من یطع اللہ ورسولہ سے ہو۔ پھر ابن حیان نے اسے نحوی اور معنوی طور پر غلط بتایا ہے۔ لہٰذا وہ تفسیر تو ہونی چاہیے جو نحوی طور پر غلط ٹھہرے۔

ہم نے کہا ہے کہ ابن حیان نے اجازة الراغب کے الفاظ علی وجہ الالزام کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ راغب نے یہ نحوی قاعدہ صحیح قرار دیا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہم یہ بات اس لیے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں علامہ راغب کی اپنی کسی بات میں یہ نیا نحوی قاعدہ نہیں ملا۔

ہے کوئی قادیانی مبلغ جو علامہ راغب کی کسی کتاب سے اس نحوی قاعدے کو پیش کرے؟

قادیانی مبلغین میں اگر کچھ ہمت ہے تو علامہ راغب کے کسی ضعیف سے ضعیف قول سے بھی یہ ثابت کریں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبوت ملتی ہے اور یہ کہ اس آیت میں مع کا لفظ من کے معنی میں ہے۔ پس جب کہ علامہ راغب کا پیش کردہ احتمال خود مرزائی تفسیر کے بھی خلاف ہے اور اس صورت میں بھی یہاں نبوت ملنے کا کوئی ذکر نہیں تو مرزائی حضرات کا علامہ راغب کو اپنا ہمنوا ظاہر کرنا اگر علم و دیانت کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

واللہ علی ما نقول شہید۔

ضمیمہ ۲

مرزا طاہر کا راغب کی جائز کردہ ترکیب سے انکار

امام راغب کی جائز کردہ ترکیب کے مطابق من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین — من یطع اللہ والرسول کا بیان ہے ان کی ترکیب شروع کی تفصیل فاجزاء کے بعد بھی آ سکتی ہے۔ اس خیال کی رو سے یہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم کا بیان نہیں مگر مرزا طاہر لکھتا ہے:

اور جو لوگ بھی اللہ اور اس رسول محمد مصطفیٰ کی اطاعت کریں گے تو اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم جیسے لوگ ہوں گے جو انعام پانے والوں میں سے ہوں گے۔[1]

پھر انعام پانے والوں کی یہ تفصیل لکھی ہے:

مع الذین انعم اللہ علیہم ای من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین[2]

اب بتائیے من النبیین والصدیقین، انعم اللہ علیہم کا بیان ہوا ہے یا من یطع اللہ والرسول کا۔ مرزا طاہر نے کس طرح کھلے بندوں راغب کی اس رائے کی تردید کی ہے پھر جب یہ دوسرے معنی خود قادیانیوں کو بھی تسلیم نہیں تو آپ ہی غور کریں ان کے لیے یہ امام راغب کی سند کس لیے لائی جا رہی ہے؟ اور وہ بھی نحوی طور پر غلط۔ کچھ تو انصاف کیجیے۔

پھر مرزا غلام احمد خود ایک مقام پر اس سوال کے جواب میں کہ منعم علیہم کون ہیں؟ لکھتا ہے:

وہ منعم علیہم لوگ کون ہیں؟ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح۔[3]

مرزا طاہر کا مع کو من کے معنی میں لینے پر اصرار

مرزا طاہر نے اپنے اس مفروضہ کے لیے ایک عجیب قاعدہ گھڑا ہے وہ لکھتا ہے۔

---

[1] عرفان ختم نبوت ص ۴۳ [2] ایضاً ص ۱۳۳ [3] قیامت کی نشانی ص ۷ روحانی خزائن جلد ۵ ص ۲۱۳

رسول ہو جانے کے معنی میں نہیں ہے کہ تم جو حضور اور ان کے ساتھیوں سے محبت کرتے ہو سب نبی ہو جاؤ گے۔ اس کا معنی صرف یہ ہے کہ تمہیں ان کی رفاقت سے مشرف کیا جائے گا۔

سو یہ بات ہر شبہ سے خالی ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں معیت اس معنی میں ہے جو قرآن کریم نے خود بیان کر دیئے ہیں۔ وحسن اولئک رفیقا کیا یہاں اُن کی رفاقت کی تصریح نہیں؟ کاش! کہ مرزا طاہر نے کسی استاد سے عربی پڑھی ہوتی تو ایسی بات نہ کرتا۔

آیت کا شانِ نزول

قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے اس پر فکر کا اظہار کیا کہ میں آخرت میں حضورؐ کو کیسے دیکھ پاؤں گا۔ آپ تو نہایت اعلیٰ درجہ میں ہوں گے۔ اس پر یہ آیت اُتری اور حضورؐ نے اس صحابی کو بلایا اور اسے یہ آیت سُنائی۔

فعرفت انك اذا دخلت الجنة كنت مع النبيين وان دخلتها لا اراك

فانزل الله تعالى ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم

الله عليهم۔

کیا اب بھی کوئی شبہ رہ جاتا ہے کہ یہاں مع ساتھ ہونے کے معنی میں ہے نبی ہو جانے کے معنی میں نہیں۔

ابا بکر و عمر رضی اللہ عنہما اذا رجال اللہ بمنزلہ معصوم (بیان القرآن محمد علی لاہوری جلد ۱ ص ۴۹۱)

ماخوذ از تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۵۲۳ (سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ معیت جب ایک جماعت کی طرف منسوب ہو تو بھی اس کے معنی رفاقت اور ساتھ ہونے کے ہوتے ہیں۔ مرزا طاہر نے جو معنی گھڑا ہے وہ علمی اعتبار سے ہرگز صحیح نہیں۔

قادیانیو! — ایمان اور یقین کی نبض پر ہاتھ رکھو۔

مسلمانانِ عقیدۂ ختمِ نبوت کے اس مفہوم پر جو ہم نے اس کتاب میں قرآن و حدیث نبوی، راشدین اور اقوالِ بزرگانِ دین سے پیش کیا پورا یقین رکھتے ہیں اور اس کے متوازی ہر عقیدے سے اور تاویل کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ چودہ سو سال کا علمی سرمایہ ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے ختمِ نبوت کے اس مفہوم سے جو سر مو بھی تجاوز کرے مسلمانوں کے ہاں وہ دائرہ امت سے خارج ہے۔

سوال یہ ہے کہ قادیانی جو زور و شور سے کہتے ہیں کہ ہم ختمِ نبوت پر ایمان رکھتے ہیں وہ جس مفہوم میں بھی حضور کو خاتم النبیین مانیں کیا انہیں اپنے اس عقیدے پر ایسا یقین حاصل ہے جو کسی طور پر بھی متزلزل نہ ہو سکے؟

اس کا جواب: قادیانی دعوے کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا جو نئی شریعت لائے اور اس شریعت کو منسوخ کرے۔ قادیانی اسے اپنا عقیدۂ ختم نبوت ٹھہراتے ہیں۔

قطع نظر اس کے کہ اسلام میں ختم نبوت کے اس تصور کی کوئی راہ نہیں ہمارا سوال یہ ہے کہ جس طرح ہم ختم نبوت کے اس مفہوم پر جو ہم نے اس کتاب میں بیان کیا ہے ایک غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں، قادیانی بھی اپنے اس عقیدے پر جسے وہ بیان کرتے ہیں ایسا ہی یقین رکھتے ہیں؟

اس کا دو ٹوک جواب یہ ہے کہ نہیں۔ مرزا غلام احمد کی پوری امت عقیدۂ ختم نبوت میں اپنے اختیار کردہ معنی میں بھی محروم یقین ہے۔ وہ کسی قوم کی شقاوت کی انتہا ہے کہ وہ جس بات کا بھی دعویٰ کرے اس پر بھی اسے نہ جینے والا یقین حاصل نہ ہو۔

مرزا غلام احمد کی امت میں سب سے مخلص مانا جانے والا آدمی حکیم نور الدین بھیروی ہے جو کہ مرزا غلام احمد کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے اس عقیدہ پر یقین رکھتا تھا؟ اسے مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد ہی کی زبان سے سنیے۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ جب فتح اسلام و توضیح مرام

علامہ راغب اصفہانی کس عقیدے کے تھے؟

حسن بن علی الطبرسی اسرار الامامہ میں لکھتا ہے۔

انہ ای الراغب کان من حکماء الشیعۃ الامامیۃ لہ مصنفات فائقۃ مثل المفردات فی غریب القرآن وافانین البلاغۃ والمحاضرۃ۔ لہ

ترجمہ۔ راغب شیعہ امامیہ کا حکیم تھا مفردات، افانین البلاغہ اور المحاضرہ جیسی اس کی چند پایہ تصانیف ہیں۔

علمائے اسلام میں علامہ راغب اصفہانی کی شخصیت صرف بحیثیت ایک لغت اور ادیب کے مسلم ہے نہ بحیثیت ایک محدث مفسر اور فقیہ کے نہیں۔ ان کی کوئی اعتقادی بات ہمارے لیے حجت اور سند ہو سکتی ہے۔

لہ الکنی والالقاب جلد [illegible] صفحہ [illegible] اعیان الشیعہ جلد [illegible] صفحہ [illegible] الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد [illegible] صفحہ [illegible]